فہرست مضامین حیات حافظ

چونکه ایک زبان کے نام جب دوسري زبان میں جاتے هیں تو اُن کي شکلیں بگڑجاتي هیں — اس لیئے هم ان یوروپین مصنفوں کے ناموں کو جو هماري کتاب میں آئے هیں اور جن کو اکثر هم نے اختصار کے ساتھه لکھا هی — انگریزي میں بھي لکھدیتے هیں تاکه پورے اور اصلي ناموں کا پته لگ جاے اور وه صحت کے ساتھه پڑھے جائیں *

انگریزي میں پورا نام	جو نام هم نے کتاب میں لکھا هی	انگریزي میں پورا نام	جو نام هم نے کتاب میں لکھا هی
Bodenstedt.	بودنسٹیڈت	F. Meninski.	مینسکي
Dr Richard T.H Gottheil P. H. D.	ڈاکٹر گاٹھیل	T. Hyde.	هائڈ
		De. Reviski	ریوسکي
W. Thamson.	ولیم طامسن	J Richardson	رچرڈسن
E. G. Browne.	مسٹر براون	W. Jones.	ولیم جونس
Gore Ouseley.	گور اوسلي	W. Ouseley.	ولیم اوسلي
CharlesStewart	چارلس اسٹورٹ	John. Hindley.	هندلي
Jarret	جیرٹ	Von: Hammer.	وان هیمر
Louisa Stuart		Dauner.	ڈانر
Costello.	میڈم اوڈیسا	Rosenzweig.	روزنزویگ
Brockhaus.	بروکھاس	Nesselmann.	نیسل مین
Charles Rieu.	چارلس ریو	S. Robinson.	رابن سن
John Nott.	جان ناٹ	Harman Bicknell.	بک نل
Claudius James Rich.	مسٹر رچ	Col, H. Wilberforce clark.	کپتان کلارک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

سنہ ۱۹۰۸ء میں بڑی تعطیل کے بعد جب مدرسہ کھلا تو میں نے اپنی ہمت کی کمر چست باندھی - اور ایک نئی تصنیف کے بیابان میں جس کا نام کعبہ یا بیت اللہ ہوگا قدم رکھا اور چلنا شروع کیا - مگر راستہ اسقدر دشوار گذار ملا کہ ابھی کچھ ہی منزلیں طے کی تھیں کہ صحت نے بھی رفاقت چھوڑنی چاہی - بعض دوستوں نے صلاح دی کہ اس کو تھوڑے دنوں کیلئے ملتوی کردو لیکن شوق کے پاؤں نہیں رکتے تھے اور دل کہتا تھا ؎

در بیاباں گر بشوق کعبہ خواہی زد قدم   سرزنشہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

مگر ہمت کہاں تک کام دیتی - آخر چند روز کے بعد صحت نے بالکل ہی ساتھ چھوڑ دیا - اور مجبوراً رخت سفر کھولنا پڑا -

پورے ایک چلّہ کے بعد پھر حالت سنبھلی۔ اور پاؤں میں کچھ طاقت آئی لیکن اب اس لق و دق صحرا میں قدم رکھنے سے جی ڈرتا تھا۔ دوسری طرف رخ کیا۔ اتفاقاً سامنے ہی ایک پرفضا باغ نظر پڑا یہ خواجہ حافظ شیرازی کی شاعری کا باغ تھا۔ اسکی رنگینی اور لطافت نہایت دلفریب اور دلکش معلوم ہوئی۔ اور جذبۂ شوق بے ساختہ اس کی طرف کھینچکر لے گیا

اب بجائے اس کے کہ کعبہ کا سا فربادیہ عرب کی خاک چھانتا۔ شیراز کے گل گشت مصلّےٰ اور آب رکنا باد کی تفریح میں مشغول ہوگیا۔ خوش قسمتی سے حافظ جیسا زندہ دل اور پرمایہ میزبان ملگیا جس کی غزل کی دو آتشہ شراب کے جام پیاپے پینے شروع کیے اور مزے لے لیکر یہ کہنے لگا۔ ؎

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت کنار آب رکنا باد و گل گشت مصلّےٰ را

ہرچند کہ بعض دوستوں نے میری اس بے تکلفی کو تعجب سے دیکھا۔ اور لبیک کے نعرہ کے بجائے میرے لبوں سے "ہات الصّبوح" کا شور سنکر مجھے ملامت کرنے لگے۔ لیکن اِن دلچسپیوں میں میں کچھ ایسا محو ہوگیا تھا کہ ان باتوں کی مجھے کچھ پرواہ نہیں ہوتی تھی اگر کبھی کچھ خیال بھی ہوتا تھا تو دل کہتا تھا۔

شیوۂ رندی نہ لائق بود اما این زمان چوں در افتادم چرا اندیشۂ دیگر کنم

آخر تین دن کے بجائے تین مہینے اس مہربان میزبان کے باغ میں نہایت لطف کے ساتھ گذارے اسی اثنا میں دوستوں کے لیے بھی اسمیں سے ایک گلدستہ تیار کیا جس کو

اس ناچیز تصنیف کی شکل میں پیش کرتا ہوں - ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اسلم - جے راج پوری
مدرسۃ العلوم - علیگڈھ

مورخہ ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۰۹ع

تمہید

گذشتہ زمانہ میں جس شخص کو کسی ایسی چیز میں کمال حاصل ہوتا تھا جس سے عوام کو بھی دلچسپی ہو تو اس کے متعلق طرح طرح کی عجیب و غریب روایتیں گھڑی جاتی تھیں جو اس کی تذکرہ کو دلچسپ بنانے کے لیئے ہر ایک محفل میں بطور نقل مجلس کے استعمال کیجاتی تھیں۔

اسمیں کچھ ایشیا ہی کی خصوصیت نہیں تھی بلکہ اہل یورپ کا بھی یہی حال تھا۔ ہومر کی ایلیڈ اور اڈیسہ جب بہت مقبول ہوئیں تو اس کی طرف ایسی ایسی روایتیں منسوب کیگئیں جنکو دیکھکر بعض مورخوں نے یہ لکھا کہ ہومر کوئی شخص نہیں گذرا اور یہ نام فرضی ہے۔

اسیطرح لیلی و مجنوں کے عشق کے قصے ہیں۔ جس نے محبت کا کوئی دلچسپ لطیفہ سوچا انھیں کی طرف منسوب کر دیا۔ ہندوستان میں خسرو اور بیربل ظرافت کے لیے نامزد ہو گئے ہیں۔ عوام نے ہزارہا لطیفے اُن کے نام سے گھڑ لیے ہیں۔

خواجہ حافظ جنکی غزل شاعرانہ کمال کی آخری حد اور انسانی طبیعت کیلیے ایک لطیف روحانی غذا ہے۔ اس کلیہ سے کیونکر مستثنیٰ رہ سکتے تھے ابتدا ہی سے ان کی شاعری انسانی فطرت سے بالاتر سمجھی گئی کسی نے انکو خضر کا شاگرد بتایا۔ کسی نے ملہم سمجھا کسی نے مجذوب صوفی کہا کسی نے رند۔ مے پرست اور عاشق مزاج ٹھہرایا۔ اور اسی قسم کی طرح طرح

کی روائتیں ان کی طرف منسوب کی گئیں۔ یہی مجلسوں میں بیان ہونے لگیں اور کتابوں میں لکھی جانے لگیں ان طلسمی حکایتوں کے مقابل میں ان کی زندگی کے اصل حالات اور واقعات کی طرف کسی نے بھی توجہ نہیں کی۔ اور زمانہ کی موجیں اپنے ساتھ ساتھ ان کو لیتی گئیں۔

خواجہ کے اندر دو کمال تھے یعنی ایک تو وہ بڑے بزرگ صوفی تھے دوسرے بہت بڑے شاعر۔ ان دونوں حیثیتوں سے بہت کچھ انکے متعلق لکھا جانا چاہیے تھا ہم نے جسوقت ان کا تذکرہ لکھنے کا ارادہ کیا تو شعراء کے تذکرے دیکھے۔ صوفیہ اور مشائخ کے حالات پڑھے بہت سی تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کیا مگر سوائے تھوڑے سے حالات اور چند خرافات حکایتوں کے اور کچھ نہ ملا۔

فارسی کی معمولی کتابیں جن میں خواجہ کے کچھ حالات مل سکے یہ ہیں۔

نفحات الانس۔ تذکرہ دولت شاہ سمرقندی۔ سفینۃ الاولیا۔ آتشکدہ۔ خزانۂ عامرہ۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ مفتاح التواریخ وغیرہ تاریخ فرشتہ اور تاریخ نادری۔ میں بھی کہیں کہیں بعض بعض قصے ضمناً آگئے ہیں۔

انگریزی میں جو تصنیفات فارسی ادب یا خود خواجہ کے متعلق ہوئی ہیں ان میں سے مندرجہ ذیل کتابیں ہم نے دیکھیں مسٹر براون کی "لٹریری ہسٹری آف پرشیا"۔ میڈم لوئسا کی "روزگارڈن آف پرشیا"۔ "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ گوراوسلی کے بایوگرفیکل نوٹس ان پرشین پوئیٹس"۔ کپتان کلارک کا دیوان حافظ کا ترجمہ۔ ولیم جونس کا ترجمہ بکنل کا ترجمہ انتخاب مگر ان میں بھی وہی قصے۔ وہی روائتیں کسیقدر زیادہ آب و تاب کے ساتھ مندرج

ہیں چنانچہ اسی زمانہ میں ہم نے سنا کہ ڈاکٹر گاٹھیل نے جو امریکا کی کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں "دی ورلڈس گریٹ کلاسس" کے سلسلہ میں فارسی ادب پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہی۔ بڑی جستجو سے اسکو حاصل کیا۔ اور خواجہ کے حالات پڑھنے شروع کیے مگر ہماوہی امتیاز کرنا مشکل ہو گیا کہ آیا یہ کتاب جس کو ہم پڑھ رہے ہیں کوئی تاریخ ہی یا ناول ہی۔

اسی اثنا میں ہمکو ایک گنج مخفی کا پتہ لگا یعنی دہلی کے نواب احمد سعید خاں صاحب نے مدرستہ العلوم علیگڈھ کو بہت سی کتابیں دیں ہیں جو کتب خانہ سے الگ محفوظ رکھی ہوئی ہیں۔ انمیں سے تین سو چالیس کتابیں جو زیادہ تر قلمی اور پرانے زمانہ کی لکھی ہوئی ہیں فارسی ادب اور تاریخ کے متعلق ہیں ہم نے اس بیش بہا ذخیرہ کو بھی چھان ڈالا۔ کئی ایک نئے تذکرے نئی تاریخیں ملیں لیکن ان معلومات میں جو خواجہ کے متعلق ہمکو پہلے سے حاصل تھیں کوئی قابل قدر اضافہ نہیں ہوا۔

ان تذکروں میں سے ایک تذکرہ خاص طور پر ذکر کے قابل ہی۔ اس کا نام ہی "تذکرہ پنڈت خوشگو" افسوس ہی کہ شروع اور آخر کے بہت سے ورق نہیں ہیں اسوجہ سے اس لائق پنڈت کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔

اسپر ۱۸۶۳ء کی ایک یادداشت لکھی ہوئی ہی کہ "گنجے نور علی تماکو فروش سے ۵ ا میں خرید کیا گیا۔ میرا خیال ہی کہ اسی تماکو فروش نے اس کے بیش قیمت ورقے پڑیوں میں صرف کیے ہونگے۔

تمام تذکرہ کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ پنڈت کا تخلص عشقی ہی اور وہ پٹنہ کا رہنے والا ہی۔ زندہ دل پنڈت اپنے آپکو خواجہ کا روحانی شاگرد سمجھتا ہی اس نے کسی شاعر کا حال

چار سطروں سے زیادہ میں نہیں لکھا ہی لیکن خواجہ کے حالات ایک جزو پر بھی تمام نہیں ہوے
وہ خواجہ کا نہایت عقیدت مند ہی اور عقیدت مندی اس کو بطور میراث کے ملی ہی اس نے
لکھا ہی کہ میرے دادا جو جہاں زیب بانو بیگم بنت شاہزادہ داراشکوہ کی سرکار میں
ملازم تھے ہر وقت دیوان حافظ بغل میں رکھتے تھے۔ اور میرے باپ جو اجمیر میں شاہی
توپخانے کے افسر تھے ہر شب جمعہ کو خواجہ کی نذر میں مسکینوں اور غریبوں کو کھانا کھلاتے تھے۔
تذکرہ نتائج الافکار مصنفہ مولانا قدرت اللہ بھی نہایت عمدہ اور جامع تذکرہ اسمیں ملا
الغرض جہاں تک ہمارے امکان میں تھا ہم نے جستجو میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر پھر
بھی ایسے معتدبہ حالات نہیں معلوم ہو سکے جو خواجہ کے مستقل تذکرہ لکھنے کی ہمت دلاتے۔
ابتدا ہی میں جب ہم نے اس کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا تھا ہمارے ایک کرم فرمانے اردو
کے موجودہ مصنفوں میں سے ایک ممتاز مصنف کا نام لیا اور کہا کہ وہ بھی خواجہ کا تذکرہ لکھنا چاہتے
تھے مگر اسی وجہ سے نہیں لکھا کہ کچھ حالات نہیں مل سکے اسوقت تو ہم نے یہ جواب دیا تھا ؎

کیا فرض ہی کہ سب کو ملے ایک سا جواب　　　آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

مگر حقیقت میں یہ سیر آسان نہیں ہی۔ ؏

کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

چوں کہ خواجہ کے ساتھ دن بدن دنیا کو زیادہ ذوق ہوتا جاتا ہی۔ اسلیے جو کچھ بھی حالات
مل سکے تھے دل نے اس کا چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اور گو ان کی زندگی کا کوئی بڑا کارنامہ یا کوئی
مفصل کیفیت نہیں معلوم ہوئی لیکن پھول نہیں تو پنکھڑی ہی ہی اسی کو غنیمت سمجھکر مرتب کر لیا

اور ناظرین کی خدمتمیں پیش کرنے کی جرارت کی۔

امید ہی کہ ناظرین اسمیں ہمارا زیادہ قصور نہ سمجھینگے۔ کیوں کہ ہم توگذشتہ مورخین کے پابند ہیں جو حالات انکے کتابوں میں ہمکو ملینگے وہی ہم آپ کی خدمت میں پیش کر سکینگے ہمارا تو یہ حال ہی ؎

در پس آیئنہ طوطی صفتم داشتہ اند — انچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

نام ونسب اور تعلیم

خواجہ کا لقب شمس الدین، نام محمد اور تخلص حافظ ہے
اِن کے آبا و اجداد مقام سرکان کے باشندے تھے جو شہر نہاوند کے قریب ہے،
انکے دادا شیراز میں آگئے تھے اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔
کسی تذکرہ سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ ان کا کیا نام تھا۔ البتہ اتنا پتہ لگا ہے کہ وہ بڑے نیک
تھے۔ تجارت ان کا پیشہ تھا اور شیراز میں انکی بڑی عزت اور وقعت تھی۔
خواجہ کے والد کا نام مولانا کمال الدین تھا جو علماء اور اہل کمال میں سے شمار کیے جاتے
تھے اور اپنی آبائی تجارت کی وجہ سے بہت دولت مند تھے۔
خواجہ کے ایک چچا بھی تھے جنکا نام سعدی تھا (یہ شیخ سعدی گلستان و بوستاں کے
مصنف نہیں ہیں) وہ ایک صوفی منش شاعر اور بڑے باکمال تھے۔
اس سے زیادہ خواجہ کے خاندانی حالات نہیں معلوم ہو سکے لیکن یہ تمام مورخ لکھتے ہیں
ان کا گھرانا علم و فضل اور خاندانی وجاہت کے لحاظ سے شیراز میں بہت معزز خیال کیا جاتا تھا۔
خواجہ کی پیدائش شیراز ہی مین ہوئی۔ سن ولادت کا ٹھیک پتہ کسی تاریخ سے نہیں چلتا
مگر یہ بات مسلم ہے کہ وہ آٹھویں صدی ہجری کی ابتدا میں پیدا ہوے۔
ان کی زندگی کے حالات پر نظر ڈالتے ہوے یہ تخمینہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی ولادت ۷۱۵ھ

میں ہوئی ہوگی کیونکہ جسوقت وہ تعلیم سے فارغ ہوے اور شیراز میں انکی علمی لیاقت کا شہرہ ہوا تو حاجی قوام الدین حسن وزیر نے ایک مدرسہ خاص انہیں کے لیے قائم کیا تاکہ اسمیں وہ طلباء کو فقہ و حدیث پڑہائیں۔ یہ مدرسہ ۷۴۵ھ میں قائم ہوا تھا۔ اس لیے یہ قیاس کیا جاسکتا ہی کہ ایسی لیاقت اور شہرت پیدا کرنے کے لیے جو ایک مدرسہ قائم کرنیکی سفارش کرے کم سے کم تیس سال کی عمر ہونی چاہیے۔

خواجہ چونکہ ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوے تھے جس میں علم و فضل موجود تھا اسلیے بچپن ہی سے تحصیل علم میں لگائے گئے پہلے انھوں نے قران حفظ کیا اور اسی وقت سے حافظ کہے جانے لگے یہ لقب انکو اتنا پسند ہوا کہ یہی انھوں نے اپنا تخلص بھی رکھا۔

بعض لوگوں کا خیال ہی کہ خواجہ کا محض تخلص ہی حافظ تھا اور وہ دراصل حافظ قران نہ تھے مگر ہمکو اس خیال پر تعجب آتا ہی۔ ہر زمانہ میں لاکھوں مسلمان بچے قران حفظ کرتے ہیں۔ خواجہ کے حفظ قران سے انکار کرنیکی کیا وجہ ہی علاوہ بریں اس زمانہ میں شیراز ایک ایسا مقام تھا جہاں تمام اسلامی دنیا سے زیادہ قران خوانی کا چرچا تھا۔ ابن بطوطہ آٹھویں صدی ہجری کا مشہور سیاح جو حافظ ہی کے زمانہ میں پہلی بار ۷۲۷ھ اور دوسری بار ۷۴۸ھ میں شیراز میں گیا ہی اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہی کہ "جس ذوق شوق اور خوش الحانی کے ساتھ شیراز کے لوگ قران پڑہتے ہیں ایسا تمام دنیا میں کہیں میں نے نہیں سنا" اس عام ذوق شوق کا یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ وہاں کے بچوں کو زیادہ تر قران حفظ کرایا جاتا ہوگا۔ ایسی حالت میں حافظ جو ایک علم پرست خاندان کے بچے تھے کیونکر اس سے محروم رہتے۔ خود انکے دیوان میں جا بجا بہت سے

ایسے اشعار موجود ہیں جنسے انکے حافظ قران ہونیکا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً ایک غزل میں کہتے ہیں

لے چنگ فرو بردہ بخون دل حافظ   فکرت مگر از عزت قران خدا نیست

ظالم! تو نے حافظ کے خون دل میں ہاتھ ڈبو رکھا ہے شاید کلام الٰہی کی عزت کا تجھے کچھ خیال نہیں ہے

دوسری غزل میں ایک شعر ہے۔

ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ   بقرآنیکہ اندر سینہ داری

حافظ میں نے تیرے شعروں سے اچھے کسیکے شعر نہیں دیکھے اس قران کی قسم ہے جو تیرے سینہ میں ہے

یہی نہیں کہ وہ معمولی حافظ تھے بلکہ تمام قراءتوں سے بھی واقف تھے اور اپنی قران دانی پر انکو ناز تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں

عشقت رسد بفریاد گر خود بسان حافظ   قراں زبر خوانی با چاردہ روایت

عشق تری فریاد رسی کرے اگر تو بھی حافظ کی طرح قران کو چودھوں قراءتوں کے ساتھ ازبر پڑھے

حفظ قران کے بعد خواجہ نے مولانا شمس الدین محمد عبد اللہ شیرازی کے حلقہ درس میں جو کہ بڑے مشہور فقیہ اور مفسر تھے اور دور دور سے لوگ انکے یہاں پڑھنے کیلیے آتے تھے تفسیر اور فقہ پڑھی

مولانا شمس الدین محمد حافظ کی ذہانت پر اسقدر فریفتہ تھے کہ انکو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ انھوں نے اپنا لقب شمس الدین انکو عطا کر دیا۔

بعض مورخ لکھتے ہیں کہ خواجہ نے علامہ سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ سے جو کہ تیموری علماء میں سے ہیں منطق کی کتابیں پڑھیں لیکن یہ غلط ہے کیوں کہ علامہ سید شریف

سنہ ۷۳۰ھ میں پیدا ہوئے جسکے پانچ ہی سال بعد خواجہ مسند درس پر بیٹھے جو زمانہ خواجہ کے بڑھاپے کا ہے وہ انکی جوانی کا ہے مگر یہ کیونکر یقین کیا جائے کہ خواجہ نے انکی شاگردی کی ہوگی خواجہ شروع ہی سے ذہین فطین اور طباع تھے اسوجہ سے علوم عقلیہ مثلاً منطق فلسفہ اور فقہ سے انکو بہت دلچسپی تھی اور ساتھ ہی علم ادب سے بھی انکو بہت ذوق تھا۔ زیادہ تر شعراء جاہلیت کے دواوین کی جستجو میں رہتے تھے سکاکی کی کتاب **مفتاح** جو معانی وبیان میں ہے اکثر اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے۔

مگر انکے تمام علمی ذوق کا مرکز دراصل قران تھا کیونکہ علوم قرانیہ کے ساتھ ان کو شغف تھا۔ اور اکثر وہ تفسیروں کا ہی درس دیا کرتے تھے۔ **کشاف**۔ جو قران کی ایک معرکتہ الارا تفسیر ہے اور علامہ **زمخشری** معتزلی کی تصنیف ہے انکو تمام تفسیروں سے زیادہ مرغوب تھی۔ چنانچہ انھوں نے ایک حاشیہ بھی اسپر عربی زبان میں لکھا ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ معقول ومنقول پر بھی حاوی تھے اور معتزلہ کے عقلی مباحث کو دلچسپی کی نظر سے دیکھتے تھے

اگرچہ خواجہ کے زمانہ سے تقریباً ایک صدی پہلے تاتاری حملہ نے اسلامی جاہ وجلال کو اپنی خوں فشاں موجوں میں غرق کر دیا تھا مگر خدا کی قدرت کے عجیب کرشمے ہوتے ہیں وہی حملہ آور کچھ مدت کے بعد مسلمان ہو گئے جس کی وجہ سے اسلام کی خشک رگوں میں پھر ایک تازہ خون دوڑ گیا۔ اور علوم اسلامیہ کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ پھر روشن ہو گئے۔

خواجہ کے زمانہ میں تاتاری خاندان کا آخری بادشاہ **ابوسعید خاں** بغداد کے تخت پر رونق افروز تھا۔ جو بہت بڑا عادل پرہیزگار اور علم پرست تھا اسکے زمانہ میں شیراز کے مردم خیز خطہ میں جہاں ہمیشہ سے بڑے بڑے علماء و فضلاء پیدا ہوتے چلے آئے تھے ایک جماعت اہل کمال کی موجود تھی۔ جن کی نظیر اس صدی میں تمام دنیائے اسلام میں مشکل سے مل سکتی ہے مثلاً۔ **قاضی مجدالدین اسمٰعیل قاضی عضد مولانا بہاءالدین** وغیرہ جنکی تصنیفات اور کارنامے قیامت تک مقبول اور یادگار رہینگے

خواجہ نے انہیں اہل کمال بزرگوں کی صحبت کا فیضان حاصل کیا تھا۔ اسوجہ سے انکے اندر علم کا صحیح مذاق پیدا ہوگیا اور انکی استعداد اور لیاقت کا شہرہ ہونے لگا۔

حاجی قوام الدین حسن نے جو **شاہ ابواسحاق** والی شیراز کے وزیر اور بہت بڑے علم دوست تھے خواجہ کی استعداد کو دیکھکر انکے لیے ایک مدرسہ قائم کیا تاکہ وہ فقہ اور تفسیر کا درس دیں

شاعری کی ابتدا

فارس اور خاصکر شیراز میں شاعری کا مذاق عام تھا۔ بادشاہ اور فقیر۔ عالم اور جاہل۔ بڈھا۔ اور جوان غرض ہر شخص کچھ نہ کچھ اس کا چسکا رکھتا تھا۔ خواجہ جنکو فطرتاً چلبلی اور شاعرانہ طبیعت ملی تھی اس سے کیونکر الگ رہسکتے تھے بچپن ہی سے انکو بھی اسکا شوق دامنگیر ہوا۔

خواجو[1] کرمانی جو نہایت لطیف و ظریف شاعر اور صوفی منش آدمی تھا اس زمانہ میں شیراز ہی میں تھا۔ خواجہ اکثر اس کی صحبت میں بیٹھتے اور شاعرانہ رموز و نکات اس سے حل کرتے۔

علاوہ بریں خود انکے چچا سعدی بہت اچھے شاعر تھے اور انکے جلسوں میں اکثر شعر و شاعری کے تذکرے رہتے تھے۔

بچپن ہی کے زمانے کا قصہ ہی کہ انکے چچا سعدی ایک مکان میں بیٹھے ہوے کوئی صوفیانہ غزل لکھنی چاہتے تھے ابھی انھوں نے ایک ہی مصرعہ لکھا تھا کہ کسی ضرورت سے انکو باہر جانا پڑا۔ کاغذ وہیں چھوڑ گئے خواجہ نے ایک مصرعہ لکھا ہوا دیکھکر اسپر دوسرا مصرعہ لگا کر شعر پورا کردیا۔ سعدی جب باہر سے آئے تو پورا شعر لکھا ہوا دیکھکر حیرت میں ہو گئے اور خواجہ سے پوچھا کہ کیا تم نے دوسرا مصرعہ لگایا ہی۔ انھوں نے کہا ہاں۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوے اور کہا کہ اچھا تمہیں اس غزل کو پوری کردو۔ خواجہ نے تھوڑی دیر میں غزل پوری کردی۔ اور ایسی اچھی کہی کہ سعدی اس کو دیکھکر متحیر ہو گئے اور وجد میں آگئے۔ پھر خواجہ سے کہا جا! تو ایسا شاعر ہوگا کہ جو تیرے اشعار سنیگا وہ مجذوب اور مخبوط الحواس ہو جائیگا۔ کپتان کلارک کہتے ہیں کہ

---

[1] خواجو کرمانی شاہ ابو اسحاق کے عہد میں شیراز میں آیا تھا۔ خواجہ علاء الدولہ سمنانی رح کا مرید ہوا۔ صوفی آباد کی خانقاہ میں جو شیراز میں واقع ہی بہت دنوں تک ریاضت اور مجاہدہ کرتا رہا۔ ۷۵۳ھ میں شاہ ابو اسحاق کے بیٹے کا ختنہ تھا اس میں تہنیت نامہ لکھکر پیش کیا۔ شاہ نے اشرفیوں سے بھرا ہوا ایک طبق صلہ میں عطا کیا دیکھتے ہی خوشی سے مر گیا قبر شیراز ہی میں ہی۔ ایک دیوان یادگار رہی۔

قسطنطنیہ شیعہ ترک اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ سعدی کی دعا کا اثر خواجہ کے کلام میں ہے۔ کہ جو اسکو پڑھتا ہی بیخود اور مجذوب ہو جاتا ہی۔

بعض تذکرہ نویس خواجہ کی شاعری کے متعلق یہ عجیب و غریب حکایت لکھتے ہیں کہ شیراز سے چار میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہی جس کا نام پیر سبز ہی۔ وہ ایک پہاڑ کے ٹیلے پر واقع ہی جو باباکوہی کے نام سے مشہور ہی فارس میں یہ مشہور تھا کہ جو شخص اس مقام پر ایک چلہ کھینچے حضرت خضرؑ اسکو آب حیات پلا دیتے ہیں اور وہ اعلی درجہ کا شاعر ہو جاتا ہی۔ خواجہ نے بھی اسی ارادہ سے چلہ کشی شروع کی۔ روزانہ رات کے پچھلے پہر وہاں جاتے۔ ورود اور وظیفہ پڑھتے۔ اسی زمانہ میں انکو ایک بازاری عورت **شاخ نبات** نامی سے عشق ہو گیا تھا۔ اتفاق سے ایکدن رات کو اس کے کوچہ میں چلے گیے۔ اور وہی چلہ کی چالیسویں رات تھی شاخ نبات کہاں تو کبھی التفات ہی نہیں کرتی تھی اور کہاں آج بڑی لگاوٹ کی باتیں شروع کیں خواجہ کو بھی اس کی باتوں میں کچھ ایسی دلچسپی ہوئی اور ایسے محو ہوے کہ چلہ کا خیال ہی دل سے جاتا رہا جب رات زیادہ گذر گئی تو یکایک خیال آیا گھبرا کر اٹھے۔ اُسنے ہر چند روکنے کی کوشش کی لیکن انھوں نے ایک نہ سنی اور پیر سبز پہونچکر حسب معمول وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ ان کی اس مستعدی پر خدا کو رحم آیا۔ حضرت خضرؑ نمودار ہوے اور انھوں نے آب حیات کا پیالہ پلا دیا اسیدن سے اُنکو ایک غیر فانی شاعری ملگئی صبح کو حسب حال یہ غزل لکھی۔

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند ۔ وندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند

بیخود از شعشعۂ پرتو ذاتم کردند ۔ بادہ از جام تجلی بصفاتم دادند

چہ مبارک سحرے بود و چہ فرخندہ شبے ۔ آں شب قدر کہ ایں تازہ براتم دادند

چوں من از عشق رخش بیخود و حیراں گشتم ۔ خبر از واقعۂ لات و مناتم دادند

من اگر کام روا گشتم و خوشدل چہ عجب ۔ مستحق بودم و اینہا بزکواتم دادند

بعد ازیں روے من و آئینۂ حسن نگار ۔ کہ در انجا خبر از جلوۂ ذاتم دادند

کیمیا ئیست عجب بندگی پیر مغاں ۔ خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

ہاتف آں روز بمن مژدۂ ایں دولت داد ۔ کہ بیا زار غمت صبر و ثباتم دادند

ایں ہمہ شہد و شکر کز سخنم میریزد ۔ اجر صبر یست کزاں شاخ نباتم دادند

ہمت حافظ و انفاس سحر خیزاں بود
کہ زبند غم ایام نجاتم دادند

اس غزل کا یہ شعر

ایں ہمہ شہد و شکر کز سخنم میریزد ۔ اجر صبر یست کزاں شاخ نباتم دادند

اس واقعہ کی شہادت میں پیش کیا جاتا ہی اور اُس کے یہ معنی بیان کیے جاتے ہیں کہ

"یہ تمام شہد و شکر جو میرے کلام سے ٹپکتا ہی اس صبر کا بدلہ ہی جو شاخ نبات کی طرف سے مجکو عطا ہوا"

گذشتہ زمانہ کی تواریخ میں اس قسم کے واقعات گو خرافات ہی سہی لیکن ان سے اس شخص کی عظمت ضرور ثابت ہوتی ہی جس کے متعلق یہ بیان کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ

اس حکایت سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ خواجہ کی شاعری کو عام طور پر لوگ انسانی فطرت سے بالاتر سمجھتے تھے اسلیئے یہ حکایت وضع کیگئی جس میں یہ دکھلایا گیا کہ انکی شاعری کسبی نہ تھی بلکہ خداداد تھی۔

اصلیت یہ ہے کہ یہ بے نظیر صوفیانہ غزل جیسا کہ خود اسمیں غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے خواجہ نے اس موقع پر لکھی ہے جبکہ انکو شرح صدر حاصل ہوا ہے اور انکا سینہ عرفان کے اسرار سے لبریز کردیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا شعر جو اس حکایت کے ثبوت میں نقل کیا گیا ہے اس کے وہ معنی نہیں ہیں جو لوگوں نے سمجھے ہیں۔ شاخ نبات دراصل دادند کا مفعول ہے اور شعر کے صحیح معنی یہ ہیں۔

"یہ تمام شہد و شکر جو میرے کلام سے ٹپکتا ہے اسی صبر کا بدلا ہے جس سے یہ نے شکر (کلک قلم) مجکو خدا نے عطا کیا"

"اسی صبر" کا اشارہ اس صبر کی طرف ہے جو اس سے اوپر کے شعر میں ہے یعنی۔

ہاتف آں روز بمن مژدۂ ایں دولت داد که بباز اعمت صبر و ثبات تم دادند

اور شاخ نبات کے معنی نے شکر کے ہیں جس سے کلک قلم مراد ہے۔

خود خواجہ نے اپنے دیوان میں جا بجا شاخ نبات اپنے قلم ہی کو لکھا ہے ایک جگہ کہتے ہیں۔

کلک حافظ شکریں شاخ نباتیست بچیں که دریں باغ نہ بینی ثمرے بہتر ازیں

حافظ کا قلم ایک شیریں نے شکر ہے۔ اس باغ میں اس سے بہتر کوئی اور میوہ تمکو نظر نہ آئیگا

دوسرا شعر یہ۔

حافظ چہ طرفہ شاخ نباتیست کلک تو　　　کش میوہ دلپذیر تراز شہد شکر ست

حافظ تیرا قلم نہایت ہی عمدہ نے شکر ہے کہ جس کا میوہ شہد و شکر سے بھی زیادہ دلپسند ہے

اصلیت یہ معلوم ہوتی ہو کہ اس قصہ کا گھڑنے والا اس شعر میں شاخ نبات کے معنی سمجھ نہ سکا اس نے فوراً اسکو ایک بازاری معشوقہ کا نام قرار دیکر یہ حکایت چست کردی عوام کی عجائب پرستی نے اسکو اتنا فروغ دیا کہ لغت کی کتابوں میں بھی اب شاخ نبات کے معنی "ایک شیرازی معشوقہ" کے لکھے جانے لگے۔

حالانکہ شاعر کا مطلب یہ ہو کہ میرا قلم مثل ایک نے شکر کے ہی جس سے شہد و شکر یعنی عشق حقیقی کے رموز اور معرفت کے اسرار بھرے ہوے شیریں اشعار اسطرح ٹپکتے ہیں جسطرح شاخ سے میٹھے پھل ٹپکتے ہوں اور یہ عشق الٰہی میں صبر کرنے کا اجر ہی جو خدا نے مجکو عطا فرمایا ہی۔

خواجہ گو کہ بہت بڑے عالم اور فقیہ صالح اور زاہد تھے۔ اور انکا تمام وقت علمی مشغولیت اور عبادت و ریاضت میں صرف ہوتا تھا مگر باوجود اس کے انکی طبیعت میں چونکہ فطرت نے بے نظیر شاعرانہ طاقت ودیعت رکھی تھی اسلیے وہ نچلا نہیں بیٹھنے دیتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس زمانہ میں شاعرانہ مذاق فارس کی آب و ہوا میں رچا ہوا تھا۔ خاصکر شیراز میں جہاں کہ تھوڑی مدت پہلے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اپنی بے مثل غزلوں سے جو عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کا پہلو لیے ہوے تھیں شاعری کا ایک

نیا باب کھولکر طبیعتونکو اور اکسا دیا تھا۔ اور عام ولولہ اور جوش لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا تھا بہت سے لوگ جو اپنی ثقاہت اور متانت کی وجہ سے ابتک شاعری سے پرہیز کرتے تھے انکے سر بھی شیخ کی غزلوں کے سامنے جھک گئے۔ بڑے بڑے زاہد عابد اور اہل دل بھی ہمیں عشق حقیقی کا چٹخارا دیکھکر اسپر ٹوٹ پڑے۔ اور شاعری بلا تکلف ان محفلوں میں بھی بار پاگئی جہاں ابتک اس کی رسائی نہ ہو سکی تھی۔ اور علماء اور صلحاء بھی بطور تفنن طبع کے شاعری میں طبع آزمائی کرنے لگے اس لیے باین علم و زہد و صلاح و تقوے خواجہ کا شاعری کی طرف توجہ کرنا جو اُن کے مرتبہ کے لحاظ سے بہت ادنٰے اور پست تھی عام لحاظ سے کوئی ننگ و عار کی بات نہ تھی۔ چنانچہ انھوں نے بھی وہی شیخ کی روش اختیار کی۔ اور عشق مجازی کے جام مضامین میں عشق حقیقی کی شراب پلانی شروع کی جو ان سے پہلے شیخ پلا گیا تھا۔ مگر یہ اسقدر تند اور تیز تھی کہ ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ اس سے ایسے بیخود ہوے کہ انکو پھر کسیکی خبر نہ ہوئی۔ مقدس محفلوں خانقاہوں امراء اور وزراء کی مجلسوں۔ بازاروں اور شاہراہوں میں غرض ہر جگہ اسی مے دو آتشہ کا دور چلنے لگا اور چاروں طرف حافظ شیرازی کی غزل کا نغمہ گونج اُٹھا۔ ؎

فگند زمزمۂ شوق در عراق و حجاز — نوائے بانگ غزلہائے حافظ شیراز

خواجہ کی شاعری تصنع اور بناوٹ سے پاک ہے وہ اُن شعراء کی طرح نہیں تھے جنکا پیشہ ہی شاعری ہو نہ وہ مصنوعی جذبہ پیدا کرتے تھے اور نہ بناوٹی شاعری کرتے تھے بلکہ ان کی شاعری تفنن طبع کے طور پر تھی۔ اور وہ درویشانہ اور عالمانہ زندگی رکھتے تھے۔

جب کوئی موقع ایسا آجاتا تھا کہ ان کی شاعری کے جذبہ کو تحریک ہو تو وہ بے ساختہ غزل کہدیتے تھے ۔ انکی ایک ایک غزل ایک ایک تاریخی واقعہ اپنے ساتھ رکھتی ہے کسی میں وہ کسی دوست کی وفات پر روتے ہیں کسی میں کسی کا خیر مقدم کرتے ہیں ۔

شاہی دربار کا ذکر ہو تو غزل میں خانقاہ کے حلقہ کا ذکر ہو تو غزل میں غزل ہی میں مدح کرتے ہیں اور غزل ہی میں رثیہ لکھتے ہیں ۔

الغرض سوائے غزل کے جو طبیعت کے اصلی اپج سے ہوتی ہے قصیدہ وغیرہ جنمیں مصنوعی خیالات ہوتے ہیں انھوں نے کبھی نہین کہا دولت شاہ سمرقندی لکھتا ہے ،، اور اباصناف سخنوری التفاتے نیست الا بغزلیات ،، یعنی حافظ سوائے غزل کے اور اصناف شاعری کی طرف توجہ نہیں رکھتے تھے لطف علیخاں آتشکدہ میں لکھتا ہے ،، از فنون شعر میل کلی بغزل سرائی داشت ،، یعنی انکی ساری توجہ غزل گوئی ہی کی طرف تھی جہاں کوئی لطیف شاعرانہ بات نظر پڑ گئی اُسپر غزل لکھدی ۔

ایک دفعہ حاجی قوام الدین کے یہاں دعوت تھی ۔ گرمی کا موسم تھا پائیں باغ میں تخت بچھا ہوا تھا اس پر کھانا کھا رہے تھے پانی کے کٹورہ میں نیلے آسمان اور تیسری یا چوتھی رات کو چاند کا عکس نظر پڑا اسوقت یہ منظر بہت دلفریب معلوم ہوا اور فوراً یہ شعر موزون کیا ۔

دریائے اخضر فلک و کشتی ہلال ہستند غرق نعمت حاجی قوام ما

اس مناسب موقع شعر کو سنکر لوگ پھڑک اُٹھے اسی پر یہ غزل پوری کی ۔

ساقی بنور بادہ برافروز جام ما — مطرب بگو کہ کار جہاں شد بکام ما
ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم — اے بیخبر ز لذت شرب مدام ما
چنداں بود کرشمۂ و ناز سہی قداں — کاید بجلوہ سرو صنوبر خرام ما
مستی بچشم شاہد دلبند ما خوش است — زانرو سپردہ اند بمستی زمام ما
ترسم کہ صرفۂ نبرد روز بازخواست — نان حلال شیخ ز آب حرام ما
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما
دریائے اخضر فلک و کشتی ہلال — ہستند غرق نعمت حاجی قوام ما

حافظ ز دیدہ دانۂ اشکے ہمی فشاں
باشد کہ مرغ وصل کند قصد دام ما

بڑی بڑی لاجواب غزلیں بے تکلف دم کی دم میں کہدیتے تھے۔ سلطان غیاث الدین والی بنگالہ نے جس کا قصہ آگے آئیگا جب انکی طلبی کیلیے اپنے خاص غلام یاقوت کو شیراز بھیجا تو رات کو جس وقت سلطان کا خط انکو ملا اسیوقت انھوں نے سلطان کیلیے ایک بے مثل غزل لکھکر دیدی چنانچہ اسی میں کا یہ شعر ہے۔

طے مکان ببیں و زمان سلوک شعر — کیں طفل یکشبہ رہ یکسالہ میرود

شعر کی رفتار کا زمانہ اور اتنی بڑی مسافت کا طے کرنا دیکھو۔ کہ یہ ایک رات کا بچہ ایک سال کی راستہ کی مسافت جا رہا ہے

امراء اور سلاطین کا دربار

خواجہ کی تمام زندگی کا زمانہ فارس اور خاصکر شیراز کے لیے ایک نہایت پر آشوب زمانہ تھا۔ اس عہد میں بڑے بڑے عظیم الشان انقلابات واقع ہوے۔ خواجہ کی ۷۰-۸۰ سال کی زندگی میں شیراز میں سات بادشاہ ہوے اور اکثر اپنیں باہم سخت خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ سلطان مظفر کے بیٹے ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ خانہ جنگی ہی میں مصروف رہے اور اسی میں انھوں نے سلطنت ہی کھودی۔ سب سے آخر میں تیموری حملہ شیراز پر ہوا جو ایک قیامت کا نمونہ تھا۔

ان بیدردیوں اور ہولناک خونریزیونکو انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا انقلابات زمانہ کے بڑے بڑے منظر انکی نگاہ سے گذرے۔ انھوں نے دیکھا کہ آج دنیا جس سر پر تاج رکھتی ہی کل اسیکو خاک و خون میں پامال کر ڈالتی ہی۔ اسوجہ سے اس کے چندروزہ جاہ وجلال سے سخت نفرت ہوگئی اور انھوں نے کنج خلوت میں اطمینان کے ساتھ ایک گھڑی گذار دینے کو تمام عمر کی بادشاہی پر جسمیں ہزاروں جھگڑے ہوتے ہیں ترجیح دی اور پکار اٹھے۔

بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے — بہ ازانکہ چتر شاہی ہمہ عمر داے وہوئے

اطمینان کے ساتھ کسی حسین کو ایک وقت ایک نظر دیکھنا اس سے بہتر ہی کہ تمام عمر سر پر چتر شاہی ہو اور سینکڑوں بکھیڑے ہوں

خواجہ نے ہرچند ان ناگوار حادثات کا اثر جن سے یقیناً وہ متاثر ہوئے ہوں گے اپنے کلام میں نہیں آنے دیا۔ اور اپنی اصلی شاعرانہ خوشی کے آب حیات میں اس زہر کے چھینٹے نہیں پڑنے دیئے لیکن آخر انسان تھے کہاں تک ضبط کرتے ایک غزل میں رو ہی پڑے

این چہ شوریست کہ در دور قمرے بینم | ہمہ آفاق پر از فتنہ و شرے بینم
ہر کسے روز بہی میطلبد زین ایام | مشکل آنست کہ ہر روز بترے بینم
ابلہاں را ہمہ شربت زگلاب و قند است | قوت دانا ہمہ از خون جگرے بینم
اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں | طوق زریں ہمہ در گردن خرے بینم
دختران را ہمہ جنگست و جدل با مادر | پسران را ہمہ بدخواہ پدرے بینم
ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد | ہیچ شفقت نہ پدر را بہ پسرے بینم

پند حافظ بشنو خواجہ برو نیکی کن
کہ من این پند بہ از دُرّ و گہرے بینم

خواجہ ایک نہایت ملنسار اور خوش خلق انسان تھے۔ امیر و غریب ادنےٰ اعلیٰ سب سے ملتے تھے۔ اور ہر طبقہ میں وہ ہردلعزیز تھے فقیروں کے حلقہ کے چراغ تھے اور بادشاہوں کی بزم کے شمع۔ وہ ان تمام شاہان شیراز کے دربار میں آمد و رفت رکھتے تھے مگر درباروں میں ان کا اعزاز ایک مقدس بزرگ اور ممتاز عالم کی حیثیت سے تھا نہ کہ شاعر کی حیثیت سے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے کسی امیر یا وزیر کی شان میں کبھی

کوئی قصیدہ نہیں لکھا جو شعراء کا خاصہ خیال کیا جاتا ہے اور جس سے شیخ سعدی جیسے بزرگ تارک الدنیا بھی نہیں بچ سکے۔ انھوں نے بہت کیا تو یہ کیا کہ کسی غزل میں ایک دو شعر کسی کی تعریف میں بڑھا دیے اور اس کا نام لیدیا اس سے زیادہ نہیں۔

ان کے ابتدائی زمانہ میں سلطان ابوسعید خاں بادشاہ تھا تمام عراق و فارس اسکے قبضہ میں تھا۔ اس کے زمانہ میں اسکی طرف سے **شیخ حسین** پسر امیر الامراء چوپان شیراز کا والی تھا۔ اہل شیراز عام طور پر اس سے ناراض تھے ۷۳۶ھ میں جب سلطان ابوسعید خاں نے وفات پائی اور بوجہ اس کے کہ اس کے کوئی بیٹا نہ تھا۔ اطراف ممالک میں جس کا جہاں بس چلا اس نے قبضہ کر لیا۔ اور ایک سلطنت کی گیارہ سلطنتیں ہوگئیں تو شیخ حسین اپنی جان کی خوف سے شیراز سے بھاگ گیا **شیخ ابواسحاق** نے جو سابق والی شیراز **محمد شاہ** اینجو کا بیٹا تھا موقع پاکر شیراز اور صفہان پر مستقل اپنی حکومت قائم کر لی۔

ابواسحاق شاہ ابواسحاق کا عہد شیراز والوں کے لیے امن و عیش کا زمانہ تھا ملک میں خوشحالی اور رفاہیت تھی خواجہ اس کے دربار میں آمد و رفت رکھتے تھے اور وہ ان کا بہت قدردان تھا۔

شاہ ابواسحاق میں اگرچہ تمام خوبیاں تھیں مگر وہ آرام پسند تھا۔ ۷۵۴ھ میں امیر مبارز الدین **مظفر**[1] نے اسکو غافل پاکر شیراز پر حملہ کر دیا۔

---

[1] امیر مظفر کا باپ محمد شاہ خراسان کا ایک معمولی باشندہ تھا۔ سلطان محمد خدابندہ کے زمانہ میں اسکو کچھ عروج ہوگیا اور

دولت شاہ سمرقندی لکھتا ہی کہ امیر مظفر جب فوج لیکر شیراز کے ارادہ سے چلا تو شاہ ابو اسحاق کے وزیروں نے اس سے کہنا شروع کیا کہ اب ہمکو بھی لڑائی کی تیاری کرنا چاہیے وہ اس بات سے کبیدہ ہوتا تھا آخر اس نے منع کردیا کہ اب جو میرے سامنے اس قسم کی بات کہیگا میں اُسکو سزا دونگا یہاں تک کہ امیر مظفر کی فوجیں شیراز کے گرد آگئیں لیکن کسکی مجال تھی کہ بادشاہ کو خبر کرے آخر امین الدین جھرمی نے جو بادشاہ کا خاص ہمنشین تھا کہا کہ آجکل بہار کا موسم ہی چاروں طرف میدان اور پہاڑ سرخ و سبز ہو رہے ہیں حضور بالاخانہ پر تشریف لے چلیں اور ملاحظہ فرمائیں جب شاہ بالاخانہ پر آیا تو شہر کے چاروں طرف لشکر کو دیکھا پوچھا کہ یہ کیا ہی ایک وزیر نے کہا کہ مظفر شیراز کو فتح کرنیکے لیے آیا ہی بادشاہ نے کہا کہ عجب احمق ہی جو بہار کے موسم کو اسطرح رائگاں کھو رہا ہے اور یہ شعر پڑھکر نیچے اتر آیا۔ ؎

بیا تا یک امشب تماشا کنیم　　چو فردا رسد کار فردا کنیم

آؤ آج کی رات تو مزے میں گذاریں کل کا کام کل دیکھا جائیگا۔

دولت شاہ کہیں کہیں اس قسم کے قصے بھی لکھدیتا ہی جو سادہ لوحوں کو دلچسپ معلوم ہوں حقیقت یہ ہی کہ شاہ ابو اسحاق اور مظفر میں ابتدا ہی سے لڑائیاں ہوتی چلی آتی تھیں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴) وہ شہر مراغہ میں ایک معزز عہدے پر مقرر کیا گیا وہاں اپنی عقلمندی اور شجاعت سے اسنے کارہائے نمایاں انجام دیے جنکے صلہ میں اسکو امارت کا درجہ عطا ہوا سلطان ابو سعید خاں کے عہد میں اسکا انتقال ہوگیا سلطان نے اسکے بعد مظفر کو امارت عطا فرمائی جب سلطان کے مرنیکے بعد طوائف الملوکی پھیلی تو امیر مظفر نے یزد میں اپنی سلطنت قائم کرلی شاہ ابو اسحاق نے اسکو کمزور پاکر یزد بھی اس سے چھین لیا مگر اس نے ایسی جمعیت فراہم کی کہ ابو اسحاق کو شکست دی اور شیراز سے تبریز تک اپنی حکومت قائم کرلی

اور ہمیشہ ابو اسحاق کو فتح ہوتی تھی کیونکہ اسکے پاس فوج بہت زیادہ تھی لیکن اس حملہ میں بازی پلٹ گئی ۔ شاہ ابو اسحاق گو بڑی جرارت سے لڑا لیکن امیر مظفر نے اسکو شکست دیدی اور آخر میدان چھوڑکر اصفہان بھاگا ۔ وہاں ۴ - ۵ سال تک رہا اور پھر امیر مظفر کے حکم سے قتل کر دیا گیا ۔

خواجہ اپنے اس قدر دان کے مرنے پر اس غزل میں روتے ہیں ۔

یاد باد آنکہ سر کوے توام منزل بود ۔۔۔ دیدہ را روشنی از نور رخت حاصل بود

راست چوں سوسن و گل از اثر صحبت پاک ۔۔۔ بر زباں بود مرا آنچہ ترا در دل بود

در دلم بود کہ بے دوست نباشم ہرگز ۔۔۔ چہ تواں کرد کہ سعی من و دل باطل بود

راستی خاتم فیروزۂ بو اسحاقی[1] ۔۔۔ خوش درخشید و لے دولت مستعجل بود

دیدی آں قہقہۂ کبک خراماں حافظ

کہ ز سر پنجۂ شاہین قضا غافل بود

حاجی قوام حاجی قوام الدین حسن طغچی خواجہ کے سب سے پہلے مربی و رخاص سرپرست تھے انھوں نے انکے لیے مدرسہ قائم کیا تھا ۔ خواجہ نے بہت سی غزلوں میں حاجی صاحب موصوف کا نام لیا ہے حتی کہ جس غزل میں انھوں نے اپنی خیالی زندگی کی تصویر کھینچی ہے اسمیں بھی حاجی قوام کو نہیں بھولے ہیں ۔ کہتے ہیں ۔

عشق بازی و جوانی و شراب لعل فام ۔۔۔ مجلس انس و حریف ہمدم و شرب مدام

---

[1] شاہ ابو اسحاق کے نام سے بو اسحاقی فیروزہ کی ایک کان کا نام رکھا گیا تھا ۔

ساقیِ شکر دہان و مطرب شیریں سخن | ہم نشین نیک کردار و ندیم نیک نام
شاہدے در لطف پاکے ہمچوں آبِ زندگی | دلبرے در حسن و خوبی غیرتِ ماہ تمام
غمزۂ ساقی بیغمائے خرد آہیختہ تیغ | زلفِ جاناں از برائے صیدِ دل گسترده دام
بادہا گلرنگ و تلخ و تیز و خوشخوار و سبک | نقلے از لعل نگار و نقلے از یاقوت جام
بزمگاہے دلنشیں چوں قصرِ فردوس بریں | گلشنے پیرامنش چوں روضۂ دار السلام
صف نشیناں نیک خواہ و پیشکاراں با ادب | دوستداراں صاحب اسرار و حریفاں دوستکام
نکتہ سنجے بذلہ گو چوں حافظِ شیریں سخن | بخشش آموز و جہاں افروز چوں حاجی قوام

ہر کہ ایں صحبت نہ جوید خوشدلی از وے مجوے
وانکہ ایں عشرت نخواہد زندگی بر وے حرام

بعض لوگوں نے جن میں کپتان کلارک بھی ہیں غلط فہمی سے حاجی قوام اور خواجہ قوام الدین عیار کو کہ وہ بھی حافظ کے مربیوں میں سے تھے ایک ہی شخص خیال کر لیا ہے حالانکہ دونوں شخص تھے حاجی قوام شاہ ابو اسحاق کے وزیر خزانہ تھے انھوں نے ۷۵۴ھ میں وفات پائی۔ اور خواجہ قوام شاہ شجاع کے وزیر تھے جنکا ذکر آگے آئیگا۔

امیر مظفر۔ امیر مبارز الدین محمد مظفر ایک سپاہی منش اور سخت طبیعت کا آدمی تھا۔ جب شیراز پر اسکا قبضہ ہوا تو اس نے بہت سختیاں کیں۔ یہانتک کہ تمام لوگ اس کے دشمن ہوگئے اس کے بیٹے شاہ شجاع نے جب دیکھا کہ عنقریب ملک میں بغاوت ہونی چاہتی ہے تو امرائے لشکر کے ساتھ متفق ہو کر ۷۶۰ھ میں مظفر کو گرفتار کر لیا۔ اور آنکھوں میں

سلائی پھیر کر قید کر دیا - اور خود تخت سلطنت پر بیٹھا - کہا جاتا ہی کہ خواجہ نے یہ قطعہ اسی واقعہ کے متعلق لکھا۔

شاہ غازی خسرو گیتی ستاں ۔۔۔ آں کہ از شمشیر او خوں مے چکید
گہ بیک حملہ سپاہی مے شکست ۔۔۔ گہ بھوے قلب شیراں میدرید
عاقبت شیراز و تبریز و عراق ۔۔۔ چوں مسخر کرد وقتش در رسید
آنکہ روشن بد جہاں بینش بدو ۔۔۔ میل در چشم جہاں بینش کشید

شاہ شجاع ابو الفوارس شاہ شجاع کے تخت نشیں ہونیسے تمام لوگ بہت خوش ہوے کیونکہ وہ خود عالم - علم دوست اور بڑا دیندار تھا علماء و صلحاء کی اسکے دربار میں بڑی قدر و منزلت ہوتی تھی - خواجہ نے بیسیوں غزلوں میں اس کا نام لیا ہی ایک غزل میں لکھتے ہیں ۔ ؎

جبین و چہرۂ حافظ خدا جدا نکناد ۔۔۔ زخاک بارگہ کبریائے شاہ شجاع

حافظ کی پیشانی اور چہرہ کو شاہ شجاع کی بارگاہ سے خدا جدا نہ کرے

شاہ شجاع خواجہ فقیہہ عماد[1] کرمانی کے ساتھ بہت عقیدت رکھتا تھا - اور اسقدر انکو مانتا تھا - کہ خود انکی خانقاہ میں جایا کرتا تھا۔

---

[1] زہد اتقا میں مشہور زمانہ تھے تمام لوگ اور خاصکر مظفری خاندان کے شاہزادے ان کے ساتھ بڑی عقیدت مندی رکھتے تھے باوجود علم و فضل اور زہد و تقوے کے بہت بڑے شاعر بھی تھے - ان کا یہ شعر بہت مشہور ہی۔

دل عکس رخ خوب تو در آب رواں دید ۔۔۔ والہ شد و فریاد برآورد کہ ماہی

۷۷۳ھ میں وفات پائی کرمان میں مدفون ہوئے - قبر زیارت گاہ ہی ایک دیوان یادگار ہی جو ہمارے سامنے موجود ہی - کلام نہایت سادہ اور حشو و زوائد سے پاک ہی۔

فقیہہ موصوف کے پاس ایک بلی تھی جسکی نسبت یہ مشہور تھا کہ جب فقیہہ نماز پڑھتے ہیں تو وہ بھی ساتھ ساتھ پڑھتی ہی۔ شاہ شجاع اسکو انکی کرامت سمجھتا تھا۔ خواجہ حافظ کو ایسی باتوں پر بھلا کب یقین آتا تھا۔ انھوں نے نہایت لطیف پیرایے سے ایک غزل میں فقیہہ موصوف پر چوٹ کی۔

عابد نہاد دام و سر حقہ باز کرد	آغاز مکر با فلک حقہ باز کرد
ساقی بیا کہ شاہد رعنائے صوفیاں	دیگر بجلوہ آمد و آغاز ناز کرد
ایں مطرب از کجاست کہ ساز عراق ساخت	و آہنگ بازگشت براہ حجاز کرد
اے دل بیا کہ تا بہ پناہ خدا رویم	زانچہ آستیں کوتہ و دست دراز کرد
اے کبک خوش خرام کجا میروی بایست	غرہ مشو کہ گربۂ عابد نماز کرد

حافظ مکن ملامت رندان کہ در ازل
مارا خدا ز زہد وریا بے نیاز کرد

عبیدؔ زاکانی کی ایک مثنوی موش گربہ ہی جسمیں اس نے ایک بلی کا قصہ لکھا ہی جو سینکڑوں چوہے کھا کر تائب ہو گئی اور عبادت میں مصروف ہوئی۔ چوہا اسکی خوشخبری اپنے بادشاہ کو دیتا ہی۔

ؔ فارس کا مشہور ہجوگو ہی شاہ ابو اسحاق کے زمانہ میں تھا بھلے اسکا اہل علم میں شمار ہوتا تھا دولت شاہ کا بیان ہے کہ ایک بار کوئی کتاب علم معانی میں تصنیف کی شاہ ابو اسحاق کی خدمت میں اسکو پیش کرنیکے لیے لیگیا خدام نے روکا اور کہا کہ ابھی حضور ایک بھانڈ کی نقلوں میں دل بہلا رہے ہیں عبید نے سوچا کہ جب بھانڈوں کی ایسی قدر ہی کہ اہل علم پر انکو ترجیح دی جاتی ہی تو پھر لکھنا پڑھنا فضول ہی اسی دن سے مولویت کا جبہ اتارا اور ہزالی شروع کی — وہ بھی ایسی فحش کہ اسکی پناہ۔ ۱۷۷۱ھ میں مرگیا۔

مژدہ گانا کہ گربہ عابد شد   مومن و زاہد و مسلمانا

خوشخبری ہو کہ بلی عبادت گذار مومن زاہد اور مسلمان ہو گئی

اس قصہ سے "گربہ عابد" مثل مشہور ہو گئی جیسے اردو میں ہے کہ "نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی"۔

خواجہ حافظ نے اس شعر میں۔ اسی مثل کی طرف اشارہ کیا ہی۔

اے کبک خوشخرام کجا میروی بایست   غرہ مشو کہ گربہ عابد نماز کرد

اے ناز سے چلنے والی چکور کدھر جاتی ہی ٹھر جا اس دھوکے میں نہ رہنا کہ عبادت گذار بلی نمازی ہو گئی

فقیہہ بھی تاک میں رہے۔ اتفاق سے خواجہ نے ایک غزل لکھی جسکا مقطع یہ تھا۔

گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد   آہ اگر از پس امروز بود فردائے

اگر اسی کا نام اسلام ہے جو حافظ رکھتا ہی تو نہایت افسوس ہی اگر آج کے بعد کل (قیامت) ہو

فقیہہ عماد نے شاہ شجاع سے کہا کہ اس شعر سے انکار قیامت لازم آتا ہی۔ شاہ شجاع چونکہ فقیہ کا بڑا مرید تھا اسنے حکم دیا کہ خواجہ حافظ بلائے جائیں اور اُن سے پوچھا جائے کہ آپ نے ایسا شعر کیوں کہا جس سے قیامت کا انکار لازم آتا ہی۔ خواجہ کو بھی یہ خبر لگ گئی انھوں نے یہ شاعرانہ مضمون سمجھا نیکے بجائے یہ تدبیر کی کہ اسکے پہلے ایک شعر اور بڑھا دیا اور اسکو ایک عیسائی کا مقولہ کر دیا۔

ایں حدیثم چہ خوش آمد کہ سحر گہ میگفت   بر لب میکدۂ با دف و نے ترسائے

یہ بات مجھے بہت پسند آئی جو کہ صبح کو ایک شرابخانہ کے دروازہ پر بانسری اور دف بجا کر ایک عیسائی کہتا تھا

اب یہ ایک عیسائی کا قول ہوگیا۔ اور کفر کی نقل کفر نہیں ہوتی اسوجہ سے شاہ شجاع خاموش ہوگیا۔ اور خواجہ نے خوش اسلوبی کے ساتھ قہقہہ کا دانو کاٹ دیا

خواجہ قوام شاہ شجاع کا وزیر خواجہ قوام الدین عیار بھی خواجہ کے قدردانوں میں سے تھا انکا وظیفہ بھی مقرر کر رکھا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ وظیفہ پہونچنے میں کسی وجہ سے دیر ہوئی تو خواجہ نے ایک غزل لکھکر وزیر موصوف کے پاس بھیجی جسمیں اسکی طرف توجہ دلائی اس کا مطلع یہ ہے۔

رسید مژدہ کہ آمد بہار و سبزہ دمید　　اگر وظیفہ رسد مصرفش گل ست و نبید

بہار کے آنے اور سبزہ کے اگنے کی خوشخبری آگئی ایسی حالت میں اگر وظیفہ آئے تو گلاب و شراب میں صرف کیا جائے

۷۶۴ھ میں شاہ شجاع نے کسی سیاسی غلطی کی وجہ سے انکو قتل کرڈالا۔

تورانشاہ خواجہ قوام مقتول کے بعد خواجہ کمال الدین اور انکے بعد جلال الدین تورانشاہ شاہ شجاع کا وزیر ہوا یہ خواجہ کے کمالات کا فدائی تھا۔ اور انکے ساتھ بڑا فیاضانہ سلوک کرتا تھا۔ خواجہ نے بہت سی غزلوں میں نہایت شکریہ کے ساتھ وزیر موصوف کا نام لیا ہے۔ اپنی اس لاجواب غزل میں اس کی اخلاقی جرارت کی تعریف کی ہے۔

کجا برخیز دار دستم کہ با دلدار بنشینم　　ز جام وصل مینوشم زباغ خلد گل چینیم

صباح الخیر زد بلبل کجائی ساقیا برخیز　　کہ غوغا می کند در سر نوائے چنگ دوشینم

شب رحلت ہم از بستر روم تا قصر حور العین　　اگر در وقت جاں دادن تو باشی شمع بالینم

مگر دیوانہ خواہم شد دریں سودا کہ شب تا روز　　سخن با ماہ میگویم پری در خواب می بینم

لبت شکر بستان و ادو قسمت مے بہ میخوراں | منم کز غایت حرمان نہ با آنم نہ با اینم
وفاداری و حق گوئی نہ کار ہر کسے باشد | غلام آصف دوراں جلال الحق و الدینم

حدیث آرزو مندی کہ دراین نامہ ثبت افتاد
ہمانا بے غلط باشد کہ حافظ داد تلقینم

زین العابدین ۷۸۶ھ میں شاہ شجاع کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا زین العابدین تخت نشین ہوا جو اگرچہ حسن میں اپنے زمانہ کا یوسف تھا لیکن کم عقل تھا اس مغرور شاہزادہ نے باپ کے مصاحبوں اور ملازموں کے ساتھ بدسلوکیاں شروع کیں اور شیراز میں پھر دور مظفری تازہ ہو گیا۔

خواجہ کی غزلیں اور خاصکر وہی غزلیں جو وہ لکھتے تھے بادشاہوں اور شاہزادوں کی مجلسوں میں گائی جاتی تھیں انھوں نے اس زمانہ میں جسقدر غزلیں لکھی ہیں انمیں اسکو خصوصیت کے ساتھ رحم اور دادگری کی طرف توجہ دلائی ہے منجملہ انکے ایک غزل یہ ہے۔

بہ ملازمان سلطاں کہ رساند ایں دعارا | کہ بشکر پادشاہی ز نظر مراں گدارا
چہ قیامت است جاناں کہ بعاشقاں نمودی | رخ ہمچو ماہ تاباں دل ہمچو سنگ خارا
ز رقیب دیو سیرت بخدائی خود پناہم | مگر آں شہاب ثاقب مددے کند سہارا
دل عالمے بسوزی چو عذار بر فروزی | تو ازیں چہ سود داری کہ نمی کنی مدارا
مژہ سیاہت ار کرد بخون ما اشارت | ز فریب او بیندیش و غلط مکن نگارا
ہمہ شب دریں امیدم کہ نسیم صبحگاہی | بہ پیام آشنائے بنوازد آشنارا

بخدا کہ جرعۂ دہ تو بحافظ سحر خیز
کہ دعائے صبحگاہی اثرے کند شمارا

مثل مشہور ہے کہ ظلم کی عمر تھوڑی ہوتی ہے۔ ابھی ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ ۷۸۹ھ میں شہنشاہ تیمور ایک گرجتے برستے بادل کیطرح آپہونچا زین العابدین نے مقابلہ کیلیے لشکر فراہم کرنیکی کوشش کی مگر ناکام رہا آخر خوف کے مارے صاحبقران کے آنے سے پہلے ہی شیراز سے بھاگا۔ اور اپنے چچا منصور کے پاس تستر میں پہونچا۔

شہنشاہ تیمور تیمور نے شیراز کو خالی پاکر اسپر قبضہ کرکے شاہ شجاع کے بھائی **نصرت الدین یحیی** کو جو یزد پر حکمراں تھا اور جس نے اسکی اطاعت تسلیم کرلی تھی شیراز کو بھی سپرد کردیا تیمور نے شیراز میں خواجہ کو بھی یاد کیا جنکی شہرت وہ عرصہ سے سن رہا تھا۔ خواجہ تشریف لیگئے۔ وہ بہت اعزاز سے پیش آیا اور پوچھا کہ یہ شعر آپکا ہے؟۔

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

خواجہ نے کہا کہ ہاں۔ اسنے کہا کہ میں نے جو بڑی بڑی فوجوں سے لڑکر دنیا فتح کی اور بھاری بھاری سلطنتوں پر قبضہ کیا ہے تو اسلیے کہ سمرقند اور بخارا کو جو میرے وطن ہیں آباد کروں اور آپنے انکی یہ قدر کی کہ معشوق کے خال ہندو پر تصدق کر ڈالا۔ خواجہ نے جواب دیا کہ جہاں پناہ! یہ اسی غلط بخشی کا نتیجہ ہے کہ آج میں اس حال میں ہوں۔ تیمور اس لطیفہ سے بہت خوش ہوا۔ اور خواجہ کو خلعت اور انعام سے سرفراز کیا۔

انسائی کلوپیڈیا برٹانیکا کا مصنف اس واقعہ سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تیمور شیراز

میں خواجہ کے انتقال کے کئی سال بعد گیا تھا لیکن اسے یہ خبر نہیں کہ تیمور دو مرتبہ شیراز میں آیا ہے پہلی مرتبہ ۷۸۹ھ میں جبکہ خواجہ زندہ تھے دوبارہ واپسی میں ۷۹۵ھ میں جبکہ خواجہ وفات پا چکے تھے

شاہ یحییٰ تمام شیراز کے لوگ تیمور کے آنے سے ڈر گئے تھے۔ مگر جب اسنے وہاں کی حکومت شاہ یحییٰ کے سپرد کی تو انکو بڑی خوشی ہوئی کیونکہ یحییٰ بہت لائق اور منصف مزاج بادشاہ تھا خواجہ نے کئی غزل میں اسکا نام لیا ہے۔ ایک غزل میں کہتے ہیں۔

گر نبودے شاہ یحییٰ نصرت الدین از کرم   کار ملک و دین ز نظم و انتساق افتادہ بود

اگر شاہ یحییٰ نصرت الدین کی ذات بابرکات نہ ہوتی تو ملک اور دین کا نظم و نسق خراب ہو چکا تھا

شاہ منصور زین العابدین جب تستر میں بھاگ کر گیا تو اس کے چچا منصور نے اسکی بزدلی پر اسکو قید کر دیا اور خود ایک بہت بڑی جمعیت فراہم کرکے شیراز کی طرف آیا۔ شاہ یحییٰ کو مقابلہ میں ناکامی ہوئی اور آخر وہ میدان میں مارا گیا منصور بڑے کروفر سے شیراز میں داخل ہوا۔

اہل شیراز نے منصور کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کیا کیونکہ تمام آل مظفر میں اسے زیادہ لائق۔ بہادر اور عادل کوئی شہزادہ نہ تھا خواجہ نے بھی ایک غزل اسکے خیر مقدم میں لکھی جس کا مطلع یہ ہے۔

بیا کہ رایت منصور بادشاہ رسید   نوید فتح و بشارت بمہر و ماہ رسید

آجاؤ کہ شاہ منصور کا جھنڈا آگیا اور فتح کی نوید اور خوشخبری چاند اور سورج تک پہنچ گئی

شاہ منصور خواجہ کا بہت احترام کرتا تھا وہ انکے کمالات کا بہت بڑا قدردان

تھا خواجہ نے جابجا غزلوں میں اسکی تعریف کی ہے واپسی میں تیمور نے منصور کا بھی خاتمہ کر دیا اور اسکے خاتمہ کے ساتھ ہی خاندان مظفری کا چراغ گل ہو گیا مگر خواجہ اس سے کئی سال پہلے ہی انتقال فرما چکے تھے۔

انکے علاوہ بڑے بڑے امرا اور روسا مثلاً **فخر الدین عبد الصمد امین الدین حسن** وغیرہ خواجہ کے خاص عقیدتمندوں میں سے تھے خواجہ اپنے تقدس زہد۔ علم اور خداداد شاعرانہ کمال کیوجہ سے ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگوں میں عام مقبولیت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اور اپنی زندگی میں انتہائی ہر دلعزیزی جو کسی باکمال کو حاصل ہو سکتی ہے انکو حاصل تھی۔

خواجہ کی شہرت

گذشتہ زمانے میں اکثر اہل کمال کی شہرت انکے مرنیکے بعد ہوتی تھی لیکن خواجہ اُن خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جنکی شہرت انکی زندگی ہی میں چاردانگ عالم میں پھیل گئی نہ صرف ایران بلکہ **بغداد**۔ عراق جنوبی ہند اور بنگالہ تک انکی زندگی ہی میں انکا نام مشہور ہو گیا تھا۔ قافلوں کے ساتھ ساتھ انکی غزلیں ملکوں ملکوں جاتی تھیں بڑے بڑے بادشاہوں اور نوابوں نے انکو بلانا شروع کیا انکے پاس تحفے تحائف اور اشتیاق نامہ بھیجتے تھے۔ لیکن خواجہ اپنی سیر چشمی اور گوشہ نشینی کی وجہ سے کہیں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔

سلطان احمد جلائر[1] ایلکانی کو بڑی خواہش تھی کہ خواجہ بغداد میں تشریف لائیں بہت سے تحائف اور خطوط بھیجے لیکن خواجہ نہیں گئے ایک غزل بطور شکریہ کے لکھکر بھیجدی جسکا ایک شعر یہ ہے۔

گرچہ دوریم بیاد تو قدح مینوشیم ۔۔۔ بعد منزل نبود در سفر روحانی

اگرچہ ہم دور ہیں لیکن آپکی یاد میں شراب پیتے ہیں روحانی سفر میں فاصلہ کوئی چیز نہیں ہے

شاہ شجاع کا بھائی قطب الدین محمود جو اصفہان کا حاکم تھا۔ اسمیں اور شاہ شجاع میں سخت لڑائیاں بھی ہوئیں۔ اور چونکہ سلطان احمد والی بغداد کی بہن قطب الدین محمود کے نکاح میں تھے اسوجہ سے وہاں سے بھی اسکو امداد ملی اس نے شیراز کا محاصرہ کرلیا مجبور ہوکر شاہ شجاع نے اس سے صلح کرلی کچھ دنوں کے بعد محمود مرگیا شاہ شجاع نے یہ رباعی لکھی۔

محمود برادرم شہ شیر کمیں ۔۔۔ میکرد خصومت از پئے تاج و نگیں

کردیم دو بخش تا بیاساید خلق ۔۔۔ او زیر زمیں گرفت و من روئے زمیں

اس کے مرنیکے بعد شاہ شجاع کو سلطان احمد سے بھی انتقام لینے کا موقع ملا۔

---

[1] ایلکانی سلطنت کا بانی امیر حسین نویاں ہے اس کے باپ کا نام امیر فیوقائی ہے جو امیر ایلکان کا بیٹا تھا۔ امیر ایلکان۔ گنجا تو خاں کے زمانہ میں امیر الامرائی کا منصب رکھتا تھا بعد ازاں اسکا پوتا امیر حسن سلطان ابو سعید خاں کے زمانہ میں خراسان میں کسی ممتاز منصب پر سرفراز تھا سلطان ابو سعید خاں کے مرنیکے بعد جب انقلاب واقع ہوا تو بغداد اور تبریز وغیرہ پر امیر حسن نے قبضہ کرکے ایلکانی حکومت قائم کرلی امیر حسن کے بعد اس کا بیٹا شیخ اویس تخت نشیں ہوا اویس کا بیٹا احمد ہے

اور دونوں میں خوب خوب باہم لڑائیاں رہیں کچھ عجب نہیں کہ خواجہ کے بغداد نہ جانے کا سبب
ان بادشاہوں کی باہمی عداوت ہوئی ورنہ انکو بغداد جانیکی بڑی آرزو تھی ایک شعر میں
فرماتے ہیں۔

رہ نبردیم بمقصود خود اندر شیراز　　　　خرم آں روز کہ حافظ رہِ بغداد کند

شیراز میں اپنے مقصود تک ہم نہیں پہنچ سکے وہ دن بڑا اچھا ہو گا جسدن حافظ بغداد کو روانہ ہوگا

سلطان قطب الدین کے وزیر عماد الدین محمود نے بھی اصفہان سے خواجہ کو طلب کیا
لیکن غالباً انہیں ملکی جھگڑوں کی وجہ سے خواجہ نے وہاں جانا بھی مناسب نہیں سمجھا ایک
دفعہ ایک غزل جو "بہاریہ" کے نام سے مشہور ہے لکھکر وزیر موصوف کے پاس بھیجدی تھی
اس نے بڑی قدردانی کی اور انعام بھیجا اس غزل کے چند شعر یہ ہیں۔

کنونکہ در چمن آمد گل از عدم بوجود　　　　بنفشہ در قدم او نہاد سر بسجود
بباغ تازہ کن آئینِ دینِ زردشتی　　　　کنونکہ لالہ برافروخت آتشِ نمرود
چو گل سوار شود بر ہوا سلیماں وار　　　　سحر کہ مرغ در آید بنغمۂ داؤد
بخواہ جام صبوحی بیاد آصف عہد　　　　وزیرِ ملک سلیماں عماد دیں محمود

جنوبی ہند میں اس زمانہ میں سلطان محمود شاہ بہمنی حکمراں تھا میر فضل اللہ
انجو جو علامہ تفتازانی کے شاگرد رشید تھے سلطان کے وزیر تھے خواجہ کا شہرہ
مدت سے سنتے تھے ایک دفعہ علمدوست بادشاہ کے اشارہ سے خواجہ کے نام ایک
خط لکھا جسمیں انسے خواہش کیگئی تھی کہ وہ دکن میں تشریف لائیں خط کے ہمراہ کچھ

اشرفیاں بھی بطور زادراہ کے بھیجی تھیں۔ خواجہ نے ان اشرفیوں میں سے اپنا قرضہ
ادا کیا کچھ بھانجوں کو دیا اور باقی مانده سے زادراہ تیار کرکے ہندوستان کو روانہ ہوئے
راستہ میں فیاضی نے مفلس کردیا ایران کے دو سوداگروں خواجہ زین العابدین
ہمدانی اور خواجہ محمد گازرونی نے جو بڑے معتبر تاجر تھے اور ہندوستان کو آرہے تھے
خواجہ کے اخراجات سفر کی کفالت اپنے ذمہ لی اور بندرگاہ "ہرمز" پر پہونچے۔
دکن سے ایک جہاز بھی خواجہ کے لیے ہرمز بھیجا گیا تھا۔ اسپر سوار ہوئے ابھی
لنگر اٹھا بھی نہیں تھا کہ طوفانی ہوا چلی گھبرا گئے آخر کشتی کنارے پر لگائی گئی اتر گئے
ہندوستان آنے کا ارادہ فسخ کردیا اور یہ غزل لکھکر انہیں سوداگروں کے ہاتھ
میر فضل اللہ انجو کے پاس بھیجدی

دمے باغم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد | بمے بفروش دلق ما کزیں خوشتر نمی ارزد
شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جاں درو حست | کلاہ دلکش است اما بدرد سر نمی ارزد
بکوے میفروشانش بجامے برنمیگیرند | زہے سجادۂ تقوی کہ یک ساغر نمی ارزد
ترا آں بہ کہ روے خود ز مشتاقاں بپوشانی | بشادی جہانداری غم لشکر نمی ارزد
رقیبم سرزنش ہا کرد کز این باب رخ برتاب | چہ افتاد ایں سر مارا کہ خاک در نمی ارزد
بس آساں می نمود اول غم دریا ببوے سود | غلط گفتم کہ ہر موجش بصد گوہر نمی ارزد

بروگنج قناعت جو بکنج عافیت حافظ
کہ یکدم تنگ دل بودن بہ بحر و بر نمی ارزد

میر فضل اللہ نے یہ قصہ بادشاہ سے بیان کیا اسکو بڑا افسوس ہوا اور کہا کہ خواجہ ہمارے ارادہ سے چلے لیکن ہماری بدقسمتی نے انکو ہم تک نہ پہنچنے دیا۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ ہم اپنے انعام سے انکو محروم نہ کریں چنانچہ ملا محمد قاسم مشہدی کے ساتھ ایک ہزار اشرفیاں اور ہندوستان کے بہت سے بیش قیمت تحفے خواجہ کے پاس بھجوائے۔

سلطان غیاث الدین والی بنگالہ متوفی ۷۶۵ھ جو علم کا بڑا قدردان اور فیاض تھا۔ اسنے اپنے خاص خادم یاقوت کے ہاتھ کچھ زر نقد اور تحفے خواجہ کے پاس بھیجے اور خواہش کی کہ وہ بنگال میں تشریف لائیں خواجہ سفر سے پہلے ہی توبہ کر چکے تھے معذرت کی اور یہ غزل لکھکر یاقوت کو دیدی۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ میرود ۔۔۔ وین بحث با ثلاثۂ غسالہ میرود

مے دہ کہ نوعروس جہان حسن یافتہ ۔۔۔ کار این زمانہ ز صنعت دلالہ میرود

آن چشم جادوانہ عابد فریب بین ۔۔۔ کش کاروان سحر بدنبالہ میرود

خوی کردہ میخرامد و بر عارض سمن ۔۔۔ وز شرم روئے او عرق از لالہ میرود

باد بہار میوزد از بوستان شاہ ۔۔۔ وز ژالہ بادہ در قدح لالہ میرود

طے مکان بہ بین و زمان سلوک شعر ۔۔۔ کین طفل یکشبہ رہ یکسالہ میرود

شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند ۔۔۔ زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود

حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین ۔۔۔ خامش مشو کہ کار تو از نالہ میرود

فرشتہ اس کے متعلق ایک دلچسپ قصہ لکھتا ہے۔ کہ سلطان غیاث الدین ایک مرتبہ
سخت بیمار ہوا۔ اسکے یہاں تین لونڈیاں تھیں جن کے نام سرو گل اور لالہ تھے انھوں
نے سلطان کی بیماری کے زمانہ میں بہت خدمت کی اور جب صحت ہوگئی تو روزانہ نہلاتی
تھیں سلطان انسے بہت خوش تھا اور زیادہ محبت کرتا تھا یہانتک کہ بیگیات کو ان پر
رشک آنے لگا انھوں نے طنز سے انکو غسالہ کہنا شروع کیا۔ غیاث الدین نے
جب سنا تو ہنسا اور بے ساختہ اسکی زبان سے یہ مصرع نکل گیا۔

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ میرود

دوسرا مصرع نہیں لگتا تھا۔ دربار کے شاعروں کو بلوایا وہ بھی کوئی اچھا مصرع نہیں
لگا سکے۔ خواجہ حافظ کی شہرت تو سنی ہی تھی انکے پاس شیراز میں یہ مصرع بھیجدیا
چنانچہ اسی مصرع پر غزل انھوں نے پوری کی۔

خواجہ کا تقدس

خواجہ حافظ عالم فقیہہ اور مفسر تھے اور گو مولانا جامی کو انکے مرشد کا پتہ نہیں لگسکا
لیکن حضرت مخدوم اشرف جہانگیر "لطائف اشرفی" میں اور مولانا عبد القادر
بدایونی منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں کہ وہ خواجہ بہار الدین نقشبندؒ کے مرید تھے۔
پہلے وہ خواجہ محمود عطار سے بیعت ہوئے تھے اور مدتوں تک ریاضت اور
مجاہدہ کرتے رہے۔

جب خواجہ بہاء الدین نقشبند رح بخارا سے حج کو جا رہے تھے تو شیراز میں بھی کچھ دنوں کے لیے قیام فرمایا کہا جاتا ہے کہ حافظ نے حضرت موصوف ہی کی آمد میں غزل لکھی

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید   کہ ز انفاس خوشش بوے کسے می آید

انکی صحبت کے فیض سے شرح صدر حاصل ہو گیا اور دل پر عرفان کا دروازہ کھل گیا ایک غزل میں اسکی طرف اشارہ بھی کیا ہے جسکا ایک شعر یہ ہے۔

بار غمے کہ خاطر ما خستہ کردہ بود   عیسیٰ دمے خدا بفرستاد و برگرفت

حج کرنیکے بعد واپسی میں بھی یہاں تشریف لائے خواجہ نے کئی غزلوں میں انکی جدائی اور رنج انتظار کی کیفیت کو ظاہر کیا ہے خیر مقدم کے طور پر یہ غزل انکی خدمت میں لکھکر بھیجی تھی۔

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست   کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

بعض لوگ لکھتے ہیں کہ خواجہ مجذوب سالک یعنی دیوانے صوفی تھے ایک شخص لکھتا ہے کہ وہ ملامتیہ فرقہ سے تھے یعنی اپنی ظاہری حالت گنہگاروں کی سی رکھتے تھے تاکہ جو شخص دیکھے وہ ملامت کرے اور دل میں کسی قسم کا تکبر نہ آنے پائے مگر یہ ایسی غلط باتیں ہیں کہ انکی تردید کی ضرورت نہیں خواجہ آخر عمر تک مدرسہ میں تعلیم دیتے رہے بادشاہوں کے درباروں میں ان کا آنا جانا ہوتا تھا کہیں کہیں اپنی غزلوں میں نصیحت بھی کرتے ہیں۔ وہ عام طور پر لوگوں کی نگاہ میں معزز و محترم سمجھے جاتے تھے نہ کہ دیوانہ یا قابل ملامت۔ تمام تذکرہ نویس انکو ایک باوقار عالم اور صوفی

لکھتے ہیں۔

بعض یورپین مصنفوں نے جنکو فارسی شاعری کی اصلیت کا بہت کم اندازہ ہے مثلاً ایکنل اور انسائی کلوپیڈیا برٹانیکا کا مصنف ان لوگوں نے خواجہ کے اشعار کو دیکھکر اور انکو واقعی سمجھکر خواجہ کو پرلے سرے کا شراب خوار اور رند لکھا ہے۔

اگر ان لوگوں نے ذرا بھی انکے حالات لکھنے میں تحقیق کی ہوتی اور اولیاء اللہ کے تذکرے اٹھا کر دیکھتے تو معلوم ہو جاتا کہ وہ بہت بڑے بزرگ اور ولی اللہ تھے اور جبکہ ایک معمولی مسلمان بھی شراب خواری اور رندی سے پرہیز کرتا ہے۔ تو ایک ولی اللہ انمیں کیونکر مبتلا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ولایت کا درجہ حاصل کرنیکے لیے شرعی پابندیوں کے علاوہ بہت زیادہ ریاضت اور نفس کشی کرنی پڑتی ہے۔ شراب خواری اور رندی کے ساتھ تزکیہ نفس حاصل نہیں ہو سکتا۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا

۱ اصلیت یہ ہے کہ فارسی یا اردو شاعر کے کلام سے اسکی اصل حالت کا اندازہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ فارسی اردو شاعری میں خاص خاص عنوان مقرر ہیں انہیں پر شاعری ہوتی ہے۔ خواہ وہ رند ہو خواہ پارسا دونوں شاعری کے کوچہ میں ایکساں نظر آئینگے بڑے بڑے مقدس لوگ جنکے لبونکو شراب کبھی چھو بھی نہیں گئی ہے وہ بھی شاعری کی شاہراہ میں بغل میں صراحی اور ہاتھ میں ساغر لیے ہوئے نظر آئینگے۔ اور جام پر جام اڑائینگے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر حافظ وسعدی وغیرہ حقیقت میں متقی اور پرہیزگار تھے تو ایسے ایسے باریک اور اعلے درجہ کے رندانہ اور عاشقانہ مضامین کیونکر انکے دماغ میں آتے تھے مگر جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ فارسی شاعری کی بنیاد انہیں مضامین پر ہی اور کوئی عاشق ہو یا نہو لیکن اسی قسم کے مضامین لکھنے پڑتے ہیں تو یہ بات واضح ہوگئی کہ حافظ او رسعدی وغیرہ کو بھی بحیثیت شاعر کے ایسے ہی خیالات ادا کرنے ضروری تھے اور باوجود صلاح وتقوے کے ایسے مضامین کا پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں ہی۔ ایک مفلس ومحتاج شخص اپنے خیال میں اعلے سے اعلے شاہانہ جاہ وجلال کی تصویر کھینچ سکتا ہی۔ علاوہ بریں ان لوگوں کا زہد زہد خشک نہ تھا وہ اپنے دلوں میں عشق حقیقی کی آگ رکھتے تھے اسوجہ سے عاشقانہ کلام میں جو گرمی وہ پیدا کرسکے دوسرا نکر سکا

فارسی یا اردو شاعری ایک بناوٹ کا نام ہی جسکے لیے واقعیت کی کوئی ضرورت نہیں ایک مرتبہ آگرہ میں مجھے ایک مشاعرہ میں شریک ہونیکا اتفاق ہوا ایک صاحب لحیم وشحیم صدر میں بیٹھے تھے بلا مبالغہ ان کا وزن تین من سے کم نہ ہوگا جب انکے سامنے شمع آئی تو انھوں نے اپنی غزل سنانی شروع کی جسکا مطلع یہ تھا۔

اسدرجہ رنج ہجر نے لاغر کیا مجھے ۔۔۔ بستر پر آکے ڈھونڈہ رہی ہی قضا مجھے

کہاں تو انکا وہ تن وتوش اور کہاں یہ لاغری بھلا اس سے اصلیت کا اندازہ کیسے کیا جائے۔

یہانتک کہ اردو میں جسمیں تذکیر وتانیث کا امتیاز کیا جاتا ہی کسی عورت کے

لیے بھی اگر وہ شاعری کرے تو یہ لازم ہوگا کہ اپنے لئے مذکر کا صیغہ استعمال کرے
کیونکہ اردو شاعری میں فارسی شاعری کی طرح مرد ہی عاشق اور مرد ہی معشوق قرار
پایا ہی مثلاً ایک بیگم جسکا تخلص تا جور ہے کہتی ہی۔

نہیں چین آتا اسے ایک دم بھی　　　ہوا تا جور جب سے شیدا کسی کا

اس تصنع کا کیا ٹھکانا ہی!! ہاں فارسی اور نیز اردو میں ایسے اشعار بھی ہوتے
ہس جنمیں شاعر کسی اصل واقعہ کو ظاہر کرتا ہی لیکن وہ صاف پہچانے جاتے ہیں۔

ایک یورپین مورخ خواجہ کے حالات لکھتے ہوے بڑی دہوم دہام سے یہ
روایت نقل کرتا ہی جو ہمارے یہاں جہلا میں مشہور ہی کہ خواجہ ایک مفتی زادہ پر جس پر شاہ
شجاع عاشق تھا فریفتہ ہو گئے۔ ایک دن اتفاق سے اس کے ساتھ محل شاہی
کے پچھواڑے مینوشی میں مشغول ہوے۔ وہ اپنے خیال میں خلوت میں تھے لیکن
شاہ شجاع اس حرکت کو جھروکے سے دیکھ رہا تھا۔ جوں ہی خواجہ نے شراب کا پیالہ
بھر کے مفتی زادہ کو دیا بادشاہ نے پکار کے کہا۔

حافظ قرابہ کش شد مفتی شراب نوش

خواجہ کیلئے جب وہ ایک ایسے ناپسندیدہ کام میں مخفی طور پر مشغول تھے یہ
آواز بدحواس کر دینے والی تھی مگر انھوں نے اپنی تیزی طبیعت سے فوراً اسپر دوسرا مصرع
لگا دیا۔

در عہد بادشاہ خطا بخش و جرم پوش

شاہ شجاع اس حاضر جوابی پر پھڑک اٹھا اور خواجہ کی خطا سے درگذرا

اس روایت سے جو بھنگیر خانہ کی گپ سے زیادہ نہیں ہے اور جسکی ایک احمق سے احمق اور بھولا سے بھولا بچہ بھی تصدیق نہیں کریگا۔ وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ حافظ بڑے شرابخوار اور عشقباز تھے اور لطف یہ ہے کہ اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ یہ بھی لکھتا ہے کہ "حقیقت میں شاہ شجاع کی عیاشی کی وجہ سے اسکے زمانہ میں شیراز میں شراب خواری اور عشقبازی کا بہت زیادہ چرچا ہو گیا تھا"!

کاش اس مورخ نے کوئی تاریخ بھی فارس کی اٹھا کر پڑھی ہوتی تو اسے معلوم ہو جاتا کہ تمام شاہان شیراز میں شاہ شجاع بہت بڑا عالم اور نہایت درجہ کا پابند شرع تھا حافظ قران تھا خود خواجہ اس کی تعریف میں کہتے ہیں۔

مظہر لطف ازل روشنی چشم امل   جامع علم و عمل جان جہاں شاہ شجاع

اس کا زمانہ شیراز کے لیے شریعت اور مذہب کا زمانہ تھا۔ ایک بات ضرور تھی کہ امیر مظفر نے شراب خانے بند کرا دیئے تھے اسنے اپنے زمانہ میں تجارت کی آزادی دیدی۔ اسلیئے پھر شراب کی دوکانیں کھل گئیں۔ اسی کا بعض جگہ خواجہ نے مذاق اڑایا ہے۔

سحر ز ہاتف غیبم رسید مژدہ بگوش   کہ دور شاہ شجاعست مے دلیر بنوش

صبح کو ہاتف غیب نے یہ خوشخبری میرے کانوں کو سنائی کہ شاہ شجاع کا زمانہ ہے کھلے بندوں شراب پیو

ایسے متشرع بادشاہ اور حافظ جیسے ولی اللہ کے متعلق اس قسم کا غلط اندازہ کرنا

فارسی تاریخ سے جہالت کی دلیل ہی اور دیکھو تو خلوت بھی تلاش کریں تو کہاں شاہی محل کے پچھواڑے جہاں بادشاہ خود ہی جھانکتا ہو۔ سبحان اللہ۔

۱ جاسوس سلطان در کمین معشوق سلطان در بغل

تمام تذکرہ نویس اس بات پر متفق ہیں کہ خواجہ بہت بڑے بزرگ اور ولی اللہ تھے ہر شب جمعہ کو ختم قرآن کرتے تھے اور رات کے پچھلے حصہ میں اوراد و وظائف پڑھتے تھے۔ انکے تمام اوقات علمی مشغلوں۔ ریاضت۔ اور عبادت میں صرف ہوتے تھے پھر اس قسم کے ہفوات انکے دامن زہد و صلاح پر کیا دھبہ لگا سکتے ہیں۔

چارلس اسٹورٹ جسنے سلطان ٹیپو کے کتب خانہ کی فہرست مرتب کی ہی لکھتا ہی کہ " حافظ پرہیزگاری میں مشہور ہی۔ اس کا تمام وقت خدا کی عبادت اور ریاضت میں صرف ہوتا تھا۔ فارس کے لوگ اسکو ایک ولی اللہ اور مقدس بزرگ سمجھتے ہیں اور عاشقان الٰہی اسکا کلام کثرت سے پڑھتے ہیں "

خود دیوان میں ایسے بہت سے اشعار ہیں جنسے انکے زاہد و عابد ہونے کا پتہ لگتا ہی مثلاً۔

۱ ہر گنج سعادت کہ خدا داد بہ حافظ — از یمن دعائے شب و ورد سحری بود

نیک بختی کا جو ذخیرہ کہ خدانے حافظ کو عنایت کیا ہو وہ دعائے شب اور وظیفہ سحری کی برکت سی ملا ہی

۲ بہیچ وجہ دگر نیست حاجت اے حافظ — دعائے نیم شب و درد صبحگاہ بست بس

حافظ تجکو کسی دوسرے ذریعہ کی حاجت نہیں ہی آدھی رات کی دعا اور صبح کا وظیفہ تیرے لیے کافی ہے

اسی طرح کا ایک اور واقعہ مفتاح التواریخ کا مصنف طامس ولیم لکھتا ہے کہ خواجہ کے ایک کرمفرما امین الدین حسن اصفہان کے بہت بڑے رئیس تھے۔ خواجہ ان کی ملاقات کو گئے جب اصفہان میں پہونچے تو قبل اسکے کہ ان سے ملیں انکے غلاموں نے انکو شرابی سمجھکر پکڑ لیا اور تشہیر کرنی شروع کی۔ آدھے شہر میں تشہیر کر چکے تھے کہ امین الدین کو خبر لگ گئی۔ وہ دوڑے ہوئے آئے خواجہ سے معافی مانگی اور عزت و احترام کے ساتھ لاکر انکو اپنے مکان میں اتارا۔ غلاموں کو سزائیں دیں خواجہ نے شکر گزاری میں یہ غزل لکھی۔

مرا عہدیست با جاناں کہ تا جاں در بدن دارم ہوا داری کویش را چو جان خویشتن دارم

مرا در خانہ سروے ہست کاندر سایۂ قدش فراغ از سرو بستانی و گلہائے چمن دارم

بکام آرزوئے دل چو دارم خلوتے حاصل چہ باک از خبث بدگویاں میان انجمن دارم

صفائے خلوت خاطر ازاں شمع چگل جویم فروغ چشم و نور دل ازاں ماہ ختن دارم

گرم صد لشکر از خوباں بقصد دل کمین سازند بحمد اللہ والمنۃ بتے لشکر شکن دارم

سزد گر خاتم لعلش زند لاف سلیمانی چو اسم اعظمم باشد چہ باک از اہرمن دارم

خدارا اے رقیب امشب زمانے چشم بر ہم نہ کہ من با لعل نوشینش نہانی یک سخن دارم

الا اے پیر فرزانہ مکن عیبم ز میخانہ کہ من در ترک پیمانہ دل پیماں شکن دارم

شراب خوشگوارم ہست و یار مہرباں ساقی ندارد ہیچکس یارے چنیں یارے کہ من دارم

برندی شہرہ شد حافظ پس از چندیں ورع اما

چہ غم دارم کہ در عالم امین الدین حسن دارم

اسی مقطع کو دیکھکر غالبا یہ روایت گھڑی گئی ہے۔ یہ اور اسی قسم کی اور کئی ایک روایتیں جہلا کی محفلوں کو گرمانیکے لیے بھانڈوں اور نقالوں نے تراش رکھی ہیں جو اپنی تردید آپ ہی کرتی ہیں۔

کیا مضحکہ خیز بات ہے کہ غلاموں نے بدمستی میں تشہیر کرنی شروع کی۔ دنیا میں کہیں ایسے غلام دیکھنے نہ سنے جو قاضی اور محتسب شہر کے فرائض بجا لاتے ہوں۔

ہمارے نزدیک یہ سب روایتیں خواجہ کی عظمت اور ہر دلعزیزی کی دلیل ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف پڑھے لکھے لوگوں میں وہ مقبول ہیں بلکہ جہلا اور عوام بھی انکے ساتھ کم دلچسپی نہیں رکھتے اور محفلوں میں انکا ذکر چھیڑنے کے لیے طرح طرح کی عجیب و غریب روایتیں گھڑتے ہیں۔

خواجہ کے اوپر انکی زندگی ہی میں معتزلی ہونیکا الزام البتہ لگایا گیا تھا۔ جسکی وجہ یہ تھی کہ انکو تفسیر کشاف سے جو ایک معتزلی پیشوا علامہ جار اللہ زمخشری کی تصنیف ہے عشق تھا۔ چنانچہ انھوں نے اسپر حاشیہ بھی لکھا ہے۔ بعض لوگوں نے اس وجہ سے ان کو معتزلی کہا۔

محمد دارابی نے اس الزام کو خواجہ پر سے رفع کرنیکی کوشش کی ہے وہ لکھتا ہے کہ خواجہ معتزلی نہ تھے اس وجہ سے کہ معتزلہ بندہ کو اپنے افعال کا خالق اور مختار مانتے ہیں اور خواجہ بندہ کو مجبور محض سمجھتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ   تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من است

اے حافظ اگرچہ گناہ ہمارے اختیار کی بات نہیں ہی لیکن تو از روے ادب یہی کہہ میں نے ہی گناہ کیا

علاوہ بریں معتزلہ خدا کی رویت کے قائل نہیں ہیں اور خواجہ کہتے ہیں۔

این جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست   روزے رخش ببینم و تسلیم وے کنم

یہ جان مستعار جو دوست نے میرے سپرد کی ہی ایک دن میں اس چہرے کو دیکھوں گا اور اوسے دابس کر دونگا بہ حرر

اس شعر سے ثابت ہوگیا کہ وہ اشعری ہیں نہ کہ معتزلی۔

وفات کے دو سو برس بعد تک انکے معتزلی اور اشعری ہونے کا جھگڑا رہا

بعدازاں قاضی نور اللہ صاحب شوستری نے اپنی کتاب مجالس المومنین

میں جہاں تمام بڑے بڑے لوگوں حتی کہ ہارون الرشید خلیفہ عباسی اور شیخ سعدیؒ

کو بھی اہل تشیع میں داخل کیا ہی وہاں خواجہ کو بھی اسی فہرست میں درج کیا ہی اور ثبوت

میں یہ غزل نقل کی ہی۔

جو زا سحر نہاد حمائل برابرم   یعنی غلام شاہم و سوگند میخورم

اس غزل میں خواجہ نے منصور کی مدح کی ہی۔ اس کے آخر کے اس شعر سے

حافظ زجان محب رسول ست آل او   برایں سخن گواست خداوند اکبرم

حافظ جان سے رسول کو اور اونکی اولاد کو دوست رکھتا ہی اس بات کا خداوند عالم گواہ ہے

قاضی صاحب خواجہ کو شیعہ کہتے ہیں۔ مگر اس سے ان کا شیعہ ہونا ثابت

نہیں ہوتا کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے آل پاک کی محبت تو ہر سنی بھی رکھتا ہے۔

معلوم ہوتا ہی کہ قاضی صاحب کے زمانہ تک وہ تمام غزلیں قصیدے اور رباعیاں وغیرہ جن سے صاف صاف خواجہ کا شیعہ ہونا ثابت ہوتا ہی۔ دیوان میں داخل نہیں کی گئی تھیں ورنہ قاضی صاحب انکو ضرور لکھتے۔

یہ مقطع بھی ایک قلمی دیوان میں جو ۹۸۱ھ کا لکھا ہوا ہی اسطرح ہی۔

حافظ بجانِ عاے تو گوید بصبح و شام ۔۔۔ برایں سخن گو است خداوند اکبرم

سلسلہ کلام کے لحاظ سے ہی ٹھیک معلوم ہوتا ہی۔ کیونکہ یہاں رسول و آل رسول کے ذکر کا کوئی موقع نہ تھا۔

ایک بات یہ بھی ہی کہ اہل تشیع کے یہاں جنازہ کی نماز میں پانچ تکبیریں ہوتی ہیں اور خواجہ فرماتے ہیں۔

من ہماں دم کہ وضو ساختم از چشمہ عشق ۔۔۔ چار تکبیر زدم یکسرہ برہرچہ کہ ہست

مین نے جسوقت عشق کے چشمہ سے وضو کیا اسیوقت تمام چیزوں پر چار تکبیریں (نماز جنازہ) پڑھ دیں۔

شیعوں کی طرف سے خود خواجہ پر دو اعتراض کیے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ کہتے ہیں۔

ببیں ہلال محرم بخواہ ساغر راح ۔۔۔ کہ ماہ امن و امانست و سال صلح و صلاح

محرم کا ہلال دیکھو اور شراب کا پیالہ پیو کیونکہ امن و امان کا مہینہ اور بہتری اور بہبودی کا سال ہی

شیعونکے نزدیک محرم کا مہینہ سوگ اور ماتم کا مہینہ ہی۔ کیونکہ امام حسینؑ اسمیں شہید ہوے ہیں اور وہ محرم کا ہلال دیکھتے ہی جام شراب طلب کرتے ہیں اور خوشی کرتے ہیں

دوسرا یہ کہ لوگ تبرکًا اور تیمنًا اپنی کتاب کو اللہ اور رسول کی تعریف یا قران کی

یسی آیت سے شروع کرتے ہیں اور خواجہ نے اپنے دیوان کو یزید کے مصرعہ سے شروع کیا ہی۔ اس کا شعر ہی۔

انا المسموم ما عندی بتریاق ولا راقی　　ادر کاسا وناولہا الا یا ایہا الساقی

مجکو زہر دیا گیا ہی نہ میرے پاس تریاق ہی نہ منتر پڑھنے والا ہی اے ساقی ساغر ہی کا دور چلا اور پیالہ عنایت کے

خواجہ نے اسکے دوسرے مصرعہ میں ذرا سا تغیر تبدل کر کے اسی سے اپنا دیوان شروع کیا ہی۔ ؎

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا　　کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

اہلی شیرازی نے گو کہ خواجہ کی طرف سے معذرت کی ہی کہ "مال کافر نصیب غازی" لیکن خطیب نیشاپوری راضی نہیں ہوتا وہ کہتا ہی کہ ایک شیر کے لئے یہ ننگ ہی کہ کوئی کتا منہ میں نوالہ لیے ہوے جا رہا ہو اور وہ اسکو چھین لے"

ہم اس معاملہ میں حیران تھے کہ خواجہ کو کس فرقہ میں شمار کریں۔ معتزلی کہتے ہیں تو سنی خفا ہوتے ہیں۔ سنی کہتے ہیں تو شیعہ رنجیدہ ہوتے ہیں۔ آخر خود ہم نے خواجہ سے سوال کیا کہ بتائیے آپ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آزاد منش خواجہ نے جواب دیا۔ ؎

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ　　چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

حقیقت یہ ہی کہ خواجہ ایک درویش کامل و صوفی باصفا تھے۔ وہ اس تفرقہ کے جال سے جو ظاہری تقلید سے پیدا ہوے ہیں۔ بالکل آزاد تھے وہ مذہب کی وسعت

کو سمجھتے تھے اور سچے مسلمان تھے۔ ان کا درجہ فرقہ بندی کی دسترس سے بہت بلند تھا

۴ برو ایں دام بر مرغ دگر نہ — کہ عنقا را بلند است آشیانہ

ذاتی حالات

خواجہ کی زندگی درویشانہ اور فقیرانہ زندگی تھی۔ انکے تمام اوقات علمی مشاغل عبادت اور ریاضت میں صرف ہوتے تھے۔ سیر چشمی اور فیاضی جو بزرگوں کا خاصہ ہے انہیں بدرجہ کمال موجود تھی۔ اور دنیاوی جاہ و مال کی خواہش سے انکا رتبہ بہت بلند تھا ان کی تمام آمدنی فقرا اور درویشوں کے لیے وقف تھی۔ اور بیگانہ اور آشنا سب کے لیے ان کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ ۵ حافظ

۵ ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو — گیر و دار حاجب و دربان بدیں درگاہ نیست

انکی روزی بادشاہوں و امرا کی فیاضی پر منحصر نہ تھی بلکہ وہ مدرسہ میں تعلیم دیتے تھے اور اسکی آمدنی سے گذارہ کرتے تھے انکی ایک بہن چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ مری تھی انکی پرورش بھی انہیں کے ذمہ تھی۔

وہ مجذوب صوفی یا آزاد مجرد نہ تھے۔ انھوں نے شادی بھی کی تھی۔ اور انکے دو بیٹے تھے ایک بیٹا نوعمری کی حالت میں مرگیا۔ اس کے مرثیہ میں یہ غزل لکھی۔

بلبلے خون جگر خورد و گلے حاصل کرد — باد غیرت بصدش خار پریشان دل کرد

طوطئے را بخیال شکرے دل خوش بود | ناگہش سیل فنا نقش امل باطل کرد
قرۃ العین من آن میوۂ دل یادش باد | کہ خود آسان بشد و کار مرا مشکل کرد
آہ فریاد کہ از چشم حسود مہ و مہر | در لحد گاہ کمان ابروئے من منزل کرد

نزدی شاہ رخ و فوت شد امکان حافظ
چہ کنم بازی ایام مرا غافل کرد

بیان کیا جاتا ہے کہ خواجہ کی اہلیہ تھیں جو ایک نیک سیرت اور حسین و جمیل بیوی تھیں عین شباب ہی کے زمانہ میں انتقال فرما گئیں۔ خواجہ کو انکی موت سے ایسا صدمہ ہوا کہ پھر دوسرا نکاح نہیں کیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ غزل انھیں کے مرثیہ میں لکھی ہے۔

آن یار کزو خانۂ ما جائے پری بود | سر تا بقدم چون پری از عیب بری بود
دل گفت فرو کش کنم این شہر ببویش | بیچارہ ندانست کہ یارش سفری بود
از چنگ منش اختر بدمہر بدر کرد | آرے چہ کنم آفت دور قمری بود
عذرے بنہ ای دل کہ تو درویشی و او را | در مملکت حسن سر تاجوری بود
خوش بود لب آب و گل و سبزہ و نسرین | افسوس کہ آن گنج روان رہگذری بود
اوقات خوش آن بود کہ با دوست بسر شد | باقی ہمہ بیحاصلی و بے خبری بود

ہر گنج سعادت کہ خدا داد بحافظ
از یمن دعائے شب و ورد سحری بود

دوسرے بیٹے کا نام شاہ نعمان تھا وہ ہندوستان میں آئے تھے۔
برہان پور میں انھوں نے انتقال کیا۔ انکی قبر بھی وہیں قلعہ آسیر کے قریب ہی۔

حب وطن

وطن کی محبت کم وبیش ہر شخص کے اندر ہوتی ہی لیکن شعرا کے اندر جن کا احساس
عام لوگوں سے زیادہ تیز اور لطیف ہوتا ہی خصوصیت کے ساتھ یہ جذبہ پایا جاتا ہی
خواجہ کے جسطرح تمام شاعرانہ جذبات نہایت بلند تھے۔ اسطرح حب وطن کا بھی جذبہ
انمیں بلند تھا۔

وطن بھی کیسا وطن۔ شیراز جیسا مینوسواد عروس البلاد وطن جہانکی آب وہوا
نہ زیادہ گرم ہی نہ سرد ہی۔ بلکہ نہایت معتدل اور خوشگوار ہی۔ اور جو صدیوں تک شاہان
فارس کا پایۂ تخت رہا ہی۔ جسکی خاک سے سینکڑوں بڑے بڑے نامور علما ر فضلا ر
اور اہل کمال پیدا ہوئے جنکے کارنامے اور تصنیفیں ابتک مسلمانونکے لیے مایۂ ناز ہیں
اکثر شاعروں نے شیراز کی تعریف میں اشعار او قصیدے لکھے ہیں۔ شیخ سعدی
نے بھی اس شہر کی اور یہاں کے باشندوں کی مدح کی ہی۔ لیکن حقیقت یہ ہی کہ شیراز
کو ہر دلعزیز بنانیوالے وہی اشعار ہیں جو خواجہ نے اسکی تعریف میں لکھدیئے ہیں
سعدی کہتے ہیں۔

دست از دامنم نمی دارد   خاک شیراز و آب رکناباد

شیراز کی خاک اور رکنا باد کا چشمہ دونوں میرا دامن نہیں چھوڑتے ہیں ۔

خواجہ فرماتے ہیں ۔

نمی دہند اجازت مرا بسیر و سفر　　نسیم باغ مصلے و آب رکنا باد

باغ مصلے کی نسیم اور رکنا باد کا چشمہ دونوں مجھے کہیں آنے جانیکی اجازت نہیں دیتے

خواجہ کو اپنے دلفریب وطن اور اسکی پرفضا سیرگاہوں سے اسقدر محبت تھی کہ وہ کہیں دوسرے جگہ آنا جانا پسند نہیں کرتے تھے ۔ ایک دفعہ یزد والوں کے بڑے اصرار سے وہاں تشریف لیگئے شیراز کی یاد میں کیسا آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں ۔

نماز شام غریباں چو مویہ آغازم　　بنالہائے غریبانہ قصہ پردازم
بیاد یار و دیار آنچناں بگریم زار　　کہ از جہاں رہ و رسم سفر بیندازم
ہوائے منزل جاناں چو آب زندگی ست　　صبا بیار نسیمے ز خاک شیرازم
خدائے را مددے ای دلیل راہ کہ من　　بکوئے میکدہ دیگر علم برافرازم
من از بلاد حبیبم نہ از دیار رقیب　　یا مہیمنا برفیقاں خود رساں بازم

زچنگ زہرہ شنیدم کہ صبحدم میگفت
مرید حافظ خوش لہجہ خوش آوازم

اور وہاں سے جب شیراز کو واپس آئے ہیں تو اسطرح پھر کہیں نہ جانے کا عہد کرتے ہیں ۔

دگر ز منزل جاناں سفر مکن درویش | کہ سیر معنوی و کنج خانقاہت بس
زیادتی مطلب کار بر خود آسان کن | کہ شیشۂ مے لعل و بتے چو ماہت بس

انھوں نے شیراز کی تعریف میں یہ غزل بھی لکھی ہی، جو "غزل شیرازی" کے نام سے مشہور ہی۔

خوشا شیراز و وضع بے مثالش | خداوندا نگہدار از زوالش
ز رکنا باد ما صد لوحش اللہ | کہ عمر خضر مے بخشد زلالش
میان جعفر آباد و مصلے | عبیر آمیز مے آید شمالش
بشیراز آئے و فیض روح قدسی | بجوا ز مردم صاحب کمالش
کہ نام قند مصری برد آنجا | کہ شیرینان ندادند انفعالش
صبا زاں لولی شنگول سرمست | چہ داری آگہی چونست حالش
مکن بیدار ازیں خوابم خدارا | کہ دارم عشرتے خوش با خیالش

چرا حافظ چو میترسیدی از ہجر
نکردی شکر ایام وصالش

شیراز کے مشرقی سمت میں دو میل کے فاصلہ پر ایک مسطح اور خوشنما مرغزار ہی۔ جس کا نام **خاک مصلے** ہی۔ اسمیں ہمیشہ قدرتی سبزہ کا فرش بچھا رہتا ہی۔ اور بہار کے زمانہ میں رنگ برنگ کے خود رو پھول اس کثرت سے کھل جاتے ہیں کہ تمام میدان گلزار بنجاتا ہی۔ اسمیں نہر رکنی۔ یا رکنا باد جاری ہی۔ جو **رکن الدولہ** دیلمی نے نکالی تھی اور جس کا پانی نہایت صاف شفاف اور شیریں ہی خواجہ اسکی مدح میں کہتے ہیں۔

بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت کنار آب رکنا باد و گل گشت مصلے را

اس نہر کے منبع کا نام "اللہ اکبر" ہے خواجہ نے ایک غزل میں لکھا ہے۔

فرق است ز آب خضر کہ ظلمات جائے اوست تا آب ما کہ منبعش اللہ اکبر ست

خضر کے چشمہ آب حیات میں کہ ظلمات میں ہے اور ہمارے اس چشمہ میں جس کا منبع اللہ اکبر ہے بڑا فرق ہے

شیراز کی اکثر سیرگاہیں اور باغات بھی اسی جانب واقع ہیں اور قطعہ زمین ایک نہایت پر فضا مقام ہے۔ خواجہ کی طبیعت چونکہ فطرتاً شاعرانہ تھی اسلئے وہ قدرتی مناظر دلفریب اور پر فضا مقامات کو جہاں کسیقدر تنہائی بھی ہو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اسی وجہ سے خاک مصلے انکو بہت پیاری تھی۔ اکثر اپنے فرصت کے اوقات میں وہیں چلے جاتے تھے۔ اور دل بہلاتے تھے اور اسکو تمام دنیا پر، وہ ترجیح دیتے تھے۔ کہتے ہیں۔

شیراز و آب رکنی و ایں باغ خوش نسیم عیبش مکن۔ کہ خال رخ ہفت کشور است

شیراز اور چشمہ رکنی اور اس پر فضا باغ کو برا نہ کہو کیونکہ یہ تمام دنیا کے چہرہ کا تل ہے

وفات

تقریباً ۶۰ سال کی عمر میں ۷۹۱ھ میں خواجہ نے شیراز ہی میں وفات پائی جنازہ پر خلقت خدا کا بڑا ہجوم تھا۔ شہر کے تمام امرا و رؤسا حتی کہ منصور بن مظفر بادشاہ وقت بھی شریک تھا۔ خواجہ کو چونکہ خاک مصلے سے اپنی زندگی میں بہت الفت تھی اس لیئے لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ مرنیکے بعد بھی انکو اس مقام سے جدا نکرنا چاہیے

اور یہیں دفن کرنا چاہیے۔ ع

قبر بلبل کی بنے گلزار میں

چنانچہ اسی میں وہ ایک شمشاد کے درخت کے نیچے جسکو انھوں نے خود لگایا تھا دفن کیے گئے۔ لطف یہ ہے کہ "خاک مصلےٰ" ہی سے انکی وفات کی تاریخ بھی نکل آئی۔ اسی زمانہ کے کسی شاعر نے جسکا نام معلوم نہ ہوسکا۔ اسکو نظم کرکے اسطرح قطعۂ تاریخ بنا دیا۔

چراغ اہل معنے خواجہ حافظ ۔۔۔ کہ شمعے بود از نور تجلے

چو در خاک مصلےٰ ساخت منزل ۔۔۔ بجو تاریخش از "خاک مصلےٰ"

خواجہ کا مزار خاک مصلےٰ کے جس حصہ میں ہے وہ انہیں کے نام سے "حافظیہ" کہلاتا ہے۔ اس سے دو سو گز فاصلہ پر مغرب کی طرف مسجد مصلےٰ ہے۔

خواجہ کی قبر جیسا کہ انھوں نے خود لکھا تھا۔

بر سر تربت ما چوں گذری ہمت خواہ ۔۔۔ کہ زیارت گہ رندان جہاں خواہد بود

ہماری قبر پر جب تمہارا گذر ہو تو دعا مانگو کیونکہ ہماری قبر دنیا بھر کے رندوں کی زیارت گاہ ہوگی

ایک مشہور زیارت گاہ ہے۔ دور دور سے لوگ خاصکر فقرا اور درویش اسکی زیارت کے لیئے آتے ہیں۔

۸۵۵ھ میں جب سلطان ابوالقاسم بابر بہادر نے شیراز پر قبضہ کیا تو مولانا محمد معمائی نے جو سلطان مذکور کے وزیر تھے خواجہ کی قبر پر ایک خوشنما گنبد

بنوا دیا۔

کریم خاں زند نے اپنے عہد حکومت میں باغ مصلے کو جسمیں نہر رکنی جاری ہی درست کرایا۔ اور وہاں درویشوں کے رہنے کے لیے ایک خانقاہ بھی بنوادی تربت پر سنگ مرمر کا ایک خوبصورت تختہ لگوا کر نہایت خوشنما نستعلیق خط میں بیچ میں یہ غزل کندہ کرائی۔

مژدۂ وصل تو کو کز سر جان برخیزم   طائر قدسم و از جانِ جہاں برخیزم
یارب از ابر ہدایت برساں بارانے   پیشتر زانکہ چو گردے زمیاں برخیزم
بولائے تو کہ گر بندۂ خویشم خوانی   از سر خواجگی کون و مکاں برخیزم
بر سر تربت من بے مے و مطرب منشیں   تا بہ بویت زلحد رقص کناں برخیزم
گرچہ پیرم تو شبے تنگ در آغوشم گیر   تا سحرگہ زکنار تو جواں برخیزم
تو مپندار کہ از خاک سر کوئے تو من   بجفائے فلک و جور زماں برخیزم

سرو بالا بنما اے بت شیریں حرکات
کہ چوں حافظ زسر جان جہاں برخیزم

حاشیہ پر یہ غزل کندہ ہے۔

اے دل غلام شاہ جہاں باش و شاد باش   پیوستہ در حمایت لطف الہ باش
از خارجی ہزار بیک جو نمی خرند   گو کوہ تا بکوہ منافق سیاہ باش
چوں احمدم شفیع بود روز رستخیز   گو این تن بلاکش ما پر گناہ باش

امروز زنده ام بولائے تو یا علی | فردا بروح پاک امامان گواه باش
آنرا کہ دوستی علی نیست کافرست | گو زاہد زمانہ و گو شیخ راه باش
مرد خدا کہ زاہد و تقوے طلب کند | خواہی سفید جامہ و خواہی سیاه باش
قبر امام ہشتم سلطان دین رضا | از جاں ببوس و بر در آن بارگاه باش
دستت نمی رسد کہ بچینی گلے زباغ | بارے بپائے گلبن ایشان گیاه باش

حافظ طریق بندگی شاه پیشہ کن
وانگاه در طریق چو مردان راه باش

لیکن یہ غزل خواجہ کی نہیں ہے - کریم خاں زند نے کسی سے تصنیف کرا کے لکھوائی ہے - کیونکہ ۱۱۳۰ھ یعنی کریم خاں زند کے بیشتر کے دیوان حافظ کے نسخوں میں نہیں پائی جاتی - ہمارے پاس اسوقت چار نسخے ہیں - ایک ۸۵۲ھ کا لکھا ہوا ہے دوسرا ۹۸۱ھ کا تیسرا ۹۳۱ء کا چوتھا ۱۲۰۰ھ کا انمیں سے پہلے تینوں نسخوں میں نہیں ہے صرف چوتھے میں ہے - مولانا سودی رح کے نسخہ (جسکا ذکر آگے آئیگا) میں بھی نہیں ہے بلکہ لکھتا ہے کہ "تعلیم یافتہ ترکوں نے عام طور پر مجھسے کہا کہ یہ غزل کسی غیر شخص نے لکھکر دیوان میں داخل کر دی ہے"

تصنیفات

تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ نے تفسیر کشاف پر ایک حاشیہ لکھا تھا -

ہم نے اسکو بہت تلاش کیا مگر افسوس ہی کہ نہیں مل سکا۔ کشف الظنون ۔ اور اکسیر میں جہاں ان کتابوں کی فہرست درج ہی جو علوم قرانیہ کے متعلق لکھی گئی ہیں وہاں تفسیر کشاف کے حاشیوں۔ شرحوں اور خلاصونکو بھی نام بنام لکھا ہی۔ انمیں بھی خواجہ کے حاشیہ کا ذکر نہیں ہی یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ خواجہ نے حاشیہ ہی نہیں لکھا کیوں کہ شیراز کے علماء نے اور خاصکر اسی صدی کے علما نے جسمیں خواجہ موجود تھے کشاف کے متعلق کتابیں لکھی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ تفسیر وہاں کے علما کے حلقہ میں دلچسپی کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ پھر خواجہ نے جو تفسیریں پڑہاتے تھے اور اس فن سے خاص ذوق رکھتے تھے کچھ عجب نہیں کہ اس تفسیر پر جو انکو بہت پسند تھی حاشیہ لکھا ہو۔ مگر چونکہ سہل پسند طبیعتوں نے خود کشاف ہی کو جو ایک دقیق کتاب ہے ترک کردیا تو اس کے حواشی اور شروح کی طرف انسے توجہ کرنیکی کیا توقع ہوسکتی تھی اسلئے یہ قیاس کرنا غالباً صحیح ہوگا کہ خواجہ کا حاشیہ بھی منجملہ اور تصانیف کے علمی بے اعتنائی کا شکار ہوگیا انکی اسوقت جو یادگار ہی وہ دیوان ہی۔

خواجہ اپنے علمی مشاغل اور صوفیانہ ریاضتوں کی وجہ سے اپنے کلام کو جو انکی طبیعت کا ایک ادنی کرشمہ تھا کوئی بڑا کارنامہ نہیں سمجھتے تھے چنانچہ اپنی زندگی میں انھوں نے اسکے جمع کرنیکی طرف بھی توجہ نہیں کی۔ ان کی وفات کے بعد محمد گلندام نے جو انکے معتقدوں میں سے تھے۔ دیوان کو مرتب کیا۔ وہ دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"محافظت درس قران۔ وملازمت شغل سلطان۔ وتحشیہ کشاف ومصباح۔

ومطالعہ مطالع ومفتاح ۔ وتحصیل قوانین ادب ۔ وتجسس دواوین عرب از جمع ابیات
رغزلیاتش مانع آمدے ،،

یعنی "قران کی تعلیم ۔ بادشاہ کی ملازمت کشاف اور مصباح پر
حاشیہ لکھنے مطالع اور مفتاح کے مطالعہ ۔ علم ادب کی تحصیل اور
شعرار عرب کے دواوین کی جستجو میں وہ ایسے مصروف رہے کہ اپنے اشعار اور غزلوں
کو جمع نہیں کر سکے "

دیوان کی ترتیب اسی صورت پر ہی جس صورت پر دیگر شعرار فارس کے دواوین کی ہی حروف
تہجی کے سلسلہ کے مطابق الف سے یے تک ردیف وار غزلیں درج کی گئی ہیں
البتہ پ ۔ چ ۔ ژ ۔ ذ اور گ کی ردیف پر کوئی غزل نہیں ہی ۔

سب سے زیادہ جو امر افسوس ناک ہی ۔ وہ یہ ہی کہ خواجہ کے کلام میں دوسروں کا
کلام خلط ملط کر دیا گیا ہی ۔ اور بہت سی غزلیں و قصیدے غیروں کے اسمیں داخل
کر دئیے گئے ہیں جس کے بہت سے اسباب ہیں ایک بڑا سبب تو یہ ہی کہ بہت سے
لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے خیالات کو لوگوں میں پھیلانا چاہتے ہیں لیکن انکی
حیثیت اور عزت لوگوں میں اسقدر نہیں ہوتی کہ ان کے خیالات کی وقعت ہو اس لیے
وہ کسی بڑے آدمی کے نام کی طرف اسکو منسوب کر دیتے ہیں ۔ تاکہ لوگ وقعت کی نگاہ
سے دیکھیں ۔

حضرت علیؓ کے کہے ہوئے بہت تھوڑے سے اشعار ہونگے لیکن انکے نام سے

سینکڑوں آدمیوں نے اپنے اپنے خیالات عوام میں پھیلانیکی کوشش کی ہی چنانچہ انکی
وفات سے کئی صدی بعد انکے نام سے پورا دیوان تیار کرلیا گیا - اسی طرح حافظ کے
نام سے بھی بہت سی غزلیں اور رباعیاں گھڑکر لوگوں نے انکے دیوان میں داخل کردیں
دوسرے شعرا کا بھی کلام جو انکو پسند آیا اسکو بھی انھوں نے حافظ کا قرار دیدیا رضا قلی لکھتا
ہی - کہ سلماں ساوجی متوفی ۷۷۹ھ جو بغداد کے ایلکانی دربار کا بڑا معزز شاعر تھا اسکا
بھی کچھ کلام لوگوں نے اسکے دیوان سے خواجہ کے دیوان میں شامل کردیا ہی -

دوسرا سبب یہ ہی کہ سلطان مرزا شاہرخ کے درباریوں میں ایک شاعر
حافظ حلوائی تھا جو حافظ شیرازی ہی کے رنگ میں کہتا تھا - اس کا شعر ہی -

حافظ حلوا ئیم واندر کمال   معتقد حافظ شیرازیم

بعض لوگوں نے غلط فہمی سے اسکے بہت سے قصیدے اور غزلیں خواجہ
کی سمجھکر انکے دیوان میں داخل کردیئے -

تیسرا سبب یہ ہی کہ بعض لوگوں نے خواجہ کو شیعہ سمجھکے انکے دیوان میں ایسا کلام
ملحق کیا جس سے ثابت ہو کہ وہ شیعہ تھے جہانتک میں سمجھتا ہوں اس قسم کی غزلیں
او قصیدے اہلی شیرازی[1] یا اسکے کسی ہم عصر کی تصنیف سے ہیں -
الحاق کرنے والوں نے بھی غضب کیا ہی کہ عمر خیام کی بہت سی رباعیاں نقل

---

[1] اہلی شیرازی شاہ اسماعیل صفوی کے درباری شعرا میں سے تھا - ۹۴۲ھ میں وفات پائی خواجہ حافظ
کے مقبرہ میں مدفون ہوا ایک دیوان اور مثنوی سحر حلال یادگار ہے

کرلی ہیں۔ اور تو اور شیخ سعدی کے دیوان کے بیسیوں مشہور اشعار خواجہ کے دیوان میں داخل کر دیئے ہیں۔ مثلاً۔

بازآکہ در فراق تو چشم امیدوار — چوں گوش روزہ دار براللہ اکبرست

خیال روے کسے در سراست ہر کس را — مرا خیال کسے کز خیال بیرون ست

گنج آزادگی و کنج قناعت ملکے ست — کہ بہ شمشیر میسر نشود سلطان را

مندرجہ ذیل پوری غزل شیخ کی بہ تبدیل تخلص دیوان حافظ کے ان نسخوں میں جو بمبئی یا کانپور وغیرہ میں چھپے ہیں شامل کی گئی ہے۔

برخیز تا طریق تکلف رہا کنیم — دوکان معرفت بدو جو بہا کنیم

گر دیگر آں نگار قبا پوش بگذرد — ما نیز جامہائے تصوف قبا کنیم

ہفتاد زلت از نظر خلق در نجاب — بہتر ز طاعتے کہ بروئے ریا کنیم

آں کو بغیر سابقہ چندیں نواخت کرد — ممکن بود کہ عفو کند گر خطا کنیم

سعدی وفا نمیکند ایام سست مہر

ایں پنجروزہ عمر بیا تا وفا کنیم

لاہور کے چھپے ہوے اور نیز دیوان کے دوسرے نسخوں میں بھی شیخ کا یہ مشہور شعر جسکو گلستان پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں۔ موجود ہے۔

یا مکن با پیل بانان دوستی — یا بنا کن خانۂ در خورد پیل

اس سے زیادہ بدیہی مثال الحاق کی اور کیا ہوگی۔

دیوان کا ایک نسخہ اٹھا لیجئے اور دوسرے نسخے سے ملا کر دیکھیے سینکڑوں اشعار کا فرق نظر آئیگا۔ غزلیات کی ترتیب ایک نسخہ کی اور ہی دوسرے کی اور۔ ایک میں اگر چار سو غزلیں ہیں تو دوسرے میں پانچسو۔ سو سو غزلوں کا فرق پڑ جاتا ہی۔

شکر ہی کہ سب سے پہلے گیارہویں صدی ہجری کے ابتدا میں ایک ترک عالم مولانا سودیؔ نے جو بوسینیا کے باشندے تھے دیوان کو غالباً وینیا میں طبع کرایا اسکی نقل دوبارہ سہ بارہ لیپزگ اور وینا میں طبع ہوئی کچھ زمانہ ہوا قسطنطنیہ میں بھی چھاپی گئی ہی۔

مولانا سودیؔ نے نویں اور دسویں صدی ہجری کے دیوان کے بہت سے قلمی نسخے جمع کیے ان کا مقابلہ کرکے نہایت تصحیح کے ساتھ طبع کرایا۔ ہمارے پاس جو قلمی نسخہ دیوان کا ۹۵۲ھ کا لکھا ہوا ہی۔ اسکو مولانا سودی کے نسخے سے ملاکر ہم نے دیکھا سوائے غزلوں کی ترتیب کے کچھ زیادہ فرق نہیں پایا۔

عام بازاری نسخوں سے مولانا سودی کے نسخہ میں ۶۰ - ۷۰ غزلیں کم ہیں بمبئی مطبع فتح الکریم کے چھپے ہوئے نسخہ میں ۵۹۲ غزلیں ہیں مسٹر جیرٹ کے نسخہ میں ۵۷۳ اور مولانا سودی کے نسخہ میں ۵۲۸ ہیں علاوہ بریں اسی قسم کے ۲۰۱ شعر جو مختلف غزلوں میں داخل کر دیئے گئے ہیں۔ مولانا سودی کے نسخہ میں نہیں ہیں

قصیدوں کی کیفیت یہ ہی کہ مطبوعہ نسخوں میں سے کسی میں کوئی قصیدہ نہیں ہی۔ کسی میں چار ہیں کسی میں پانچ۔ ہمارے ۹۵۲ھ کے نسخے میں ایک بھی نہیں ہے

سنہ ۱۲۰۰ھ کے نسخہ میں سات ہیں

مگر عام طور پر قلمی نسخوں میں کوئی قصیدہ نہیں پایا جاتا۔ **بانکی پور** کے کتب خانہ کی قلمی کتابوں کی فہرست جو انگریزی میں مولوی **عبدالمقتدر خاں** صاحب نے مرتب کی ہی اور سال گذشتہ میں **کلکتہ** سے شائع ہوئی ہی۔ اس میں انھوں نے دیوان کے کئی قلمی نسخوں کا پتہ دیا ہی ان میں سے اکثر میں صرف یہ ایک قصیدہ ہی۔

جوزا سحر نہاد حمائل برابرم   یعنی غلام شاہم و سوگند میخورم

مسٹر ریچ کے سکرٹری نے سنہ ۱۲۰۲ء میں جو نسخہ اس دیوان سے نقل کیا ہی جو خواجہ کے مزار پر رکھا رہتا ہی اور جو **انڈیا افس** لائبریری میں موجود ہی اس میں بھی صرف یہی ایک قصیدہ ہی۔ قاضی نور اللہ صاحب نے اس قصیدے کو بھی غزل لکھا ہی۔ اور ہمارے پرانے نسخہ میں اس کا نہ غزلیات میں پتہ ہی نہ قصائد میں۔ ترکیب بند کا کسی پرانے نسخہ میں پتہ نہیں ہی۔ ہم خود حیرت میں ہیں کہ یہ ترکیب بند **شاہ ناصر الدین** کی مدح میں لکھا گیا ہی۔ اور اس صدی میں تمام فارس میں ناصر الدین نام کا کوئی بادشاہ ہمکو نہیں ملتا پھر یہ خواجہ کا کیسے ہو سکتا ہی ترجیع بند بھی پرانے نسخے میں نہیں ہی نہ مغنی نامہ ہی نہ ساقی نامہ ہی۔

رباعیات قلمی نسخوں سے کسی میں بیس ہیں کسی میں پچیس ہیں ہمارے پرانے نسخہ میں ۲۷ ہیں بمبئی اور لکھنؤ کے چھپے ہوئے نسخوں میں ۵ ۷ تک ان کی تعداد پہونچ گئی ہی۔

سنہ ۱۹۰۴ء میں **مطبع نامی** لکھنؤ نے دیوان کو اور بھی ملحقات سے بھر دیا اس

مطبع میں پہلے جو نسخہ چھپا تھا اس میں ۶۱۲۳ اشعار تھے سید جلال اندرابی نے جو غالباً اس مطبع سے کچھ تعلق رکھتے ہیں ایک شعر کسی کا دیکھا جس میں دیوان حافظ کے اشعار کی تعداد آٹھ ہزار بتائی گئی ہے۔ اس سے ان کو یہ شوق ہوا کہ آٹھ ہزار اشعار دیوان کے پورے کرنے چاہئیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے قلمی اور غیر ملکوں کے چھپے ہوئے ۱۰۴ نسخے دیوان حافظؒ کے جمع کیئے اور یہ اصول رکھا کہ کم سے کم چار نسخوں میں جو شعر ملے اُس کو لے لینا چاہیے چنانچہ اسطرح ۸۴ غزلیں ۵۹ رباعیاں ایک مثمن ۵۴ قطعات ایک مسدس ۲۴۲ اشعار متفرقہ اور بھی شامل کر دیئے۔ آخر میں خود لکھتے ہیں کہ ان میں سے بہت سے اشعار اور غزلوں کی نسبت ملحق ہونیکا گمان غالب تھا لیکن آٹھ ہزار اشعار کی تکمیل کے شوق میں انکو چھوڑنا مناسب نہ سمجھا۔ ہم اس شوق اور مذاق کو کیا کہیں جس کی بدولت ایک ایسی قیمتی محنت رائگاں گئی۔

ہم مولانا سودیؒ کیلیئے دعائے خیر کرتے ہیں کہ انھوں نے حافظ کی سچی خدمت کی اور آج سے تین سو برس پہلے انکے کلام کا قابل اعتبار اور صحیح مجموعہ چھاپکر شائع کیا۔

کلام کی اشاعت

خواجہ کا کلام چونکہ مقبول خاص و عام تھا اسوجہ سے بہت تھوڑے عرصہ میں

ملکوں ملکوں پھیل گیا ہزارہا نسخے اس کے لکھے گئے۔

چھاپہ کی ایجاد کے بعد سب سے پہلے مولانا سودی نے سترھویں صدی عیسوی کے آغاز میں اسکو چھاپکر شائع کیا۔ ترکی زبان میں اس کی ایک شرح بھی لکھی بعد ازاں پھر مختلف ملکوںمیں وہ چھپا۔

اسوقت ہمارے سامنے دو فہرستیں موجود ہیں جنمیں دیوان حافظ کے طبع اور اشاعت کی مختصر کیفیت لکھی ہوئی ہے۔

ایک "کیٹالاگ آف دی پرشین مینوسکرپٹس ایٹ دی برٹش میوزیم (برٹش میوزیم کی فارسی کی قلمی کتابوں کی فہرست) مرتبہ مسٹر چارلس ریو دوسری "کیٹالاگ آف دی اریبک اینڈ پرشین مینوسکرپٹس ان اورینٹل پبلک لائبریری ایٹ بانکی پور" (بانکی پور کے کتب خانہ عام کی فارسی اور عربی کی قلمی کتابوں کی فہرست) مرتبہ مولوی عبدالمقتدر صاحب۔ انکے علاوہ دیوان کے بیسیوں نسخے دنیا کے مختلف حصوں کے چھپے ہوئے بھی ہمارے پاس موجود ہیں اسلیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے علم کے مطابق دیوان کے طبع اور اشاعت کی کیفیت درج کریں۔

نام مقام	سن طبع	مختصر کیفیت	نام مقام	سن طبع	مختصر کیفیت
لندن	ابتداء ۱۶۱۵ء ۱۷۹۱ء	مولانا سودی کا نسخہ۔ حافظ کے مختصر حالات زندگی			بھی دیباچہ کے ساتھ ہیں

نام مقام	سن طبع	مختصر کیفیت
کلکتہ	سنہ ۱۷۹۱ع	
״	سنہ ۱۸۲۶ع	مع شرح مولوی فتح علی صاحب
״	سنہ ۱۸۵۰ع	״ ״
״	سنہ ۱۸۸۱ع	مسٹر جیرٹ نے کسیقدر تصحیح کے ساتھ چھپوایا۔
لیپزگ	سنہ ۱۸۵۴ع	براکہاس نے مولانا سودی کا نسخہ معہ انکی شرح کے طبع کرایا
وینا	سنہ ۱۸۵۰ع	روزنزویگ نے معہ اپنے ترجمہ کے تین جلدوں میں شائع کیا۔
״	سنہ ۱۸۶۳ع	مولانا سودی کے نسخہ کی نقل ہی
״	سنہ ۱۸۶۴ع	
قسطنطنیہ	سنہ ۱۲۵۷ھ	
״	سنہ ۱۸۷۰ع	مع دو شرحوں کے

نام مقام	سن طبع	مختصر کیفیت
		ایک مولانا سودی کی دوسری مولانا سید محمد ابن سید حسن الاشعری الفنونی کی۔
طہران	سنہ ۱۲۵۸ھ	
تبریز	سنہ ۱۲۵۷ھ	
״	سنہ ۱۲۶۴ھ	
اصفہان	سنہ ۱۲۶۵ھ	بہت غلط چھپا ہی
مشہد	سنہ ۱۲۶۴ع	
بمبئی	چھ مرتبہ	سنہ ۱۲۸۰ھ سنہ ۱۸۴۱ع سنہ ۱۸۸۳ع سنہ ۱۲۶۷ھ سنہ ۱۲۷۷ھ سنہ ۱۸۹۹ع
بولاق مصر	سنہ ۱۲۵۰ھ	
״	سنہ ۱۲۵۷ھ	
״	سنہ ۱۲۸۱ھ	
دہلی	سنہ ۱۲۶۹ھ	
״	سنہ ۱۸۸۸ع	
آگرہ	سنہ ۱۸۶۱ع	

لاہور سنہ ۱۸۸۸ء " سنہ ۱۹۰۰ء لکھنؤ تیرہ بار	مطبع نولکشور میں سنہ ۱۸۷۶ء سے سنہ ۱۹۰۶ء تک نو مرتبہ	کانپور "	سنہ ۱۸۳۱ء سنہ ۱۹۰۲ء	مطبع نامی میں سنہ ۱۹۰۴ء تک چار مرتبہ منشی رحمت اللہ رعد کا نسخہ

منشی رحمت اللہ رعد کا نسخہ جب ہم نے دیکھا تو ہماری طبیعت بہت خوش ہوئی
کیونکہ منشی صاحب موصوف نے نہایت عمدہ چھاپا ہے شروع میں خواجہ کی تصویر بھی ہے
ہمارا بھی ارادہ ہوا کہ ہم اس تصویر کو خواجہ کی اس سوانح عمری کے ساتھ شامل
کردیں لیکن منشی صاحب نے اس کی کوئی سند نہیں لکھی۔ ہم نے بطور خود تحقیق کیا تو وہ ہمکو
کچھ زیادہ قابل اعتبار نہیں معلوم ہوئی۔ اس لیے ہم نے اسکو نہیں شامل کیا۔
اصل یہ ہے کہ کریم خان زند نے بارہویں صدی ہجری کے وسط میں ایک احاطہ
بنوایا ہے جسمیں سات درویشوں کی قبریں ہیں اس احاطہ کا نام ہفتن ہے۔ دروازہ
پر شیخ سعدی اور خواجہ حافظ کے نصف قد کے مجسمے لگائے ہیں۔
یورپین سیاحوں نے انہیں کے عکس لیکر دنیا میں پھیلا دیے لیکن آپ خیال
فرما سکتے ہیں کہ جو شبیہ وفات کے کئی سو برس بعد بنی ہو وہ کہاں تک صحیح ہو سکتی ہے۔
منشی صاحب نے اس نسخہ میں انگریزی روش کی تقلید میں اردو میں ایک دیباچہ بھی لکھا ہے
جسمیں خواجہ کے مختصر حالات ہیں۔ ہم نے پہلے اسکو بڑے شوق سے پڑھا۔ پڑھ کر نہایت

افسوس ہوا۔ کیونکہ اس میں خواجہ کو رند اور میخوار ظاہر کیا ہی ایک جگہ غلاموں کے ہاتھوں
انکی تشہیر بھی کرائی ہی معلوم ہوتا ہی کہ بکنل کے ترجمہ یا انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا سے جو
ایک تاجرانہ تصنیف ہی منشی صاحب غلطی میں پڑ گئے ہیں۔

منشی صاحب نے یہ خوبصورت دیوان چھاپکر جسقدر خواجہ کی روح کو خوش کیا تھا یہ
دیباچہ لکھکر اس سے زیادہ رنجیدہ کردیا ہم نے تھوڑی دیر تک افسوس کرنیکے بعد
آگے کے ورق الٹے پہلے ہی نگاہ کے سامنے یہ شعر آیا۔

درکوئے نیک نامی مارا گذر ندادند گر تو نمے پسندی تغیر کن قضا را

فوراً ہی تصور کی نگاہ میں خواجہ مسکراتے ہوئے نظر آئے۔ ہم نے کہا کہ آپ
بھی عجیب متحمل آدمی ہیں کہ کوئی کچھ کہے ذرا پروا نہیں کرتے اور ہنسی میں ٹالدیتے ہیں
بار بار اس شعر کو پڑھتے رہے اور اُسوقت خاص طور پر اسمیں لطف آیا اسکے
ساتھ ہی پھر اسطرف خیال گیا کہ آخر وجہ کیا ہوئی جو اتنے بڑے بزرگ ولی اللہ کو اسطرح
لوگوں نے بدنام کیا۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا پھر ایکبارگی بہت سے ورق الٹ دیئے دفعتاً
اس شعر پر نظر پڑی۔

مارا بر ندی افسانہ کردند پیران جاہل شیخان گمراہ

ہم نے کہا۔ ہاں ہاں حقیقت میں یہی بات ہی ”الناس اعداء ما جہلوا“ لوگ جس
چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں، حافظ کو بوجہ اس کے اعلیٰ کمالات
کے جہال نہیں سمجھ سکے اور انھوں نے اسکو بدنام کیا۔

ـ دیوان حافظ کی بہت سی شرحیں اور نیز ترجمے ایشیا کی مختلف زبانوں میں لوگوں نے لکھی ہیں ہم اپنی معلومات کے مطابق ذیل میں انکی بھی ایک فہرست لکھتے ہیں۔

نام کتاب	نام مصنف	مطبوعہ یا قلمی	زبان	کیفیت
شرح دیوان حافظ	مولانا سودی	مطبوعہ قسطنطنیہ	ترکی	
"	مولانا سید محمد ابن سید حسین الشعری الفنونی	" "	"	
"	مولانا شمعی	قلمی کتب خانہ سلطانی	"	
"	مصطفے بیگ مصلح الدین سروری	" برٹش میوزیم	"	
"	شیخ محمد افضل الہ آبادی	" کتبخانہ بانکی پور	فارسی	
"	میر سیف الدین ابو الحسن عبد الرحمن ختمی	" "	"	
"	شیخ محمد دہلوی	" "	"	ان شرحوں کا پتہ فانی کی دوسری شرحوں سے لگا لیکن یہ معلوم ہو سکا کہ یہ کس کتب خانہ میں ہیں
"	مولوی سید علی صاحب	" "	"	
"	شیخ یوسف لاہوری	" "	"	
"	نام معلوم نہ ہوسکا	" کتب خانہ	"	
"	مولوی صادق علی صاحب	مطبوعہ لکھنؤ	"	
حاشیہ	مولوی فتح علی صاحب	" بمبئی وغیرہ	"	
بدر الشروح	مولانا بدر الدین اکبر آبادی	" دہلی	"	
حاشیہ	مولوی ہادی علی صاحب	" لکھنؤ	"	

شرح یوسفی	مولوی محمد یوسف علیشاہ چشتی	مطبوعہ	لکھنؤ	اردو	
ترجمہ دیوان حافظ	منشی میرزا جان صاحب	"	"	"	
نستابستک	کرشنا چندر موزمدار	"	کلکتہ	بنگالی	
ترجمہ انتخاب دیوان	. . . . . .	"	لاہور	پنجابی	

ان میں سے اکثر ہمارے مطالعہ میں آئیں۔

ان تمام شارحوں سے ہمکو عام شکایت یہ ہے کہ انھوں نے بالکل صوفیانہ مذاق کی شرحیں لکھی ہیں۔ ادبی خوبیاں جو خواجہ کے کلام میں ہیں انکو ظاہر نہیں کیا ہے۔ یہ صرف خانقاہوں میں پڑھی جانیکے قابل ہیں۔

صوفیانہ کلام میں جو خوبی ہے وہ اسیوقت تک قائم رہتی ہے جبتک کہ مجاز اور حقیقت دونوں پر منطبق ہو۔ جب اسمیں سے ایک پہلو کالڈالا جائے تو اسمیں کوئی خوبی باقی نہیں رہتی ان شارحوں نے بھی موتی کی آب چھیلنے کی کوشش کی ہے جس سے آب بھی گئی اور موتی بھی خراب ہوا۔

دوسری شکایت یہ ہے کہ مشکل اشعار کی شرح سے گریز کرتے ہیں اور آسان اور غیر ضروری باتوں کی تفصیل میں صفحے کے صفحے سیاہ کردیتے ہیں اسکے ساتھ ہی تاریخی اور ادبی معلومات کا مطلق پتہ نہیں ہے جس کے بغیر پڑھنے والے کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔

مولانا سودی کی شرح کے بھی جابجا سے ترجمے ہم نے سنے اسمیں ادبی خوبیوں کا بڑا خیال رکھا گیا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ اس کا ترجمہ اردو میں کیا جائے۔ مولانا سودی بھی خوب

آدمی تھے۔ ۶

ہزار رحمت حق بر روانِ سودی باد

سترھویں صدی کی ابتدا سے خواجہ کی بعض بعض غزلوں کے ترجمے یورپ کی بھی مختلف زبانوں میں نظم و نثر میں شروع ہوے اور لوگوں نے انکے ساتھ دلچسپی لینی شروع کی۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں **ولیم اوسلی** - اور **وان ہیمر** وغیرہ نے جرمن اور انگریزی زبانوں میں دیوان کے ترجمے شائع کئے **ولیم جونس** نے کئی غزلوں کے مضمون لیکر انگریزی میں گیت بنا دیئے جن میں سے " اگر آں ترک شیرازی " کا گیت نہایت دلفریب اور عام پسند ہوا اور لوگ اسکو گانے لگے اسوقت سے خواجہ کے ساتھ یورپ میں ایک عام دلچسپی پیدا ہوگئی اور تمام یورپین زبانوں میں انکے دیوان کے ترجمے شائع ہوے۔ اور لوگوں نے انکے متعلق کتابیں لکھنی شروع کیں۔

دیوان کے ترجمے اور وہ تصنیفیں اور مضامین جو یورپ کی مختلف زبانوں میں خواجہ کے متعلق لکھے گئے ہیں ان کا کون شمار کرسکتا ہے ذیل میں ہم خواجہ کے کلام کے صرف ان ترجموں کی ایک فہرست لکھتے ہیں جو انگریزی یا بعض دوسری یورپین زبانوں میں ہمکو معلوم ہو سکے۔

نام مترجم	کام کی نوعیت	مقام اشاعت	سنہ اشاعت
مینِنسکی	دیوان کی پہلی غزل کا لاطینی نثر میں ترجمہ	وینا	سنہ ۱۶۸۰ء
ہائڈ	" " "	اکسفورڈ	سنہ ۱۷۶۷ء
ریوسکی	ابتدائی سولہ غزلوں کا لاطینی نثر میں۔	وینا	سنہ ۱۷۷۱ء

نام مترجم	کام کی نوعیت	مقام اشاعت	سنہ اشاعت
رچرڈسن	"اسپیسیمین آف پرشین پوئٹری" پہلی سولہ غزلوں کا انگریزی میں	لنڈن	سنہ ۱۷۷۴ء
ولیم جونس	پورا دیوان انگریزی نثر میں پانچ جلدوں میں	"	سنہ ۱۷۹۷ء
ولیم اوسلی	" تین جلدوں میں	"	سنہ ۱۷۹۸
ولیم جونس	۷۵ غزلیں فرانسیسی نظم میں	"	سنہ ۱۷۹۹ء
ہنڈلی	۱۱ غزلیں انگریزی نظم میں	"	سنہ ۱۸۰۰ء
وان ہیمر	پورا دیوان جرمن نظم میں		سنہ ۱۸۱۲ء
ڈانز	" " نثر میں دو جلدوں میں	ہمبرگ	سنہ ۱۸۴۶ء
"	" " " " " "	نورنبرگ	سنہ ۱۸۵۲ء
روزنزویگ	متن دیوان مع ترجمہ جرمن نثر میں تین جلدوں میں	وینا	سنہ ۱۸۵۸ء
نیسل مین	انتخاب دیوان جرمن نظم میں	برلن	سنہ ۱۸۶۵ء
رابن سن	سو غزلوں کا انگریزی نثر میں	لنڈن	سنہ ۱۸۷۳ء
بکنل	۱۲۰ غزلوں کا انگریزی نظم میں	"	سنہ ۱۸۷۵ء
بودنسٹیٹ	پورا دیوان جرمن نثر میں	برلن	سنہ ۱۸۷۷ء
کپتان کلارک	پورا دیوان انگریزی نثر میں دو جلدوں میں	لنڈن	سنہ ۱۸۹۱ء
جان ناٹ	۱۰ غزلیں انگریزی نظم میں	"	

اکثر انگریزی ترجمے ہمارے دیکھنے میں آئے ہم نے انکو پسند کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ کسی

زبان سے دوسری زبان میں معمولی مضامین کا ترجمہ نہیں جسکو ترجمہ کہ سکیں دشوار ہے۔ پھر
شاعری کا ترجمہ کرنا کیسے ممکن ہے۔ ترجمہ سے صرف شعر کا معنی ظاہر کیا جا سکتا ہے اسمیں
جو زبان کی اسلوب بیان کی الفاظ کے نشست کی خوبیاں ہوتی ہیں ان کا ظاہر کرنا محال
ہے ہر ایک مترجم نے اس بات کا خود بھی اعتراف کیا ہے۔

انگریزی کے تمام ترجموں میں ہمکو کپتان کلارک کا ترجمہ زیادہ پسند آیا ہے۔ وہ ساتھ
ساتھ مشکل اشعار کی تشریح بھی کرتے گئے ہیں۔

میڈم یوٹ لکھتی ہے کہ حافظ کے ترجمہ میں بہ نسبت فرانسیسی اور انگریزی کے
جرمن زبان میں زیادہ کامیابی ہوئی ہے۔ کیونکہ اسمیں اس قسم کے شاعرانہ خیالات کے ترجمہ
کرنیکے لیے بہت سی آسانیاں ہیں۔

خواجہ کے کلام پر ایک نظر

خواجہ کے کلام سے ہماری مراد صرف غزلیات ہیں کیونکہ ہم لکھ چکے ہیں کہ غزلوں کے
علاوہ اور جو چیزیں مثلاً قصیدے ترکیب بند ترجیع بند۔ مغنی نامہ۔ ساقی نامے
وغیرہ ہیں۔ ان سب کا صحیح نسخوں میں پتہ نہیں ہے۔ اس لیے اگر ہم زبردستی سے خواجہ
سر انکو منڈہ دیں تو یہ حقیقت اور انصاف دونوں کے خلاف ہوگا قطعات اور رباعیات
میں الحاق اسقدر کیا گیا ہے۔ کہ یقیناً کسی قطعہ یا رباعی کو خواجہ کی طرف منسوب کرنا مشکل
ہے۔ اگر چند رباعیاں یا قطعے انکے مان بھی لیئے جائیں تو ان سے انکے شاعری

کے رتبہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اسلیے ہم ان سب کو کالعدم سمجھتے ہیں۔

خواجہ غزل گوئی کے مرد میداں ہیں۔ مرد میدان نہیں بلکہ بادشاہ۔ اس لیے ہم صرف انکی غزل پر ایک نظر ڈالنی چاہتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے نفس شاعری کے متعلق بھی کچھ کہنے کی اجازت دیجیئے

شعر کی تعریف یہ ہے کہ جذبہ کا احساس ایسے لفظوں میں ادا کیا جائے جن سے سننے والے کے اسی جذبہ کو ویسا ہی ہیجان ہو جیسا خود شاعر کے جذبہ کو تھا۔ شاعر کی مثال بعینہٖ مصور کی ہے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ مصور ظاہری اشیا کی تصویر کھینچتا ہے اور شاعر خیالات اور جذبات کی صورتگری کرتا ہے۔

لیکن خیالات محضہ کی صورت گری کا نام شاعری نہیں ہے جب تک کہ انمیں واقعیت نہو یا کم سے کم واقعیت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے نہوں۔ کیونکہ اگر یہ دونوں باتیں نہیں ہیں یعنی نہ وہ کلام کسی واقعی جذبہ کی آواز ہے نہ اُس آواز سے مشابہ ہے تو وہ شعر نہیں ہے۔ مثلاً

واہ رے شور محبت خوب ہی چھڑکا نمک   استخواں میرے ہما کس مزے سے کھاتا ہے

یہ شعر جس احساس کی بنا پر کہا گیا ہے وہ نہ واقعی ہے نہ واقعیت کے رنگ میں ہے مرنیکے بعد ہما کو اپنی ہڈیاں کھاتے ہوئے دیکھنا اور نمکین ہونیکی وجہ سے اسکو مزے سے لیکر کھاتے ہوئے دیکھکر شور محبت کی تعریف کرنا کسی قسم کے جذبہ سے تعلق نہیں رکھتا۔

شاعری کسبی چیز نہیں ہے۔ شاعر اپنی شاعری خدا کے گھر سے لاتا ہے۔ عربی میں مثل ہے۔
"الشعر تلامیذ الرحمن"

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کلمات کو الٹ پھیر کر موزوں کر لینا۔ اور اسی روش کے اشعار کہہ لینا بلکہ اس سے اچھے استعارے اور تشبیہ پیدا کر لینا جو حقیقی شعرا کے کلام میں ہوتے ہیں آسان ہے ہر شخص تھوڑی سی کوشش سے کر سکتا ہے۔ لیکن اس قسم کے کلام میں جو بظاہر شاعری کے تمام فنون عروض۔ قافیہ۔ فصاحت۔ بدائع۔ وصنائع وغیرہ سے مزین و مرصع ہوتے ہیں اور اصلی شاعری میں وہی فرق ہے جو مصنوعی بھڑکیلے چمکیلے ناواقفوں کی نگاہوں کو دھوکا دینے والے آبگینوں اور اصلی جواہرات میں ہوتا ہے۔ شاعری تشبیہ۔ استعارہ۔ الفاظ کی نزاکت۔ لفظی رعایت۔ اور صنائع و بدائع کا نام نہیں ہے۔ یہ سب چیزیں شاعری کی اضافی زیب و زینت ہیں اسکی حقیقت میں داخل نہیں ہے۔ شاعری اسکو کہتے ہیں کہ جذبہ کی ایسی تصویر کھینچی جائے کہ الفاظ سے شاعرانہ جذبہ اسطرح صاف نظر آئے جیسے سفید شیشہ کے گلاس میں ارغوانی شراب دور سے جھلکتی ہے۔

ارسطو نے وزن کو شاعری کا جزو قرار نہیں دیا ہے لیکن اسنے اسکو وسیع معنی میں استعمال کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ شاعری کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ شاعر اپنے جذبات میں خود محو نہ ہو جائے بلکہ ان پر قابو رکھے اور دوسروں کو ان سے متاثر کرے۔

یہ شاعری کی اعلیٰ قسم ہے اس کا نام خطابت (الکچر یا اسپیچ دینا) رکھا گیا ہے دوسرا یہ کہ وہ اپنے جذبہ کے جوش میں وجد کرے مست ہوجاے اس کا نام شاعری ہے اسمیں وزن ضروری ہے۔ کیونکہ مقفّٰی اور موزوں ہوجانے سے کلام کی تاثیر بہت بڑھ جاتی ہے۔

جذبات کا احساس کسکو نہیں ہوتا اور ہر شخص انکو ادا بھی کرتا ہے لیکن شاعر کا احساس زیادہ نازک اور لطیف ہوتا ہے اور وہ اس کینڈے سے ادا کرتا ہے جس سے سننے والے پر اثر پڑتا ہے

شاعری کا اصلی راز اسلوب بیان میں مخفی ہے۔ وہی بات ایک شخص کہتا ہے اسمیں کوئی خوبی نہیں ہوتی۔ اسی کو جب شاعر کہتا ہے تو طبیعت وجد کرنے لگتی ہے۔

خواجہ کے تمام شاعرانہ جذبات فطرتی ہیں ان کا کلام شاعری کا بہترین نمونہ ہے جدت۔ جوش۔ بلندی غرض جسقدر خوبیاں کلام میں ہونی چاہییں۔ اسمیں بدرجہ کمال موجود ہیں۔ ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ چند مثالیں انکے کلام سے پیش کرتے ہیں

جدت | شعر ا۔ قلقل مینا کی آواز سنکر یا کالی کالی گھٹاؤں کو دیکھکر توبہ توڑتے ہیں حافظ کی جدت دیکھیے۔

بتے چو ماہ زانو زدہ مے چو لعل پیش آورد ۔۔۔ تو گوئی تائبم حافظ ز ساقی شرم دار آخر ۔۔۔ ۱

حسین۔ چاند جیسا حسین سامنے انداز سے دوزانو ہوکر شوخی آمیز ادب کے ساتھ بیٹھتا ہے۔ اور سرخ شراب لعل جیسی سرخ شراب پیش کرتا ہے۔ اسوقت حسن پرست میخوار جو ناصحوں کے کہنے سننے سے توبہ کرچکا ہے بے تاب ہو جاتا ہے خیالات میں کش مکش پیدا ہوتی ہے۔ کبھی توبہ کا خیال آتا ہے۔ ناصحوں کی باتیں یاد آتی ہیں کبھی اس دلفریب ادا

دلکش منظر کو دیکھکر خواہش جوش مارتی ہو کہ پی لے آخر اپنے آپ کو اسطرح مخاطب کرکے فیصلہ کرتا ہی۔

تو گوئی تا بہم حافظ زساقی شرم وار آخر

حافظ کو یہ بات کھلتی ہو کہ لوگ بیگناہ شراب خواروں کو ستاتے ہیں اس کو اسطرح ادا کرتے ہیں۔

بہر یک جرعہ کہ آزار کسش در پے نیست   زحمتے میکشم از مردم ناداں کہ مپرس

ایک چلو کے پیچھے جس سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی بیوقوف آدمی (واعظ) سے ایسی زحمت اٹھانی پڑتی ہو کہ کچھ نہ پوچھے

ایک اردو کے شاعر نے بھی خوب کہا ہی۔

واعظ شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں   کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہہ گیا

یہ بات کہ میں ہی تیرا عاشق نہیں ہوں بلکہ سینکڑوں تجھپر فریفتہ ہیں اس انداز سے کہتے ہیں۔

نہ من بر آں گل عارض غزل سرایم و بس   کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

صرف میں ہی اس پھول سے رخسارے پر غزل سرائی نہیں کرتا ہوں بلکہ چاروں طرف سی ہزاروں بلبلیں تیری چہک رہی ہیں

ان کے تمام شعروں میں جدت ہی۔ معمولی سی بات کو بھی وہ اس انداز سے کہتے ہیں کہ بے ساختہ وجد کرنیکو جی چاہتا ہی۔ یہ خیال کہ واعظ دوسروں کو جس بات سے منع کرتا ہی خود اسکو کیوں کرتا ہی ایک معمولی خیال ہی وہ اس کو کس لطیف پیرائے میں کہتے ہیں۔

۴ مشکلے دارم زدانشمند مجلس باز پرس ۔۔۔ توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر مے کنند

مجھے ایک مشکل آن پڑی ہی ذرا محفل کے عالم سے پوچھ دو کہ جو لوگ توبہ کا حکم دیتے ہیں خود توبہ کیوں نہیں کرتے

اسمیں جدت کے ساتھ بے انتہا شوخی اور ظرافت بھی ہے" مشکلے دارم" سے اس بات کا اظہار ہے کہ ہم نہایت نیک اور سادہ دل ہیں کہ اس قسم کی فریب کی باتیں ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں اس لیئے مشکل میں پڑے ہوئے ہیں اور پھر خود نہیں پوچھتے بلکہ دوسرے سے کہتے ہیں کہ پوچھ دے تاکہ خود تماشہ دیکھیں اور اسپر طرہ یہ کہ اسی شخص سے یہ مشکل حل کراتے ہیں جسکے اندر عیب ہے یعنی واعظ سے ۔

بلندی اور جوش خواجہ کے اشعار موز بندوق سے مشابہ ہیں جو دیکھنے میں خوبصورت نظر آتی ہے اور انسان کو وہم بھی نہیں گذرتا کہ یہ خوشنما زیور بڑے بڑے شیروں کو ہزار گز دور ہی سے ٹھنڈا کر سکتا ہے۔ ان کے اشعار کی لطافت اور نزاکت دیکھکر یہ خیال ہوتا ہے کہ ان میں زبان ہی کا ذائقہ اور شیرینی ہے لیکن جب معانی کی طرف خیال کیجیئے تو بے انتہا بلند ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

۵ شکر ایزد کہ میان من و او صلح افتاد ۔۔۔ حوریاں رقص کناں ساغر شکرانہ زدند

خدا کا شکر ہے کہ میرے اور اُسکے درمیان میں صلح ہو گئی حوروں نے ناچتے ہوئے شکرانہ کے پیالے پیئے

اپنی اور معشوق کی صلح کو کسقدر اہم کر دیا یعنی گویا اس صلح کا زمین کو۔ آسمان کو یہانتک کہ حوروں کو بھی انتظار تھا اگر نہ ہوتی تو خدا جانے کیا انقلاب عظیم ہو جاتا حوریں ہمہ تن منتظر کھڑی دیکھ رہی تھیں اور جب انھوں نے دیکھا کہ ہمارے درمیان میں صلح-

ہوگئی تو گائیں اور ناچیں اور شکرانے کے ساغر پییے

حافظ کے کلام کی یہ عجیب خوبی ہے کہ وہ اسقدر لطیف اور سلیس ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اسکو آسانی سے سمجھتے ہیں لیکن اس کے معانی کی تہ تک بڑے بڑے اہل کمال بھی مشکل سے پہنچتے ہیں

اس بات کو کہ ہم شراب پینا نہ چھوڑ ینگے کس جوش کے ساتھ کہتے ہیں۔ کہ سننے والے کا بھی جذبہ بھڑک اٹھتا ہے۔

تا ز میخانہ و مے نام و نشاں خواہد بود　　سر ما خاکِ رہ پیر مغاں خواہد بود

جب تک شراب و شراب خانہ کا نام و نشان رہیگا اسوقت تک ہمارا سر پیرمغاں کے راستہ کی خاک بنا رہیگا

شوخی و ظرافت　شاعری اور خاصکر غزل گوئی کا بڑا عنصر رندی ہے۔ شاعر آزادی پسند ہوتا ہے اس لیے وہ ان لوگوں سے جو اس کی آزادی اور رندی میں مخل ہوں جلتا ہے۔ اور ان کی برائیاں کرتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ شاعر واعظ محتسب۔ ناصح۔ زاہد وغیرہ کا جو اس کو رد کتے ہیں اور منع کرتے ہیں دشمن ہو۔ اور ان کے مخفی عیوب کو فاش کرے ان لوگوں کے مخفی عیوب مکاری اور ریاکاری وغیرہ ہیں۔ ظاہری تقوے کے آڑ میں اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کرتے ہیں۔ اور زہد کے لباس میں فریب دیکر عوام کو لوٹتے ہیں۔

ریاکار۔ مکار ہر زمانہ اور ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں ایسے لوگ پیشتر بہت کم تھے چھٹی صدی سے یہاں بھی یہ جماعت بڑھنے لگی۔ مولانا روم نے ان سے لوگوں کو خبردار کیا۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست   پس بہر دستے نباید داد دست

سعدی نے اپنی تصنیفات میں کئی ایسے ریاکار زاہدوں کے قصے بیان کیے ہیں اور غزلوں میں بھی انکی ریاکاری وغیرہ کی قلعی کھولی ہے۔ مگر حافظ نے اسکو انتہا پر پہنچا دیا۔ کہتے ہیں۔

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند   چوں بخلوت میروند آں کار دیگر مے کنند

اُن کے اشارہ میں کتنی شوخی ہے یہ نہیں کہتے کہ کونسا کام بلکہ اشارہ کرتے ہیں کہ "وہ کام" گویا متکلم اور مخاطب اس کام کو پہلے ہی سے جانتے ہیں اور وہ ایسا کام ہے کہ لوگوں کے سامنے اس کا نام بھی نہیں لیا جا سکتا ایک جگہ کہتے ہیں۔

من ایں مرقع پشمینہ بہر آں دارم   کہ زیر خرقہ کشم مے کس ایں گماں نبرد

میں یہ پیوند لگا ہوا اونی جبہ اس لیے رکھتا ہوں کہ اسکے آڑ میں شراب اڑاؤں اور کسی کو گمان بھی نہو

ریاکار صوفی تصوف کا جبہ پہنکر عوام میں اپنا تقدس ظاہر کرتا ہے۔ اور درپردہ ایسے ایسے گناہ کرتا ہے کہ جسکا لوگ اس پر گمان بھی نہیں کر سکتے اس کی حالت کو خود اپنی حالت قرار دیکر بیان کرنا نہایت درجہ کی ظرافت ہے۔ یہ شعر ملاحظہ ہو۔

من نہ آں رندم کہ ترک شاہد و ساغر کنم   محتسب داند کہ من ایں کارہا کمتر کنم

میں وہ رند نہیں ہوں کہ معشوق اور شراب کو چھوڑ دوں محتسب جانتا ہے کہ میں ایسے کام نہیں کرتا

محتسب جو میخواروں کی تنبیہ کیلیے ہوتا ہے۔ اسی کو اپنے اس دعوے کی کہ میں شراب اور معشوق کو نہیں چھوڑتا گواہی میں پیش کرتے ہیں۔

حافظ نے جہاں جہاں بھی ان پر چوٹ کی ہی ایسی ظرافت اور شوخی کے ساتھ کی ہی
کہ ان شعروں کے حسب حال جو واعظ یا صوفی ہوں وہ بھی اگر سنیں تو ایک دفعہ انکو مزا
آجائے ۔ بخلاف اس کے ارد و کا شعر ملاحظہ ہو جو ایک نہایت مشہور شاعر کا ہی
اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت ہشیار
اپنے جوتوں کو سے رہیں سارے نمازی
بزرگ اور وہ بھی خضر صورت بزرگ جوتے نہیں چرایا کرتے ۔ ارد و شاعر کے نزدیک
گویا ہر قسم کے عیوب واعظوں بزرگوں اور صوفیوں میں ہوتے ہیں یہانتک کہ اس نے
جوتے چرانے تک کا الزام بھی انپر لگا دیا

عشق و مستی | حافظ کی شاعری کا اصلی خمیر عشق اور سرمستی ہی اس خصوصیت میں وہ تمام
شعرا رفارس میں نمایاں طور پر ممتاز ہی وہ ایک عجیب مست اور عاشقانہ دل خدا کے یہاں
سے لایا ہی اس کا دماغ ایک سانچہ ہی جسمیں بے مثل اشعار کے موتی ڈھالے جاتے
ہیں اس کے جذبات نہایت پاکیزہ اور زبردست ہیں وہ خود بھی مست ہو جاتا ہی
اور دوسروں کو بھی مست کر دیتا ہی وہ خوشی میں گانے لگتا ہی ناچنے لگتا ہی اسکی عاشقانہ شاعری
ولولہ خیز اور وجد انگیز ہی ۔ یہ دو غزلیں سنیئے ۔

بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم

اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقاں ریزد
من و ساقی بہم سازیم و بنیادش بر اندازیم

چو در دست است رودے خوش بزن مطرب سرودے خوش
کہ دست افشاں غزل خوانیم و پا کوباں سر اندازیم

صبا خاک وجود ما بآن عالی جناب انداز
بود کاں شاہ خوباں را نظر بر منظر اندازیم

یکے از عشق مے لافد یکے طامات مے بافد | بیا کیں داوریہا را بہ پیش داور اندازیم
بہشت عدن اگر خواہی بیا با ما بہ میخانہ | کہ از پائے خمت یکسر بحوض کوثر اندازیم
شراب ارغوانی را گلاب اندر قدح ریزیم | نسیم عطر گرداں را شکر در مجمر اندازیم
بیا جاناں منور کن ز رویت مجلس ما را | کہ در پیشت غزل خوانیم و در پایت سر اندازیم

سخن دانی و خوشخوانی نمی ورزند در شیراز
بیا حافظ کہ ما خود را بملک دیگر اندازیم

مرا مہر سیہ چشماں ز دل بیروں نخواہد شد | قضائے آسمانست ایں و دیگرگوں نخواہد شد
مرا روز ازل کارے بجز رندی نفرمودند | ہر آں قسمت کہ آنجا شد کم و افزوں نخواہد شد
مجال من ہمیں باشد کہ پنہاں عشق او ورزم | کنار و بوس و آغوشش چگویم چوں نخواہد شد
شراب لعل و جائے امن و یار مہرباں ساقی | دلا کے بہ شود کارت اگر اکنوں نخواہد شد
بیا تا در صف رنداں ببانگ چنگ مے نوشیم | کہ ساز شرع زیں افسانہ بیقانوں نخواہد شد
شبے مجنوں بلیلے گفت کاے محبوب بے ہمتا | ترا عاشق شود پیدا مگر مجنوں نخواہد شد
رقیب آزارہا فرمود و جائے آشتی نگذاشت | مگر آہ سحر خیزاں سوئے گردوں نخواہد شد
بیا تا در مئے صافیت راز دہر بنمائیم | کہ کار عشق زیں افسانہ بے افسوں نخواہد شد

مشو اے دیدہ نقش غم ز لوح سینہ حافظ
کہ زخم تیر دلدار است و رنگ خوں نخواہد شد

نقشہ کھینچنا — خواجہ کیفیات اور جذبات کا نقشہ خوب کھینچتے ہیں۔ اس موقع پر مجھے ایک

واقعہ یاد آیا کہ طالب علمی کے زمانہ میں عبدالغفور نامی ایک کشمیری نوجوان نہایت خوبصورت
اور حسین ہمارے ساتھ پڑھتے تھے سخن فہمی کا صحیح مذاق رکھتے تھے اور ذہین اور طباع آدمی
تھے عربی شعراء میں سے **ابونواس** کی جدت طرازیاں ان کو بہت پسند تھیں اور حافظ کو
تو تمام دنیا کے شاعروں سے بہتر خیال کرتے تھے ایکدن کچھ شعر و شاعری کا تذکرہ تھا کہنے لگے
کہ حافظ اپنے جذبات کی جیسی تصویر کھینچتا ہے ایسی کوئی کیا کھینچیگا دیکھیے کیا خوب کہتا ہے۔

سر درس عشق دارد دل دردمند حافظ　　　　که نه خاطر تماشا نه ہوائے باغ دارد

حافظ کا دردمند دل عشق ہی کا سبق رٹنا چاہتا ہے اس کو نہ سیر کا خیال ہے نہ باغ کی خواہش ہے

بیدلی کی حالت میں تماشہ اور سیر باغ کی خواہش کا نہ ہونا اور عشق میں محو پڑے رہنا
کسقدر فطرتی امر ہے اور عاشق کے استغراق کی کیسی سچی تصویر ہے۔

اس تجاہل عارفانہ کی بھی کوئی حد ہے۔

ہزار بار شود آشنا و دیگر بار　　　　مرا بہ بیند و گوید کہ ایں چہ کس باشد

ہزار بار پہچان لینے کے بعد بھی حبیب وہ مجھ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ کون شخص ہے

اس شعر میں معشوقانہ تمکنت کا کس خوبصورتی کے ساتھ نقشہ کھینچا ہے۔

ہزار دیدہ بروے تو ناظرند و تو خود　　　　نظر بروے کسے می کنی از ناز

ہزار آنکھیں ترے چہرے کو دیکھ رہی ہیں اور تو خود ناز سے کسی طرف نگاہ ہیں اٹھاتا

میں نے کہا کہ بھائی **فرزدق** نے بھی اسی مضمون کا خوب شعر کہا ہے۔

یغضی حیاءً و یغضی من مهابته　　　　فما یکلم الا حین یتبسم

وہ حیا سے آنکھیں نیچی رکھتے ہیں اور لوگ ان کے رعب سے درجنبہ باتیں کرتے ہیں تو مسکراتے ہوے
کہنے لگے رعب اور چیز ہی اور معشوقانہ ناز اور شے ہی حقیقت یہ ہی کہ حافظ کا شعر
بہت ملبند ہی۔ فرزدق کے شعر سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ممدوح کے رعب سے لوگ نگاہیں
نیچی کیئے ہوئے ہیں اور حافظ کا معشوق اسقدر دلکش ہی کہ نگاہ اس سے ہٹ ہی نہیں
سکتی ۔ پھر اسی شعر کو پڑھکر جھومنے لگے ۔ میں نے کہا حافظ نے بہت سچ کہا ہی۔

بشعر حافظ شیراز میرقصند و مے نازند سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

حافظ شیراز کے شعروں پر ناچتے ہیں اور ناز کرتے ہیں کشمیر کے کالی آنکھوں والے اور سمرقند کے ترک
چونکہ وہ بھی "سیہ چشمان کشمیری" میں داخل تھے اس لیے جھینپے ۔ اسوقت تو یوں ہی
بات کو ٹالدیا مگر دوسرے دن اس کا بدلہ لیا بات یہ ہوئی کہ میرے یہاں کوئی تقریب تھی
اور میرے دوست کو مٹھائی بہت پسند تھی میں نے بہت سی مٹھائی بھیجی آپنے رسید میں
یہ شعر لکھ بھیجا۔

شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا تفقدے نکند طوطئے شکر خارا

صنائع بدائع ایک مرض ہی جو شعرا کو اکثر لاحق ہوجاتا ہی۔ اور اس سے ان کی
نفس شاعری بہت کمزور ہو جاتی ہی۔ بڑے بڑے شعرا امیر خسرو اور سلمان
ساوجی بھی اس کو نہیں نباہ سکے ہیں اور اس کی بدولت انکی شاعری میں نقائص
پیدا ہوگئے ہیں ۔ خواجہ کے یہاں بھی صنائع بدائع بہت کثرت سے ہیں۔ لیکن
ان کی شاعری کا زیور بنگئے ہیں مثلاً۔

گدائے کوئی تو از ہشت خلد مستغنی است | اسیر بند تو از ہر دو عالم آزاد است

اسمیں صنعت تضاد ہے۔ گدا و مستغنی۔ اسیر و آزاد متضاد۔ الفاظ ہیں۔

احرام چہ بندیم کہ آں قبلہ نہ اینجاست | در سعے چہ کوشیم کہ از مروہ صفا رفت

اس میں صنعت مراعات النظیر ہے۔ احرام۔ قبلہ۔ سعی۔ صفا و مروہ سب الفاظ ایک ہی چیز یعنی۔ حج کے متعلق ہیں اور سعی جو ایک رکن کا نام ہے اس کے لفظی معنی بھی کوشش کے ہیں۔ صفا و مروہ ان دونوں پہاڑوں کا نام ہے جنپر سعی ہوتی ہے اور صفا کے معنی پاکیزگی کے بھی ہیں جو یہاں پر مراد لیئے گیئے ہیں غور سے دیکھیئے تو اس شعر میں کئی صنعتیں ہیں۔

علاوہ بریں لفظی صنائع تجنیس وغیرہ بھی بہت کثرت کے ساتھ ہیں۔

عربیت حافظ کے دیوان میں کئی سو اشعار خالص عربی کے ہیں جو انہیں کے کہے ہوے ہیں اور جن سے ان کی کمال عربیت کا ثبوت ملتا ہے۔ قران کی آیتوں کو اس خوبصورتی سے شعر میں داخل کر دیتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی زیور پر ہیرا جڑ دیا گیا مثلاً۔

بجن عارض و قدتو بردہ اند پناہ | بہشت و طوبے۔ طوبے لھم و حسن مآب

تیرے رخسار اور قد کے حسن میں بہشت و طوبے نے پناہ لی ہے خوشخبری ہو انکو ان کا ٹھکانا اچھا ہے

"طوبے لھم و حسن مآب" آیت ہے۔ اور کس موقع سے اس کو لائے ہیں!!

اس شعر میں دوسرا مصرعہ قرآن کی آیت ہے۔

شب وصل است وطے شد نامۂ ہجر سلامٌ ہِیَ حَتّیٰ مَطلَعِ الفَجر

وصل کی رات ہے اور ہجر کا زمانہ گزر گیا صبح کے نکلنے تک اطمینان ہے

کہیں حدیث یا ضرب المثل لاتے ہیں مثلاً -

بصوت بلبل و قمری اگر نہ نوشی مے علاج کے کنمت "آخر الدواء الکَیّ"

بلبل اور قمری کی آواز پر اگر تم شراب نہ پیوگے تو میں داغ کر تمہارا علاج کرونگا آخری علاج داغنا ہے

"آخر الدواء الکَیّ" صحیح حدیث ہے

ہرچند آزمودم ازوے نبود سودم مَن جَرَّبَ المُجَرَّب حَلَّت بِهِ النَّدامہ

جسقدر بھی میں نے آزمایا مجھے اس سے نفع نہیں ہوا جو شخص آزمائی ہوئی چیز کو آزماتا ہے پشیماں ہوتا ہے

دوسرا پورا مصرعہ ضرب المثل ہے۔

خواجہ کی پہلی غزل کے اس مصرعہ پر

متے ماتلق من تہوی دع الدنیا و اہملہا

مولانا آزاد اعتراض کرتے ہیں کہ جب شرط کی جزا۔ امر۔ نہی یا جملہ اسمیہ ہو

تو عربی قاعدہ کے مطابق اسپر ف کالانا ضروری ہے یعنی "فدع" ہونا چاہیے تھا -

چنانچہ انھوں نے اس پر دست اصلاح بھی صاف کیا ہے اور اطرح بنایا ہے۔

دع الدنیا متے ماتلق من تہویٰ اہملہا۔

کیونکہ جزا کے مقدم کرنیسے ف کالانا ضروری نہیں رہتا۔

ہم اس پر اچھی طرح بحث کرتے مگر حافظ کی روح کہیگی کہ "شعر مرا بمدرسہ کہ برد"۔

اصلیت یہ ہی کہ بہت سی ایسی باتیں جو دوسروں کے لیے جائز نہیں ہوتی ہیں شعرار کے لیے جائز ہوتی ہیں رضی وغیرہ نے مذکورہ بالا قاعدہ کے ذیل میں شعراء کے لیے اسکو مباح کیا ہی اور ایسی مثالیں خود عربی شعرار کے اشعار سے پیش کی ہیں

پاکیزگی خواجہ کے دو صدی پیشتر سے فارسی شعرار کو ہزلیات اور فحش ہجویات کہنے کی عادت ہو گئی تھی اور یہانتک یہ بات عام ہو گئی تھی کہ بڑے بڑے اہل کمال اس کے مرتکب ہوتے تھے اور ان کے دامن کمال پر اس سے کوئی دھبہ نہیں آتا تھا۔ ابو العلائی گنجوی۔ حکیم انوری۔ حکیم سوزنی یہانتک کہ بزرگ صوفی حکیم سنائی بھی اس سے نہیں بچ سکے۔

سب تو سب۔ شیخ سعدی جیسا اخلاق کا معلم اور دنیا کا ناصح بھی اپنا جبہ و دستار پھینک کر اس دریا میں بے خوف کود پڑا ہی اور وہ وہ کرشمے دکھلائے ہیں کہ اللہ کی پناہ مگر ایک خواجہ ہیں جنکا کلام ان لغویات سے بالکل پاک ہی جو ان کے کمال متانت اور سنجیدگی کی دلیل ہی۔ یہانتک کہ ان کے کلام میں کوئی مکروہ اور کثیف لفظ تک نہیں آیا فیضی اپنے کلام کی پاکیزگی کا دعوی کرتے ہوے کہتا ہی۔

بداں مے ماند ایں پاکیزہ گفتار   کہ در دیوان حافظ نام سگ نیست

شیخ محمد یحیی لکھتے ہیں کہ غالباً فیضی کی نظر سے خواجہ کا یہ شعر نہیں گذرا۔

شنیدہ ام کہ سگاں را قلادہ مے بندی   چرا بگردن حافظ نمے نہی رسنے

مگر ہمارے پاس دیوان کے جسقدر نسخے ہیں انمیں سے صرف ایک نسخہ میں شعر

ہمکو ملا در نہ اور ہر ایک میں یہ مقطع اسطرح پڑہی۔

مزاج دہر تبہ شد دریں بلا حافظ　　کجاست فکر حکیمے ورائے برہمنے

حافظ اور سعدی

یہ ٹھیک نہیں معلوم کہ فارسی شاعری کی ابتدا کب سی ہوئی۔ لیکن یہ امر مسلم ہی کہ فارسی کا سب سے پہلا شاعر جسکا دیوان مل سکا ہی حافظ **ابوالحسن** رودکی ہی جو چوتھی صدی ہجری میں گذرا ہی۔

اگرچہ اس زمانہ میں شاعری کی ابتدا تھی اور زیادہ تر لوگ قصیدے لکھتے تھے۔ جنمیں امرا اور سلاطین کی مدح ہوتی تھی لیکن شاعری اور حسن عشق کچھ لازم وملزوم سی چیزیں ہیں چنانچہ عاشقانہ شاعری یعنی غزل کی بھی ابتدا اسی زمانہ سے ہوئی۔

اگرچہ اس وقت جو دیوان رودکی کا موجود ہی۔ اسمیں غزلیں نہیں ہیں لیکن رودکی نے غزلیں لکھی تھیں اور اچھی لکھی تھیں مگر ضائع ہوگئیں **عنصری** کہتا ہی۔

غزل رودکی وار نیکو بود　　غزلہائے من رودکی وار نیست

اس موقع پر ہم اس کے قصائد کی تشبیب سے چند عشقیہ اشعار نقل کرتے ہیں جس سے کچھ اس کی غزلوں کی کیفیت کا اندازہ ہوسکیگا۔

رودکی

تا دل من در ہوائے نیکواں گشت آشنا　　در سر شکت دیدہ گردانم چو مرد آشنا

تا مرا بیند ہوا باکس نگیرد دوستی ۔ تا مرا یا بد بلا باکس نگرد آشنا

من آں کشیدم وآں دیدم از غم ہجراں ۔ کہ ہیچ آدمئے نیست دیدہ از دوراں
کنوں وصال ہمہ بردلم فراقش کرد ۔ خوشا وصال بتاں خاصہ از پئے ہجراں

آں گلے شگفت کاں خوبرویاں سر بود ۔ وز بنفشہ بر سر سرو ہمیشہ افسر بود
شخص باجاں آں زماں باشد کہ باجاناں بود ۔ مرد با دل آں زماں باشد کہ با دلبر بود

دشوار نمائی رخ ودشوار دہی بوس ۔ آسان بربائی دل وآساں ببری جاں

رودکی کے دوسو برس بعد تک بجز اس کے کہ زبان اور اسلوب بیان میں کسیقدر صفائی اور شستگی ہوتی گئی غزل میں کوئی نمایاں ترقی نہیں ہوئی **انوری** ۔ **خاقانی** ۔ اور **ظہیر** وغیرہ نے قصیدہ گوئی کو معراج کمال پر پہنچا دیا زبان کو صاف کیا لیکن مداحی نے اِن کو غزل گوئی کی طرف توجہ کرنیکی بہت کم فرصت دی۔

چھٹی صدی کے آخر کا وہ زمانہ تھا جس میں شاعری کا تیسرا اور آخری پیغمبر پیدا ہوا یعنی سعدی یہ شخص ایک عجیب دماغ خدا کے یہاں سے لایا تھا جس کے اندر مختلف طاقتیں اور نہایت زبردست طاقتیں مجتمع تھیں۔

وہ زاہدوں میں سچا زاہد رندوں میں مست رند منبروں پر فصیح وبلیغ خطیب اور محفلوں

میں لطیف و ظریف شاعر تھا اس کے ایک ہاتھ میں آئینۂ شریعت تھا اور دوسرے ہاتھ میں سندان عشق وہ کہتا ہی اور سچ کہتا ہی۔

درکفے جام شریعت در کفے سندان عشق — ہر ہوسنا کے نداند جام و سنداں باختن

اسکی جدت پسند دماغ نے غزل گوئی کی اسی پرانی لکیر کو جسمیں عشق مجازی کی کیفیت ہوتی تھی پیٹنا پسند نہ کیا۔ اس نے ایک نئی شاہراہ نکالی جو تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز اور بال سے بھی زیادہ باریک تھی یعنی اس نے مجاز اور حقیقت دونوں کو باہم منطبق کردیا اور ظاہری عشق میں تصوف اور درویشی کا نمک ملادیا جس سے اس کے دیوان کا نام نمکدان قرار پایا۔

وہ معشوق مجازی کے رخساروں کے آئینوں میں شاہد حقیقی کی جھلک دکھاتا ہی اور زلف و خال لب و دنداں سے اس کے ازلی صفات کا نقشہ کھینچتا ہی۔ عارفین اور کاملین کو رندوں اور میخواروں کے بھیس میں جلوہ گر کرتا ہی اور دف و چنگ کے پردے میں غیبی واردات اور صوفیانہ رموز کے نغمے گاتا ہی۔

اُس کا یہ رنگ دنیا کو اسقدر پسند آیا اور اتنا مقبول عام ہوا کہ بلا استثنا تمام شعرا نے اُسی کی پیروی شروع کی امیر خسرو[1] اور امیر حسن دہلوی خواجو کرمانی۔ کمال خجندی اور سلمان ساوجی وغیرہ غرض جسقدر شعرا شیخ کے بعد ہوے

---

[1] امیر خسرو دہلوی مشہور شاعر ہیں متوفی ۷۲۵ھ۔ امیر حسن دہلوی بھی۔ امیر خسرو کے دوست تھے انھوں نے ۷۳۸ھ میں وفات پائی۔ کمال خجندی ایک صوفی شاعر تھے تبریز میں سکونت اختیار کرلی تھی ۸۰۳ھ میں وفات پائی۔

سب نے اسی کی شاہراہ انمتیار کی۔ اور اسی کے قدم بقدم چلنا شروع کیا۔ امیر خسرو کہتے ہیں ؎

خسرو سرمست اندر ساغر معنی بریخت　　　شیرہ از خمخانہ مستی کہ در شیراز بود

لیکن چونکہ شیخ نے ایجاد کیا تھا اس میں کوئی برابری نہ کر سکا تھا گو اس کے پیروں میں امیر خسرو سب سے آگے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ شیخ کے کلام کو ان کا کلام نہیں پہنچ سکتا امیر خسرو کے اشعار میں سادگی۔ دل آویزی اور گرمی سب باتیں سہی لیکن نہ اسقدر جتنی کہ شیخ کے کلام میں ہیں۔

شیخ کی وفات کے تقریباً نصف صدی بعد خواجہ حافظ کی شاعری کا زمانہ آیا۔ جنہوں نے اس کے لگائے ہوئے چمن کو ایسا آراستہ و پیراستہ کیا کہ وہ جنت کا نمونہ بن گیا اور اس کے پودھوں کی شاخوں کو آسمان تک پہونچا دیا۔

ہمارے سامنے اس وقت ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے تمام بڑے بڑے شعرا کے دیوان رکھے ہوئے ہیں جب ہم ان کو پڑھتے ہیں اور پھر خواجہ کے دیوان کو اٹھا کر دیکھتے ہیں تو زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے حقیقت میں کپتان کلارک کا یہ کہنا نہایت صحیح ہے کہ "خواجہ ایک ایسے شاعر ہیں جنکا موازنہ دنیا کے کسی شاعر کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا"۔

امیر خسرو خواجو سلمان۔ کمال خجندی ان لوگوں کا کمال اسی وقت تک نظر آتا ہے جبتک کہ خواجہ حافظ کے مقابلہ میں نہ لائے جائیں۔

خواجہ کے کلام کا ان لوگوں کے کلام کے ساتھ موازنہ کرنا دراصل خواجہ کی ہتک

اور تحقیر ہی۔ اس سے یہ نسمجھنا چاہیئے کہ ہم دوسرے شعراء کے کلام کو اچھا نہیں سمجھتے اور ان پر عیب گیری کرتے ہیں۔

ما عیب کس بر ندی و مستی نمی کنیم — لعل بتاں خوش ست و نئے مشکوار ہم

لیکن یہ ایک واقعہ ہی جس کے بیان کرنے پر ہم مجبور ہیں چاندکی روشنی نہایت دلفریب ہی لیکن اسی وقت تک جبتک کہ سورج نہ ہو۔

سلمان ساوجی اور کمال خجندی خواجہ کے کمال کے بیحد قائل تھے اور دونوں اپنی اچھی اچھی غزلوں کو خواجہ کے پاس ملاحظہ کے لیے بھیجا کرتے تھے کمال خجندی نے ایک مرتبہ یہ غزل جوانکو بہت پسند تھی خواجہ کے پاس بھیجی۔

گفت یار از غیر ما پوشاں نظر گفتم بچشم — واں گہے دزدیدہ در ما مینگر گفتم بچشم

گفت اگر سر در بیابان غم خواہی نہاد — تشنگاں را مژدۂ از ما ببر گفتم بچشم

گفت اگر یابی نشان پائے ما بر خاک راہ — بر فشاں آنجا بدامنہا گہر گفتم بچشم

گفت اگر دو لبت خشک از دم سوزان و آہ — باز میسازش چوں شمع از گریہ تر گفتم بچشم

گفت اگر بر آستانم آب خواہی زد باشک — ہم بمژگانت بروب آں خاک در گفتم بچشم

گفت اگر گردی شبے از روئے چوں ماہم جدا — تا سحر گاہاں ستارہ بر شمر گفتم بچشم

گفت اگر داری خیال دولت وصل ما کمال

قعر ایں دریا بہ پیما سر بسر گفتم بچشم

خواجہ نے اس مصرعہ "تشنگاں را مژدۂ از ما ببر گفتم بچشم" کو بہت پسند فرمایا اور تعریف کی

اب ذرا خواجہ کا دیوان اٹھا کر دیکھیے بہت تلاش کرنیسے شاید اسمیں ایسی کوئی غزل مل سکیگی جو اس سے اونچے درجہ کی نہو۔

الغرض اصلی غزل کی ایجاد شیخ نے کی۔ اور اس کی تکمیل خواجہ پر ہوگئی۔ شیخ کا قول ہے۔

زلطف لفظ شکر بار گفتۂ سعدی　　　شدم غلام ہمہ شاعران شیرازی

خواجہ بھی شیخ کی استادی کو تسلیم کرتے ہیں ؎

استاد غزل سعدی ست نزد ہمہ کس اما　　　دارد سخن حافظ طرز سخنِ خواجو

خواجہ نے ابتدا میں خواجو کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا۔ اس موقع پر اسی کی شکر گزاری کرتے ہیں ورنہ خواجو کا دیوان موجود ہے۔ انتخاب کرکے اس کے بہتر سے بہتر جو اشعار ہوں ان کو خواجہ کے معمولی اشعار سے ملا کر دیکھیے کچھ حقیقت نہیں رکھتے

سعدی کے بعد غزل گوئی میں اگر کوئی پیش کیا جا سکتا ہے تو وہ حافظ ہے اور حافظ کی غزلوں کے مقابلہ میں اگر کسی کی غزلیں لائی جا سکتی ہیں تو سعدی کی فارسی غزل گوئی کے یہی دونوں بڑے رکن ہیں۔ ایک موجد ہے دوسرا اسکو درجہ کمال پر پہنچانے والا ہے اہلی شیرازی کہتا ہے۔

عقل و فہم شاعراں عجز و حیرت آورند　　　سعدی معجز بیان و حافظ سحر آفریں

اگرچہ ہم اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ہر ایک شاعر کی شعر گوئی کی اصلی کیفیت اسی وقت معلوم ہوتی ہے جب اس کا دیوان مطالعہ کیا جائے۔ مگر اس موقع پر ہم سعدی اور حافظ کے بعض ہم مضمون اشعار اس لیے پیش کرتے ہیں تاکہ کچھ کچھ ان کے انداز

اسلوب بیان کا اندازہ ہو سکے۔

حافظ نے کہیں تو سعدی کے بعض مصرع بجنسہ لیلیے ہیں اور ان پر اپنا مصرعہ لگاکر شعر کو قطرہ سے موتی بنا دیا ہے اور کہیں دونوں کو توارد ہو گیا ہے۔

سعدی — بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی — سگم خواندی و خوشنودم جزاک اللہ کرم کردی

حافظ — بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی — جواب تلخ می‌زیبد لب لعل شکر خارا

شیخ کے دونوں مصرعوں میں ایک ہی بات تھی خواجہ نے پہلا مصرعہ بجنسہ لیلیا اور اس پر اپنا دوسرا مصرعہ لگاکر شعر کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا

سعدی — جز این قدر نتوان گفت در جمال تو عیب — کہ مہربانی ازاں طبع و خو نمے آید

حافظ — جز این قدر نتوان گفت و جمال تو عیب — کہ خال مہر و وفا نیست روئے زیبا را

شیخ نے یار کے جمال میں یہ عیب نکالا کہ اسکی طبیعت میں مہربانی نہیں ہے۔ لیکن جمال سے حسن ظاہری مراد ہے اور طبیعت کی مہربانی ایک باطنی چیز ہے۔ خواجہ نے اس نکتہ کو محسوس کرلیا اور اس باطنی صفت کو بھی انھوں نے ظاہری شکل میں لاکر یوں کہا کہ اس خوبصورت چہرے پر مہر و وفا کا تل نہیں ہے۔

سعدی — اے کہ منعم کنی از عشق و ملامت گوئی — تو نبودی کہ من این جام محبت خوردم

حافظ — منعم کنی ز عشق وے اے مفتی زماں — معذور دارمت کہ تو او را ندیدہ

شیخ کہتا ہے کہ عشق سے مجھے روکنا اور ملامت کرنا فضول ہے کیوں کہ جام عشق میں نے ازل ہی میں پیا ہے اور مشیت ازلی ہی یہ تھی خواجہ کہتے ہیں کہ اے مفتی زمانہ تو جو مجھے عشق سے

منع کرتا ہی تو میں تجھے معذور سمجھتا ہوں کیونکہ تو نے اس حسن کو دیکھا ہی نہیں یہ مضمون انسانی فطرت کے مطابق اور دل نشیں ہی۔

سعدی — من از کجا و تمنائے وصل تو ز کجا — اگرچہ آب حیاتی ہلاک خویشتنم

حافظ — تو از کجا و امید وصال از کجا — بدامنش نرسد دست ہر گدا حافظ

شیخ کہتا ہی کہ میں تیرے وصل کی کیونکر تمنا کر سکتا ہوں۔ اگرچہ تو آب حیات ہی لیکن میرے لیئے مہلک ہی۔ دونوں مصرعوں کا جوڑ کچھ ٹھیک ملا نہیں بخلاف اِس کے خواجہ کہتے ہیں کہ حافظ تو کہاں اور اُس کے وصل کی امید کہاں تو ایک فقیر ہی اور وہ بادشاہ ہی۔ ہر فقیر کا ہاتھ اُس کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا۔

سعدی — اگرچہ خاطرت با ہر کسے پیوند ہا دارد — مباد آن روز و آں ساعت کہ من جز با تو پیوندم

حافظ — اگر بر جائے من غیرے گزیند دوست حاکم اوست — مرا روزی مباد آں دم کہ بے یاد تو بنشینم

شیخ کے شعر کا مطلب یہ ہی کہ اگرچہ تیرا دل دوسروں سے ملا ہوا ہی لیکن خدا نہ کرے کہ مجھ پر وہ زمانہ آے کہ میں تیرے سوا دوسرے سے دل لگاؤں۔ خواجہ کا مطلب یہ ہی کہ اگر بجائے میرے دوست کسی دوسرے کو پسند کرلے تو وہ حاکم ہی۔ اس کو اختیار ہی مگر خدا نکرے کہ میرے اوپر وہ وقت آئے کہ میں اس کی یاد چھوڑ بیٹھوں۔ خواجہ کے شعر میں "حاکم اوست" کا ٹکڑا بڑا پیارا ہی۔

سعدی — آں نہ خالست و زنخدان و سر زلف پریشاں — کہ دل اہل نظر بردہ کہ سریست خدائی

حافظ — لطیفہ ایست نہانی کہ عشق ازو خیزد — کہ نام آں نہ لب لعل و خط زنگاریست

مضمون دونوں ایک ہی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ معشوقوں کے زلف و لب اور خال و خط
پر اہلِ نظر عاشق نہیں ہوتے بلکہ ان کو انمیں کسی اور چیز کی جھلک نظر آتی ہی جس پر وہ فریفتہ ہوتے
ہیں۔ مگر دونوں کا طرز بیان الگ الگ ہی۔ سعدی نے صاف صاف اس کو کہدیا کہ
"سرّیست خدائی" حافظ نے کنایہ میں کہا کہ "لطیفہ ایست نہانی" وہی شراب ہی مگر حافظ نے اسکو
نور کے دامن میں چھاندی ہی۔

سعدی یارب تو آشنا را مہلت دہ و سلامت چندانکہ باز بیند دیدار آشنا را
حافظ کشتی شکستگانیم اے بادِ شرطہ برخیز باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

مہلت اور سلامتی مانگنے کے لیے قید مصیبت کا بیان کردینا بھی ضروری تھا۔
خواجہ نے ظاہر کیا کہ ہم کشتی شکستہ ہیں۔ خواجہ نے اپنے اس شعر کا مضمون در اصل خواجہ
عبداللہ انصاریؒ متوفی ۴۸۱ھ کے اس شعر سے لیا ہی۔

کشتی شکستہ جسمت گر روح باز ماندہ تا نفخ صور جوید آمرزشِ خدا را

مگر یہ مضمون محض صوفیانہ تھا خواجہ نے اس کو اپنے رنگ کا بنا لیا۔
انسان کے آخری فیصلہ کی کیفیت کو جبکہ وہ طے کرلیتا ہی کہ یا جان دیدوں گا یا
مقصد حاصل کروں گا **نظامی** نے اپنے بہادرانہ لہجے میں اس طرح ادا کیا ہی۔

من آن گہ عناں باز پیچم ز راہ کہ یا سر دہم یا ستانم کلاہ

میں راستہ سے اسوقت اپنی لگام پھیروں گا کہ یا سر دیدوں یا تاج لیلوں
سعدی نے عاشقانہ انداز میں یوں کہا۔

تا چہ خواہد کرد با من دور گیتی زیں دو کار ۔۔۔ دست او در گردنم یا خون من بر گردنش

دیکھا چاہیے کہ زمانہ کی گردش ان دونوں کاموں میں سے کونسا کام میرے ساتھ کرتی ہے اسکے ہاتھ میری گردن میں پڑتے ہیں یا میرا خون اسکی گردن

حافظ کہتے ہیں۔

او بخونم تشنہ و من بر لبش تا چوں شود ۔۔۔ کام بستانم ازو یا داد بستاند ز من

وہ میرے خون کا پیاسا ہے اور میں اسکے لبوں کا دیکھنا چاہیے کہ کیا ہوتا ہے میں اس سے اپنا مطلب حاصل کرتا ہوں یا وہ مجھے قتل کرتا ہے

سعدی کے شعر میں یہ کمی تھی کہ انھوں نے پہلے مصرعہ میں اپنے مطلب اور کوشش کی کوئی کیفیت نہیں بیان کی حافظ نے ایک حدتک اس کمی کو پورا کیا۔ لیکن ابتک انہیں سے کسی میں یہ خوبی نہیں پیدا ہوئی تھی کہ وہ ضرب المثل بنتا خواجہ نے دوسرے شعر میں اسی مضمون کو نہایت خوبی کے ساتھ اسطرح ادا کیا۔

دست از طلب ندارم تا کام من برآید ۔۔۔ یا جاں رسد بجاناں یا جان ز تن برآید

اب ہر طرح یہ مضمون مکمل ہوگیا۔ اور مذاق عام کی روح میں حلول کرجانیکی قابلیت اسمیں پیدا ہوگئی چنانچہ یہ ضرب المثل ہوگیا الغرض سعدی اور حافظ کے طرز ادا میں بے انتہا فرق ہے چند اشعار اور ملاحظہ ہوں۔

سعدی ۔۔۔ عمرہا در پئے مقصود بجاں گردیدیم ۔۔۔ دوست در خانہ و ما گرد جہاں گردیدیم

حافظ ۔۔۔ سالہا دل طلب جام جم از ما میکرد ۔۔۔ انچہ خود داشت ز بیگانہ تمنا میکرد

سعدی ۔۔۔ ہیچ حاصلت از او قات زندگانی ۔۔۔ الا دمیکہ یاری با ہمدمے گذارد

حافظ — اوقات خوش آں بود کہ بادوست بسر شد | باقی ہمہ بیحاصلی و بے خبری بود

سعدی — فریاد دوستاں ہمہ از دست دشمن است | فریاد سعدی از دل نامہربان دوست

حافظ — من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم | کہ با من انچہ کرد آں آشنا کرد

سعدی — بندہ ام گر بلطف میخوانی | چاکرم گر بقہر میرانی

حافظ — اگر بلطف بخوانی مزید الطاف است | وگر بقہر برانی درون ما صاف است

سعدی — عروس ملک نکوروئے دختر است ولے | وفا نمی کند این سست مہر با داماد

حافظ — مجو درستی عہد از جہان سست نہاد | کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد است

سعدی — بتماشائے درخت چمنش حاجت نیست | آنکہ در خانہ چو تو سرو روانے دارد

حافظ — مرا در خانہ سروے ہست کاندر سایہ قدش | فراغ از سرو بستانی و گلہائے چمن دارم

سعدی — از ورطۂ ما خبر ندارد | آسودہ کہ بر کنار دریاست

حافظ — شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین ہائل | کجا دانند حال ما سبکباران ساحلہا

سعدی — نہ من خام طمع عشق تو میورزم و بس | کہ چو من سوختہ در خیل تو بسیارے ہست

حافظ نہ من کہ آں گل عارض غزل سرایم و بس کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارا نند

سعدی فارسی غزل کا پیغمبر ہے۔ اسلوب بیان کا بادشاہ ہے۔ اسکی گلستاں کی نثر کے ایک ایک فقرے دوسرے شعرا کے ایک ایک دیوان پر بھاری ہیں لیکن یہاں دیکھیے معنوی خوبیوں میں لفظوں کی شیرینی اور فصاحت میں طرز ادا اور اسلوب بیان کی جدت اور لطافت میں حافظ کسقدر اس سے بلند ہے!!

مولانا حالی لکھتے ہیں

"جن اصول پر شیخ نے غزل کی بنیاد رکھی تھی اسکے بعد اکثر متغزلین نے وہی اصول اختیار کیے کیوں کہ انکے بغیر غزل کا سرسبز ہونا نہایت دشوار تھا۔ اور اسطرح رفتہ رفتہ تمام ایران ترکستان اور ہندوستان میں ایک آگ سی لگ گئی ہر موزوں طبع نے غزل کہنی اختیار کی اور غزل گویوں کی تعداد حساب اور شمار سے بڑھ گئی۔ ازانجملہ بعض اکابر کی غزل نے شیخ سے بھی زیادہ شہرت اور رواج پایا۔ علی الخصوص حافظ شیراز کی غزل نے اپنا وہ سکہ جمایا کہ مذکورہ بالا ملکوں میں جو لوگ شعر کا مذاق رکھتے تھے یا فقر و درویشی کی چاشنی سے باخبر تھے یا راگ راگنی سے آشنا تھے یا شراب و کباب کا چسکا رکھتے تھے یا عاشق مزاج اور عشق دوست تھے سب جان و دل سے اسپر قربان ہو گئے۔ رقص و سرود کی محفلوں میں حال و قال کی مجلسوں میں قہوہ خانوں اور شراب خانوں میں شعرا کی صحبتوں میں مشایخ کے حلقوں میں در و دیوار سے لسان الغیب ہی کی آواز آنے لگی۔"

کلام کا نمونہ

فارسی کی تمام شاعری کا اگر انتخاب کیا جائے تو اچھے اور عمدہ اشعار اتنے نہ نکل سکینگے جتنے صرف دیوان حافظ میں نکلینگے دیوان حافظ کے تمام اشعار شروع سے آخر تک (سوائے الحاقی غزلوں کے) بے مثل اور لاجواب ہیں۔

انچہ ابیات بلندست کہ از طبعش زاد   انتخابیست ز دیوان سخن بخش ازل

ولیم جونس کہتا ہے کہ "حافظ کا دیوان اس چمن سے مشابہ ہے جس میں انسان اگر ایک پھول کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو دوسرے پھول کی رنگت اور تازگی دیکھکر اسکو توڑنے کو جی چاہتا ہے۔ اور جب اسکی طرف لپکتا ہے تو تیسرے کی شگفتگی اور خوبصورتی سفارش کرتی ہے کہ مجکو توڑو۔ گلچیں متحیر و مبہوت رہجاتا ہے کہ کسکو توڑے اور کسکو نہ توڑے"!

یہ ممکن ہے کہ اپنی اپنی طبیعت کے مذاق کے مطابق کسیکو ایک غزل دوسری سے زیادہ پسند آئے لیکن بحیثیت نفس شاعری کے دیوان حافظ کا انتخاب نہیں ہو سکتا بہت سے لوگوں نے انتخابات کیئے ہیں لیکن وہ ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ ایک نے جو غزلیں چھوڑ دی ہیں دوسرے نے وہی منتخب کی ہیں۔

ہمکو اس انتخاب پر ایک واقعہ یاد آیا کئی سال کا عرصہ ہوا ایک دفعہ ہم **قنوج** سے گذرے دل نے کہا اکثر یہاں سے عطر منگواتے ہیں کارخانے والے جیسا چاہتے ہیں اٹھا کر بھیجدیتے ہیں اب تو یہاں آہی گئے ہیں لاؤ ایک دن کے لیے ٹھر جائیں اور خود کارخانہ میں چلکر اپنی

پسند کے موافق دوستوں کے لیے عطر کی کچھ شیشیاں خریدیں۔ ٹھہر گئے۔ شام کے وقت ایک بڑے کارخانے میں پہونچے۔ وہاں جانے کے ساتھ ہی۔ اسقدر خوشبو دماغ میں بسگئی کہ اچھا اور برا پہچاننا تو درکنار کیوڑے اور گلاب میں امتیاز کرنا مشکل ہوگیا۔ آخر کارخانہ والو نے جو شیشی اٹھا کر دیدی وہی لیلی۔

دیوان حافظ دیکھتے وقت بھی قوت انتخاب دماغ سے بالکل جاتی رہتی ہی۔

تمام تذکرہ نویس اس سے انتخاب کرنیکو بے ادبی سمجھتے ہیں ہم اس موقع پر بلا انتخاب چند غزلیں جو ہمارے ملک کے لوگوں میں عام طور پر مشہور ہیں درج کرتے ہیں۔

الایا ایہا الساقی ادر کاسًا وناولہا ۔۔۔ کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید ۔۔۔ کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم ۔۔۔ جرس فریاد بردارد کہ بربندید محملہا

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل ۔۔۔ کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

ببوئے نافۂ کاخر صبا زاں طرہ بکشاید ۔۔۔ زتاب جعد مشکینش چہ خوں افتاد در دلہا

ہمہ کارم زخودکامی ببدنامی کشید آخر ۔۔۔ نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ

متے ماتلق من تہوے دع الدنیا واہملہا

دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدا را ۔۔۔ دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

دہ روزہ مہر گردوں افسانہ است افسوں ۔۔۔ نیکی بجائے یاراں فرصت شمار یارا

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز — باشد کہ باز بینیم آن یار آشنا را

در حلقۂ گل و مل خوش خواند دوش بلبل — ہات الصبوح ہبوا یا ایہا السکارا

اے صاحب کرامت شکرانۂ سلامت — روزے تفقدے کن درویش بے نوا را

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرفست — با دوستان تلطف با دشمنان مدارا

در کوے نیک نامی ما را گذر ندادند — گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

آئینہ سکندر جام جمست بنگر — تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

ہنگام تنگدستی در عیش کوش و مستی — کین کیمیائے ہستی قارون کند گدا را

گر مطرب حریفان این پارسی بخواند — در رقص و حالت آرد پیران پارسا را

حافظ بخود نپوشید این خرقۂ مے آلود
اے شیخ پاکدامن معذور دار ما را

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را — بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت — کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلے را

فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شہر آشوب — چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغما را

ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست — بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روے زیبا را

من از آن حسن روز افزون کہ یوسف داشت دانستم — کہ عشق از پردۂ عصمت برون آرد زلیخا را

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو — کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوست تر دارند — جوانان سعادت مند پند پیر دانا را

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می‌زیبد لب لعل شکر خارا

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخواں حافظ
کہ بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

صبا بلطف بگو آں غزال رعنا را
کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادۂ ما را

شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا
تفقدے نکند طوطی شکر خارا

غرور حسن اجازت مگر نہ داد اے گل
کہ پرسشے نکنی عندلیب شیدا را

بحسن خلق تواں کرد صید اہل نظر
بہ بند دام نگیرند مرغ دانا را

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر حریفاں بادپیما را

ندانم از چہ سبب رنگ آشنائی نیست
سہی قدان سیہ چشم ماہ سیما را

جز ایں قدر نتواں گفت در جمال تو عیب
کہ خال مہر و وفا نیست روئے زیبا را

در آسماں چہ عجب گر ز گفتۂ حافظ
سماع زہرہ برقص آورد مسیحا را

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند
چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند

من ارچہ در نظر یار خاکسار شدم
رقیب نیز چنیں محترم نخواہد ماند

غنیمتے شمر اے شمع وصل پروانہ
کہ ایں معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند

سروش عالم غیبم بشارتے خوش داد
کہ بر در کرمش کس دژم نخواہد ماند

بریں رواق زبرجد نوشتہ اند بزر
کہ جز نکوئی اہل کرم نخواہد ماند

چہ جاے شکر و شکایت ز نقش نیک و بد | کہ نقش مہر و نشان ستم نخواہد ماند

ز مہربانی جاناں طمع مبر حافظ
کہ کس ہمیشہ گرفتار غم نخواہد ماند

غلام نرگس مست تو تاجدارانند | خراب بادۂ لعل تو ہوشیارانند

ترا صبا و مرا آب دیدہ شد غماز | وگرنہ عاشق و معشوق رازدارانند

گذار کن چو صبا بر بنفشہ زار و ببیں | کہ از تطاول زلفت چہ سوگوارانند

رقیب درگذر و بیش ازیں مکن نخوت | کہ ساکنان در دوست خاکسارانند

نصیب ماست بہشت اے خداشناس برو | کہ مستحق کرامت گناہگارانند

نہ من براں گل عارض غزل سرایم و بس | کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارانند

تو دستگیر شو اے خضر پے خجستہ کہ من | پیادہ میروم و ہمرہاں سوارانند

بیا بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن | مرو بصومعہ کانجا سیاہ کارانند

خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد
کہ بستگان کمند تو رستگارانند

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند | نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند

نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہاد و تند نشست | کلاہ داری و آئین سروری داند

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست | نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

در آب دیدہ خود غرقہ ام چہ چارہ کنم | کہ در محیط نہ ہر کس شناوری داند

بباختم دل دیوانه و ندانستم | که آدمی بچهٔ شیوهٔ پری داند
وفائے عهد نکو باشد ار بیاموزی | دگرنه هر که تو بینی ستمگرے داند
تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن | که خواجه خود روش بنده پروری داند

زشعر دلکش حافظ کسے شود آگاه
که لطف طبع و سخن گفتن دری داند

واعظاں کیں جلوه بر محراب و منبر می کنند | چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند
مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس | توبه فرمایاں چرا خود توبه کمتر میکنند
گوئیا باور نمیدارند روز داوری | کیں همه قلب و دغل در کار داور میکنند
بندهٔ پیر خراباتم که درویشان او | گنج را از بے نیازی خاک بر سر میکنند
اے گدائے خانقه باز آ که در دیر مغاں | مے دهند آبے و دلها را توانگر میکنند
حسن بے پایان او چندانکه عاشق میکشد | زمرهٔ دیگر بعشق از غیب سر بر میکنند
خانه خالی کن دلا تا منزل جاناں شود | کیں هوسناکاں دل و جاں جاے دیگر میکنند
آه آه از دست صرافان گوهر ناشناس | هر زماں خرمهره را با در برابر مے کنند
بر در میخانهٔ عشق اے ملک تسبیح گوے | کاندر آنجا طینت آدم مخمر مے کنند

۳ صبحدم از عرش مے آمد خروشے عقل گفت
قدسیاں گوئی که شعر حافظ از بر مے کنند

یوسف گم گشته باز آید بکنعاں غم مخور | کلبهٔ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور

اے دل غمدیده حالت به شود دل بد مکن — وین سر شوریده باز آید بساماں غم مخور

دور گردوں گر دو روزے بر مراد ما نگشت — دائما یکساں نباشد حال گرداں غم مخور

ہاں مشو نومید چوں واقف نئی ز اسرار غیب — باشد اندر پرده بازی ہائے پنہاں غم مخور

ہر که سرگرداں بعالم گشت و غمخوارے نیافت — آخر الامر او بغمخوارے رسد ہاں غم مخور

در بیاباں گر بشوق کعبه خواہی زد قدم — سرزنشہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

گرچه منزل بس خطرناکست و مقصد ناپدید — ہیچ راہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور

حافظا در کنج فقر و خلوت شبہاے تار

تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور

مطرب خوش نوا بگو تازه بتازه نو بنو — باده دلکشا بجو تازه بتازه نو بنو

با صنمے چو لعبتے خوش بنشیں بخلوتے — بوسه ستاں بکام ازو تازه بتازه نو بنو

ساقی سیم ساق من نیست سیم بیار پیش — زود که پر کنم سبو۔ تازه بتازه نو بنو

بر ز حیات کے خوری گر نه مدام مے خوری — باده بخور بیاد او تازه بتازه نو بنو

شاہد دلربائے من میکند از برائے من — نقش و نگار و رنگ و بو تازه بتازه نو بنو

باد صبا چو بگذری بر سر کوے آں پری

قصه حافظش بگو تازه بتازه نو بنو

ایں خرقه که من دارم در رہن شراب اولیٰ — وین دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ

چوں عمر تبه کردم چندانکه نگه کردم — در کنج خراباتے افتاده خراب اولیٰ

از ہیچو تو دلدارے دل برنکنم آرے
گر تاب کشم بارے زان زلف دوتاب اولے

من حال دل زاہد با خلق نخواہم گفت
وین قصہ اگر گویم با چنگ و رباب اولے

تا بے سر و پا باشد اوضاع جہان زینسان
در سر ہوس ساقی - در دست شراب اولے

چوں پیر شدی حافظ از میکدہ بیروں شو
رندی و ہوسناکی - در عہد شباب اولے

خواجہ کے کلام کی مقبولیت

حسد چہ میبری اے سست طبع بر حافظ
قبول خاطر و لطف سخن خدا داد است

خواجہ کی غزلیں جس ذوق وشوق کے ساتھ جنوبی ہند میں گائی جاتی ہیں اسی جوش خروش کے ساتھ **ترکستان** کے میدانوں میں انکا راگ گونجتا ہے - اور جس طرح دریائے گنگا کے کناروں پر اس کے نغمے اٹھتے ہیں - اسیطرح دریائے **ڈینیوب** کی موجوں سے اس کے راگ ٹکراتے ہیں -

گو خواجہ کو گذرے ہوئے آج پانچسو سال سے زیادہ ہو گئے - لیکن انکی غزلیں ابتک ویسی ہی دلکش اور دلفریب ہیں جیسی پہلے تھیں اور اتنی صدیاں گذرنے پر بھی انکی مقبولیت کی نوجوانی پر کسی قسم کا بڑھاپا نہیں چھایا - کیونکہ ان کی بنیاد فطرتی جذبات پر ہے - ان جذبات پر جو ہر قوم - ہر ملک - اور ہر طبقہ کے آدمیوں میں یکساں پائے جاتے ہیں اسلیئے اسکی مقبولیت اسکی ہر دلعزیزی میں اسوقت تک فرق نہیں آسکتا جب تک کہ انسان کی فطرت

نہ بدل جائے۔

خاص فارس میں تو اسکی مقبولیت کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے بادشاہوں اور امرار کے دربار وں۔ فقرا اور درویشوں کے جمگھٹوں۔ عوام الناس اور بازاریوں کی محفلوں غرض ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگوں میں وہ ایکساں مقبول ہے۔ بچہ بچہ کو سینکڑوں شعر ازبر ہوتے ہیں عورتیں غزلیں کی غزلیں یا درکھتی ہیں اور گاتی ہیں۔ میڈم لوئیسا لکھتی ہے۔ کہ فارسی کی ایک کتاب "کلثوم ننہ" ہے جس میں وہاں کی عورتوں کے مذاقیہ من گھڑت رسم درواج کے مسئلے لکھے ہوئے ہیں منجلہ انکے ایک یہ بھی ہے۔

"ہر ایک عورت کے لیے یہ لازم ہے کہ طنبورہ بجانا سیکھے۔ تاکہ اسکے ذریعہ سے طبیعت"
"کی افسردگی اور کلفت کو دور کر سکے۔ اور اس پر حافظ کی غزلیں گائے اگر ایسا"
"اتفاق ہو کہ طنبورہ کسی گھر میں نہو تو صینی یا لکڑی کے کسی تختہ کو بجاے اور گاے"
"اگر یہ بھی نہیں ہے تو اپنے ہاتھ کہیں نہیں گئے تالیاں ہی سہی" [۱]

ہمکو تواریخ میں بعض بعض ایسے آدمیوں کے نام بھی ملتے ہیں جنکو خواجہ کا پورا دیوان حفظ تھا۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ۔ **مولی لاری** جو علامہ **دوّانی** کے شاگرد تھے خواجہ حافظ کا پورا دیوان ازبر رکھتے تھے۔

خواجہ نے سچ کہا ہے۔

---

[۱] ہم نے یہ کتاب بڑی جستجو سے حاصل کی چھوٹا سا رسالہ ہے افسوس ہے کہ شروع سے آخر تک بار بار پڑھا لیکن یہ فقرہ جس کو اس مصنف نے نقل کیا ہے کہیں بھی ہمکو اس کتاب میں نہیں ملا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ فارسکی عورتیں حافظ کی غزلیں گاتی ہیں۔

۱۰؎ حافظ حدیث عشق تو از بسکہ دلکش است نشنید کس کہ از سر رغبت زبر نہ کرد

مگر۔ ع

؎ قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری۔

سب سے زیادہ خواجہ کے کلام کی قدر جس نے کی وہ فارس کے شعرار کا گروہ ہی۔ انھوں نے اس کے راستہ میں خلوص اور عقیدتمندی کا فرش بچھایا اس پر مدح وثنا کے پھول برسائے اعزاز و احترام کے صدر پر اس کو بٹھایا اور اسکی پرستش شروع کی ان کی سینکڑوں غزلوں کی تضمینیں کیں۔ انہیں کی روش اختیار کرنیکی کوشش کی اور انہیں کے قدم بقدم چلنا شروع کیا **بابا فغانی۔ صائب۔ نظیری۔ عرفی** اور تمام شعرار جو خواجہ کے بعد ہوئے ہیں ان کے دواوین کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ہرایک نے اپنے پیش نظر خواجہ ہی کو رکھا ہی اور انہیں کا تتبع کرنا چاہتا ہی مگر حقیقت یہ ہی کہ بقول خواجہ کے۔

۲۰؎ کسیکہ منطق حافظ طمع کند در شعر ہماں حکایت زردوز و بوریا باف است

زمین و آسمان کا فرق ہی۔

خواجہ کے کلام کی مقبولیت کا ایک ادنی نمونہ یہ ہی کہ ہندوستان میں جہاں فارسی زبان بولی نہیں جاتی ہی سینکڑوں شعر انکے بطور ضرب المثل کے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ہم اس موقع پر وہ اشعار درج کرتے ہیں جو بہت مشہور ہیں اور اردو لکھنے بولنے میں عام طور پر لوگ ان کا استعمال کرتے ہیں۔

۱؎ بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا ۴

آسائشِ دو گیتی تفسیر این دو حرفست | با دوستاں تلطف: با دشمناں مدارا

ز عشق ناتمام ما جمالِ یار مستغنی ست | بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

راز درون پردہ ز رندانِ مست پرس | کیں حال نیست زاہد عالی مقام را

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق | ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں | مانمی خواہیم ننگ و نام را

مباش در پئے آزار و ہرچہ خواہی کن | کہ در شریعتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست | سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

دورِ مجنوں گذشت و نوبت ماست | ہر کسے پنج روز نوبت اوست

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمۂ و ناز | بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبی ست

مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز ‌‌‌‌ ‌‌ ورنه در مجلس رندان خبری نیست که نیست

هر چه هست از قامت ناساز بی‌اندام ماست ‌‌ ورنه تشریف تو بر بالای کس کوتاه نیست

رواق منظر چشم من آشیانهٔ تست ‌‌ کرم نما و فرود آ که خانه خانهٔ تست

مجو درستی عهد از جهان سست نهاد ‌‌ که این عجوزه عروس هزار داماد است

من از بیگانگان هرگز ننالم ‌‌ که با من هر چه کرد آن آشنا کرد

شاهد آن نیست که موئی و میانی دارد ‌‌ بندهٔ طلعت آن باش که آنی دارد

کس ندانست که منزلگه مقصود کجاست ‌‌ این قدر هست که بانگ جرسی می‌آید

واعظان کین جلوه بر محراب و منبر می‌کنند ‌‌ چون بخلوت می‌روند آن کار دیگر می‌کنند

صد ملک دل به نیم نگه می‌توان خرید ‌‌ خوبان درین معامله تقصیر می‌کنند

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید — دیگراں ہم بکنند انچہ مسیحا می کرد

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو — نفی حکمت مکن از بہر دل عامے چند

نخواہد ایں چمن از سرو و لالہ خالی ماند — یکے ہمی رود و دیگرے ہمی آید

سرّ خدا کہ عارف سالک بکس نگفت — در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس — در بند ایں مباش کہ نشنید یا شنید

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند — آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

بریں رواق زبرجد نوشتہ اند بزر — کہ جز نکوئی اہل کرم نخواہد ماند

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ — چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

آسماں بار امانت نتوانست کشید — قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

دست از طلب ندارم تا کام من برآید | یا جاں رسد بجاناں یا جان ز تن برآید

ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم | از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

رموز مملکت خویش خسرواں دانند | گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

نہ گویمت کہ ہمہ سال مے پرستی کن | سہ ماہ میخور و نہ ماہ پارسا می باش

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند | آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

یا زیاران چشم یاری داشتیم | خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالاں | طوق زریں ہمہ در گردن خر می بینیم

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ | کہ عنقا را بلند ست آشیانہ

باآب کوثر و زمزم سفید نتواں کرد | گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

تکیہ بر جائے بزرگان نتوان زد بگزاف | مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

در رہِ منزلِ لیلےٰ کہ خطرہاست بسے | شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

گر مسلمانی ہمینست کہ حافظ دارد | آہ اگر از پس امروز بود فردائے

یہ اشعار جس موقع پر لکھنے یا بولنے میں آجاتے ہیں موتی کیطرح چمکتے ہیں اور کلام کا لطف ایک سے دس گنا ہو جاتا ہی

خواجہ کے سینکڑوں مضمون اردو شعرا نے اردو زبان مین نقل کئے ہیں چنانچہ غالب نے ہم اس موقع پر اس قسم کے چند اشعار بطور مثال کے لکھتے ہیں۔

خواجہ | منکہ ملول گشتے از نفس فرشتگاں | قال و مقال عالمے میکشم از برائے تو
غالب | ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند | گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

خواجہ | بخدا کہ رشکم آید کہ نظر کنم بروئش | کہ نظر دریغ باشد بچنیں لطیف روئے
غالب | تکلف برطرف نظارگی میں بھی سہی لیکن | وہ دیکھا جائے کب یہ ظلم دیکھا جائے ہی مجھسے

خواجہ | جام جہاں نماست ضمیر منیر دوست | اظہار احتیاج خود آنجا چہ حاجتست
غالب | جام جہاں نما ہی شہنشاہ کا ضمیر | سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

خواجہ ارباب حاجتیم و زبان سوال نیست | در حضرت کریم تمنا چہ حاجتست
مسیکا کریم جو تجھے دینا ہو بے طلب دیدے | فقیر ہوں پہ نہیں عادت سوال مجھے

خواجہ آئین تقوے ما نیز دانیم | لیکن چہ چارہ با بخت گمراہ
غالب جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد | پر طبیعت ادھر نہیں آتی

خواجہ میخواست گل کہ دم زند از رنگ و بوئے دوست | از غیرتش صبا نفسش در دہاں گرفت
سودا چمن میں گل نے جو کل دعوے جمال کیا | صبا نے مارتما چہ منہ اسکا لال کیا

مگر ان سب اشعار کو خواجہ کے اشعار سے جو نسبت ہے ظاہر ہے۔

خواجہ کے کلام کی نسبت رائیں

خواجہ کی زندگی ہی میں ان کا کلام بے نظیر تسلیم کرلیا گیا اور لوگ ان کو ملہم صوفی خیال کرنے لگے مولانا جامی جنکی ولادت خواجہ کی وفات کے پچیس ہی سال بعد ہوئی ہے۔ اور جو فارسی شاعری کے ایک رکن خیال کیے جاتے ہیں۔ انکو لسان الغیب اور ترجمان الاسرار کا لقب دیتے ہیں کیونکہ ان کی زبان سے حقیقی عرفان کے راز اور صوفیانہ اسرار اسطرح صفائی اور بے ساختگی کے ساتھ نکلتے ہیں کہ گویا غیب سے القا ہو رہے ہیں۔

مولانا جامی کے علاوہ تمام شعراء فارس خواجہ کے کلام کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور اسکے مقابلہ کا خیال کرنا بھی بے ادبی سمجھتے ہیں۔ صائب فارسی غزل گوئی کا چوتھا رکن اور آخری استاد تسلیم کیا گیا ہے اس نے خواجہ کی غزل پر غزل لکھی مقطع میں اسطرح عذرخواہی کرتا ہے۔

روا است صائب اگر نیست از رہ دعوے تتبع غزل خواجہ گرچہ بے ادبی است

اے صائب اگر دعوے سے نہو تو خواجہ کی غزل پر غزل لکھنی جائز ہے اگرچہ یہ بھی بے ادبی ہے۔

سلیم طہرانی لکھتا ہے۔

سلیم معتقد نظم خواجہ حافظ باش کہ نشہ بیش بود در شراب شیرازی

اے سلیم خواجہ حافظ کے اشعار کا معتقد رہ کیونکہ شیراز کی شراب میں نشہ زیادہ ہوتا ہے

مغرور شاعر **عرفی** جو تمام شعرار فارس کو اپنے نزدیک ہیچ سمجھتا ہے۔ چنانچہ قصیدہ گویوں کے بادشاہ حسان العجم **خاقانی** کے متعلق کہتا ہے۔

زمانہ بین کہ مرا جلوہ داد تا از رشک بداغہائے ازین از مرگ سوخت خاقانی

دیکھ جب سے زمانہ نے مجکو شہرت دی رشک کے داغوں سے مرنے کبھی خاقانی جل اٹھا۔

ظہیر فاریابی کا مذاق اڑاتا ہے۔

ازاں نزد ست ہنر ہائے خود ہمی نالم کہ بر ظہیر ازیں شیوہ ہیچ در نکشاد

میں اس لیے اپنے کمالات سے نالاں ہوں کہ ظہیر پر اس فن کا کوئی دروازہ نہیں کھلا گیا

انوری جو کہ فارسی شاعری کے تینوں پیغمبروں میں سے ہے۔

در شعر سہ کس پیمبرانند فردوسی و انوری و سعدی

اسکے متعلق کہتا ہی۔

تفرجیکہ من از بہر روح ساز دہم — نہ انوری نہ فلانی دہندہ بہا نی

جو خوشی کہ میں روح کے لئے تیار کرتا ہوں وہ نہ انوری تیار کرسکتا ہی نہ کوئی اور اوسکے بہا نی

ہندوستان غریب نے ایک شاعر اتبک پیدا کیا ہی۔ یعنی خسرو اسکو بھی وہ اپنا

زلہ خوار بنانا چاہتا ہی۔

بروح خسرو ازیں فارسی تشکر دادم — کہ کام طوطی ہندوستاں شود شیریں

خسرو کی روح کو اس فارسی سے مین نے شکر دی کہ طوطی ہندوستان کا بھی منہ میٹھا ہو جاے

اور تو اور غزل گویوں کے پیر و مرشد شیخ سعدی جیسے پر نگ کو بھی تو اس نے

نہیں چھوڑا کہتا ہی۔

نازش سعدی بمشت خاک شیراز چہ بود — گر ندانستے کہ گردد مولد و ماواے من

شیراز کی ایک مشت خاک پر سعدی کیوں ناز کرتا - اگر اسکو یہ نہ معلوم ہوتا کہ وہ میرا مقام اور وطن ہوگا

مگر خواجہ کے سامنے ادب سے سر جھکا دیتا ہی اور سر تسلیم خم کرکے کہنے لگتا ہی۔

بگرد مرقد حافظ کہ کعبۂ سخن است — در آمدیم بعزم طواف در پرواز

حافظ کے مزار کے ارد گرد جو کہ شاعری کا کعبہ ہی طواف کے ارادہ سے ہم نے اڑنا شروع کیا

عرفی نکتہ چیں عرفی۔ خود پسند عرفی کا خواجہ کے مرقد پاک کو کعبہ سخن کہنا ایسے

کئی دفتروں سے زیادہ ہے جو ان کی تعریف میں لکھے جائیں

نہ صرف شعرا بلکہ ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگوں نے ہر ملک اور ہر قوم سخن شناسوں نے خواجہ کے کلام

کے حسن پر مدح و ثنا کے پھول نثار کیے، اور تعریف و توصیف کے نغمے گائے۔

نہ من براں گل عارض غزل سرایم و بس — کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

مولانا سودی فرماتے ہیں۔

"حافظ کا کلام نہایت لطیف اور پاکیزہ ہے وہ آب حیات میں نہایا ہوا ہے اور
خوبصورتی میں بہشتی حور کے برابر ہے۔"

کپتان کلارک مدح سرائی کرتا ہے۔

"فردوسی کی فصیح و بلیغ رزمیہ اور سعدی کی پاکیزہ اخلاقی شاعری بے شک
ایک اونچے درجہ کی مستحق ہے لیکن حافظ کا کلام ان سے بھی بہت زیادہ بلندی کا
حقدار ہے۔"

"اس کے تمام کلام میں ایک جدت کی روح ہے۔ وہ سوائے ان خیالات کے
جن کا صحیح فطرت اقتضا کرتی ہو اور کوئی خیال اپنی شاعری میں نہیں آنے دیتا
وہ تصنع اور بناوٹ سے جس سے کلام کی خوبی میں نقص واقع ہو سخت نفرت
کرتا ہے۔"

"دنیا کے کسی ملک میں کبھی کوئی ایسا عالی دماغ اور طباع
شاعر نہیں پیدا ہوا"

"جدت جو اہل کمال کا خاصہ ہے۔ اس کے اندر اسقدر ہے کہ لوگ اس کو ملہم خیال کرتے ہیں"

"اس کے اشعار لطافت۔ سادگی۔ غیر مصنوعی شاعرانہ رنگینیوں اور زبردست"
"جذبات سے لبریز ہیں۔ گرمی۔ متانت۔ اور زندہ دلی اس کے لفظ لفظ سے"
"ٹپکتی ہے۔ وہ زمانہ کا انقلاب دنیا کی بے ثباتی ریاکاری کا فریب دکھاتا ہے۔"
خالق کی عظمت۔ جوانی کی خوشی مذہب کی وسعت اور محبت کی خوبیاں بیان"
"کرتا ہے۔ اس کے اشعار دلکش۔ بے نظیر اور لاثانی اسلوب بیان رکھتے ہیں"
"اسکی غزلیں رذالت۔ پست ہمتی۔ اور خود پسندی سے مبرا ہیں انکا طرز"
"ادا بے انتہا انوکھا ہے۔ اور وہ مصنوعی ظرافتوں۔ مشکل بندشوں اور بعید از"
"قیاس استعاروں سے پاک و صاف ہیں۔ انمیں سوز بھی ہے اور شوخی بھی تعریف"
"بھی ہے اور شکایت بھی جس طرح وہ ولولہ انگیز ہیں اسیطرح پر تمکنت ہیں۔ ان کا"
"اسلوب بیان بے عیب۔ دلنشیں اور نہایت بلیغ ہے۔ کسی شعر سے ایک لفظ"
"کا گھٹانا ایک حسن کا کم کر دینا ہے اس کا ہر ہر شعر جادو ہے۔ زبان صاف ستھری"
"شیریں اور خوشگوار ہے۔

"گر مطرب حریفاں ایں پارسی بخواند   در رقص وحالت آرد پیران پارسا را"
"اسکے شعروں کی روانی اور سلاست پڑھنے والے کو خواہ وہ زاہد ہو یا رند"
"مسرور کیے بغیر نہیں رہسکتی نوجوان ان کو اپنے جوانی کے ایام مزوں میں"
"گذارنے کیلئے سند سمجھتا ہے اور گوشہ نشین زاہد انکو عرفان کے اسرار کا مرقع"
"خیال کرکے دعاؤں کی طرح پڑھتا ہے۔"

چارلس اسٹورٹ لکھتا ہی۔

"حافظ ایران کے تمام شاعروں میں فطرتی جذبات کا سب سے زیادہ رازداں ہی"
"اس کا کلام صرف کلام الہی سے کم درجہ کا اور باقی سب سے بہتر خیال کیا جاتا ہی"
"وہ سادہ اور لطیف ہی اور تصنع اور خود پسندی سے پاک ہی بعض بعض اشعار میں"
"جو فخر و مباہات کی جھلک نظر آتی ہی مثلاً۔

صبحدم از عرش مے آمد خروشے عقل گفت | قدسیاں گوئی کہ شعر حافظ از بر مے کنند

صبح کو عرش سے ایک شور سنائی دے رہا تھا عقل نے کہا کہ معلوم ہوتا ہی کہ فرشتے حافظ کے اشعار حفظ کر رہے ہیں

"انکو خود پسندی نہیں کہہ سکتے ۔ ہر شخص جس کا مذاق صحیح ہی سمجھ سکتا ہی کہ یہ سخن گسترانہ شوخیاں"
"اور شاعرانہ کلیلیں ہیں۔

مسٹر براؤن سعدی کے متعلق لکھتے ہوئے کہتے ہیں۔

"سعدی کی غزلیں نہایت دلچسپ اور دلفریب ہیں اور سوائے اس کے ہم وطن"
"حافظ کی غزلوں کے اور کسی سے کم درجہ نہیں رکھتیں"

بکنل تعریف کرتا ہی۔

"حافظ زندہ دلی کے ساتھ عشق و محبت کے جذبات بیان کرتا ہی۔ اس کا"
"فطرتی اور برجستہ کلام دل آویز تشبیہوں اور استعاروں کے ساتھ دنیا کے"
"علم ادب میں ایک نہایت ممتاز درجہ رکھتا ہی۔ اسکی خاص سلطنت میں"
"کوئی اس کا ہمپایہ نہیں ہی۔ اس کے کلام میں گو بے انتہا آزادی اور خوشی"

"ہی مگر کہیں الحاد کا رنگ نہیں پایا جاتا۔ اس کی خوشی کے ساغر میں دھریت کی"
"تلخی مطلق نہیں ہے۔ اسپر جسطرح ایشیا شیدا ہے اسیطرح یورپ بھی مفتوں ہے۔"

ڈاکٹر گاٹیل لکھتے ہیں۔

"حافظ کا دماغ روحانی سرزمین میں چکر لگاتا ہے۔ جب ہم اس کے کلام کا"
"لطف اٹھا رہے ہوں اور اس کی شاعری کے سمندر میں ڈوبے ہوئے"
"ہوں اسوقت یہ بتانا بہت ہی مشکل ہے کہ آیا وہ موتیں جنکی وہ تعریف کرتا ہے"
"گوشت اور خون کی بنی ہوئی ہیں یا روحانی ہیں جنپر ایک پُر اسرار پردہ پڑا ہوا ہے۔"

مسٹر ولسلی کا قول ہے۔

"حافظ کا بیان نہایت صاف اور سادہ شیریں اور ترنم ریز ہے وہ مخفی جذبات"
"اور حقیقی اسرار سے لبریز ہے۔ مگر ان سب سے بڑھکر اس کا وہ بلند اسلوب بیان ہے"
"جسکی برابری آجتک کسی سے نہ ہو سکی"۔

الغرض خواجہ کا کلام ایک ہرا بھرا اور پھولا پھلا باغ ہے جو اسکی سیر کرتا ہے اس کے دل دماغ کو فرحت اور روح کو تازگی حاصل ہوتی ہے اور جو اسمیں آتا ہے اس کی خوبیاں دیکھکر محو ہو جاتا ہے اور بے ساختہ اسکی زبان سے تعریف نکلتی ہے۔

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ
کہ بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

ہم نے یورپین مصنفین کی رائیں صرف اس لیے نقل کی ہیں کہ یہ معلوم ہو جاے کہ یورپ میں خواجہ کے متعلق ادیبوں کے کیا خیالات ہیں۔ اور وہ انکے کلام پر کسقدر فریفتہ ہیں

دیۂ خواجہ کے کلام کی مقبولیت اور وقعت ان سب تعریفوں سے بلند تر ہی اور ایشیا
والوں کیلیے انکے کلام کی عظمت اور ان کی شاعری کا کمال ثابت کرنیکے واسطے ان رایوں
کی ضرورت نہیں ہی۔

گوہر پاک تو از مدح و ثنا مستغنی است
فکر مشاطہ چہ با حسن خدا داد کند

چند روز ہوئے ہماری ملاقات ایک یورپین عالم سے ہوئی اثنائے گفتگو میں
حافظ کا تذکرہ آیا۔ اس نے کہا کہ حافظ تو بہت بڑا شاعر ہی۔ اور یورپ میں اس کی بڑی
قدر کیجاتی ہی۔ ہماری زبان میں متعدد ترجمے اس کے دیوان کے ہوئے ہیں اور انکو
کثرت سے لوگ پڑھتے ہیں۔ میرا یہ خیال ہی کہ ایشیا کے لوگ اسکی اتنی قدر نہیں کرتے
ہم نے کہا یہ ٹھیک ہی کہ یورپ کو اب حافظ کے ساتھ ذوق ہو چلا ہے اور وہاں
کے لوگ اس کی قدر کرنے لگے ہیں اور حافظ کے کلام میں ایسی خوبیاں اور دلچسپیاں
موجود ہیں کہ تمام دنیا اسکی قدر کریگی مگر آپ کا یہ فرمانا کہ ایشیا کے لوگ اسکی اتنی
قدر نہیں کرتے غلط ہی۔ قدر کیا ایشیا میں تو اس کے کلام کی پرستش ہوتی ہی۔ ؎

اے گل تو دوش داغ محبت کشیدۂ
ما آں شقایقیم کہ با داغ زادہ ایم

اصلیت یہ ہی کہ خواجہ کے کلام کا حسن ایشیا والوں کے لئے بے نقاب
ہی۔ وہ بے پردہ اس کا جلوہ دیکھتے ہیں بست ہوتے ہیں۔ وجد کرتے ہیں بخلاف
اہل یورپ کے کہ مذاق اور زبان کے اختلاف کا پردہ بیچ میں حائل ہی۔ اور وہ ترجمہ
کی عینک سے اس کا نظارہ کرتے ہیں جس سے ایک دھندلی سی تصویر اس کے

حسن کی ان کو نظر آتی ہے۔ مگر باوجود اسکے ان کی ہمت پر آفریں ہے کہ وہ علم پرستی کے ذوق میں سرگرمی سے اس کا مطالعہ کرتے ہیں ؎

ہمت مرغ سحر خواں کا ہوں قائل کہ اسے　　نالہ سے زمزمہ مقصود ہی تاثیر نہیں

خواجہ کے کلام کا اثر

ارسطو نے شاعری کو بھی منطقی دلائل کی فہرست میں درج کیا ہے یعنی جسطرح مختلف قسم کی دلیلوں سے نتیجے ثابت ہوتے ہیں اور انمیں یہ قدرت ہوتی ہے کہ انسان کو کسی بات کے تسلیم کرنے پر مجبور کر دیں اسی طرح شاعری میں بھی یہ طاقت ہے۔
شاعری شراب سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے یعنی جسطرح شراب انسان کے دماغ پر اپنا اثر ڈالکر اسکو مدہوش بنا دیتی ہے اسیطرح شاعری بھی اپنا اثر ڈالکر بیخود کر دیتی ہے۔
ہر قوم کی شاعری کا ایک اندرونی اثر جسکا ظاہر میں احساس نہیں ہوتا آہستہ آہستہ اس پر ہوتا رہتا ہے اور جس قوم کی شاعری میں جیسے خیالات ہوتے ہیں اس قوم کے اخلاق و عادات میں ویسی ہی انکی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔
عربوں کی شاعری بہادری۔ فیاضی۔ خودداری اور مہمان نوازی وغیرہ کے خیالات سے لبریز ہے چنانچہ یہ اوصاف بھی انمیں نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں
چونکہ فارسی شاعری میں زیادہ تر حسن پرستی کے خیالات ہوتے ہیں اسوجہ سے

لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اسکا اثر انسان کے اخلاق پر اچھا نہیں پڑتا خاصکر نوجوانوں کے حق میں یہ نہایت ہی مضر ہے۔

اور خواجہ کا دیوان چونکہ بادۂ شاعری کی روح ہے۔ اسلیے وہ اور بھی زیادہ جلد پڑھنے والیکو مست اور متوالا بنا دیتا ہے اور نوجوانوں کا دل و دماغ اس کے برداشت کی مطلق طاقت نہیں رکھتا۔

چنانچہ یہ مشہور ہے کہ شہنشاہ **عالمگیر** نے ممانعت کر دی تھی کہ کوئی اسکو نہ پڑھے کیونکہ عوام الناس صرف اس کے ظاہری معنی سمجھکر گمراہ ہوتے ہیں اور اس کے حقیقی مقصد اور صوفیانہ اسرار کی تہ تک نہیں پہنچسکتے

مگر اس کے ساتھ ہی جہاں پناہ ایک نسخہ دیوان کا ہر وقت اپنے سرہانے رکھتے تھے ہمارے ایک ستم ظریف دوست کا مقولہ ہے کہ فارس کو دستوری نہیں اگر جمہوری سلطنت بھی ملجائے لیکن جب تک وہاں دیوان حافظ اور شراب موجود ہے اسوقت تک وہ کبھی ترقی نہیں کرسکتا۔

بھلا جس ملک میں اس قسم کے شعروں کا

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو ... کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا
رموز مملکت خویش خسروان دانند ... گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

دفترات چرچا ہو وہاں کے لوگوں میں ذمہ داری برداشت کرنیکی قابلیت کیونکر پیدا ہوسکتی

مولانا حالی حیات سعدی میں لکھتے ہیں۔

خواجہ حافظ کی غزل مجالس اور محافل میں سب سے زیادہ گائی جاتی ہے

اور اسکے مضامین سے اکثر لوگ واقف ہیں۔ وہ ہمیشہ سامعین کو چند باتوں کی ترغیب دیتی ہی عشق حقیقی کے ساتھ عشق مجازی اور صورت پرستی و کام جوئی کو بھی وہ دین و دنیا کی نعمتوں اور فضیلتوں سے افضل بتاتی ہی مال و دولت علم و ہنر۔ نماز و روزہ۔ حج۔ زکواۃ۔ زہد تقوی۔ غرضکہ کسی شئے کو نظر بازی اور شاہد پرستی کے برابر نہیں ٹھراتی وہ عقل و تدبیر۔ مآل اندیشی تمکین و وقار ننگ و ناموس۔ جاہ و منصب وغیرہ کی ہمیشہ مذمت کرتی ہی اور آزادگی رسوائی۔ بدنامی۔ بدمستی۔ بے سر و سامانی وغیرہ کو جو کہ عشق کی بدولت حاصل ہو تمام حالتوں سے بہتر ظاہر کرتی ہی۔ دولتِ دنیا پر لات مارنا عقل و تدبیر سے کبھی کام نہ لینا۔ توکل و قناعت کے نشہ میں اپنی ہستی مٹا دینا۔ اور جوہر انسانیت کو خاک میں ملا دینا۔ دنیا و مافیہا کے زوال و فنا کا ہر وقت تصور باندھے رکھنا۔ علم و حکمت کو لغو و ہیچ اور حجاب اکبر جاننا حقائق اشیا میں کبھی غور و فکر نکرنا کفایت شعاری اور انتظام کا ہمیشہ دشمن رہنا۔ جو کچھ ہاتھ لگے اسکو فوراً رائگاں کھو دینا اور اسی طرح کی اور بہت سی باتیں اس سے مستفاد ہوتی ہیں۔ ظاہر ہی کہ یہ تمام مضامین ایسے ہیں جو ہمیشہ بے فکروں اور نوجوانوں کو بالطبع مرغوب ہوتے ہیں اور کلام کا سادہ اور عام فہم ہونا اور شاعر کی فصاحت و بلاغت اور مطرب و رقاصہ کی خوش آوازی اور حسن و جمال اور مزامیر کے سے انکو لے اڑتی ہی اور انکی تاثیر کو دس بیس

گنا کردیتی ہی۔ اور جب باوجود ان سب باتوں کے سامعین کو یہ اعتقاد بھی ہو
کہ اس کلام کے قائل اکابر صوفیہ اور مشایخ کرام ہیں جنکی تمام عمر حقائق اور
معارف کے بیان کرنیمیں گذری ہی اور جن کا شعر شریعت کا لب لباب اور
طریقت کا رہنما اور عالم لاہوت کی آواز ہی تو یہ مضامین اور بھی دلنشین زیادہ
ہو جاتے ہیں۔

یہانتک نقل کرنیکے بعد یکایک دیدۂ خیال کے سامنے خواجہ کی نورانی شکل آگئی جو
مجھ سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں۔ ؎

نفی حکمت مکن از بہر دل عامے چند　　عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

میں نے سوچا کہ شاعری کو عمل کرنیکے لیے کوئی نہیں پڑھتا بلکہ جذبات کی تیغ
کو سان پر رکھنے کے لیے اس کا مطالعہ کیا جاتا ہی۔ شاعری جذبات کی۔ روحانی لطیف
جذبات کی غذا ہی۔ جسطرح سریلی آواز سے روح کو سرور ہوتا ہی۔ اسیطرح اچھے اشعار
سے اسکو بالیدگی ہوتی ہی۔ بعض وقت صرف ایک شعر سے روح کو ایسا لطف حاصل ہوتا ہی
جو بدون اس کے ممکن ہی نہ تھا۔ اور خواجہ کی شاعری کی اصلی بنیاد صرف ایک جذبہ پر ہی
یعنی محبت پر۔ وہ محبت جو دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی چیز ہی۔ وہ جس سے انسان مجسم
نور بنجاتا ہی جس سے اس کی پرستش ہونے لگتی ہی۔

اسی محبت کو وہ شراب سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی کی تعریف سے ان کا
تمام دیوان لبریز ہی۔ انکا تمام کلام حقیقت و عرفان کا نچوڑ اور سلوک و تصوف کی جان

ہے اس میں ہزار ہا بیش قیمت اسرار ہیں خاصکر اہل دل کے لیئے تو وہ روحانی شراب ہے وہ اس پر جان و دل سے فریفتہ ہیں اور نہ صرف مسلمان بلکہ غیر قوم کے لوگ بھی۔ مہرشی **دیوندرا ناتھ ٹھاکر جی** اپنے معتقدوں کو تاکید کیا کرتے تھے کہ وہ دیوان حافظ کو مطالعہ میں رکھیں اور خود وہ جس زمانہ میں کوہ ہمالیہ میں تپشیا اور ریاضت میں مصروف تھے تو یہی دیوان انکا انیس و ہمدم تھا۔

ایسا نفیس کلام جس سے ہر مذہب و ملت کے برگزیدہ اور پاک باطن لوگ روحانی سرور حاصل کریں۔ اکابر مشائخ اور صوفیہ کرام اس کو آب حیات سمجھیں۔ شاعر اور ادیب اسپر جان دیں۔ اگر سادہ لوحوں پر اس سے اچھا اثر نہ پڑے تو کیا اس کلام کی وقعت میں کچھ بھی فرق آسکتا ہے۔ کیا یوسف کے حسن کی قدر اس سے کچھ بھی کم ہوسکتی ہے کہ اس نے زلیخا کو رسوا کیا۔

اصلیت یہ ہے کہ غزلیں عام طور پر محض بوالہوسی اور عشق مجازی کے جذبہ کو برانگیختہ کرتی تھیں لیکن سعدی اور حافظ وغیرہ نے انہیں عشق حقیقی کی بھی روح پھونکی۔ اور اپنی وجدانی کیفیات اور غیبی واردات کو گل و بلبل اور مے و ساقی کے افسانہ میں ادا کیا تاکہ عوام کو بھی اس سے دلچسپی رہے۔ اور ان کے جذبات پاکیزہ ہوں۔ کیونکہ کنایہ ہمیشہ تصریح سے زیادہ موثر ہوتا ہے۔ ؎

خوشتر آں باشد کہ ستر دلبراں　　　گفتہ آید در حدیث دیگراں

انھوں نے غزل گوئی کو جہاں و ہوس پرستی کا ذریعہ تھی۔ روحانی پاکیزگی کا

وسیلہ بنا دیا اور بادۂ انگور کو شراب طہور کر دیا

مولانا حالی نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ حافظ کی غزلوں کو قوم کیلئے خطرناک خیال کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

"خواجہ حافظ کی غزل کی ممارست اور مزاولت سے بیشک ابرار و احرار"
"کے دلوں میں دنیا کی بے ثباتی اور توکل و استغنا و قناعت کا نہایت"
"پختہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور اوباش والواط کو بے فکری۔ نا عاقبت اندیشی"
"عشقبازی۔ بدنامی و رسوائی کی ترغیب ہوتی ہے اور قوم کی موجودہ حالت"
"کے لحاظ سے پہلی تاثیر بھی ویسی ہی خانہ برانداز و رخانمان سوزی جیسی"
دوسری"

مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شاعرانہ جذبات کے مار ڈالنے سے قومیت زندہ ہوتی ہے؟ کیا قومی زندگی صرف ایک خشک زندگی کا نام ہے؟ ہم نے خود خواجہ سے سوال کیا کہ فرمائیے قوم کا مبصر آپکی شاعری کو قومیت کے لیے سم قاتل بتاتا ہے آپ کیا کہتے ہیں خواجہ نے جواب دیا۔

گویند رمز عشق مگوئید و مشنوید   مشکل حکایتیست کہ تقریر مے کنند

حقیقت یہ ہے کہ شاعرانہ جذبات قومیت کے لیے زیور ہیں۔ قومیت خود ایک شاعرانہ جذبہ کا نام ہے

ہم نے مانا کہ قوم کے پیٹ کو اسوقت علوم فنون سے بھرنیکی ضرورت ہے اور

وہی دغیرہ جو دماغی آسائش کی چیزیں ہیں آسودہ حالی اور فارغ البالی میں
اچھی معلوم ہوتی ہیں لیکن کیا موتی محض اس لئے کہ کھائے نہیں جاتے پامال کر دیئے جائیں
نہیں انکی قدر کرو کیونکہ وہ حسینوں کے گلے کی زینت ہیں۔ وہ شاہانہ تاجوں میں
چمکتے ہیں۔

فالیں

سرخی لکھنے کو تو لکھدی۔ مگر شبدیز قلم ابھی اس میدان میں قدم بھی نہ رکھنے پایا
تھا کہ دل نے زور سے اس کی لگام کھینچلی اور کہا کہ ہیں!! فالیں! مسلمان کہیں فالوں پر بھی
اعتقاد رکھتے ہیں۔

میں۔ ہزاروں آدمی دیوان حافظ میں فالیں دیکھتے ہیں۔ انکو مانتے ہیں پھر حافظ کا
سوانح نگار اس مقبول عام اور دلچسپ عنوان کو کیونکر چھوڑ سکتا ہے۔

دل۔ کوئی عقیدہ رکھا کرے تمہیں اس سے کیا۔ کیا تم جانتے نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم پہلے شخص ہیں جنہوں نے نجومیوں کو جھٹلایا۔ اور فرمایا **کذب المنجمون
ورب الکعبہ**۔ (خدا کی قسم نجومی جھوٹے ہیں) بھلا سوچو تو سہی کہ غیب کی بات بھی
کوئی بتا سکتا ہے قران شریف میں ہے۔ **وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا
الا ھو** (اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اس کے سوا کوئی انکو نہیں جانتا) مسلمانوں
کو ممانعت کی گئی ہے۔ کہ وہ فال اور شگون نہ لیا کریں۔ تمہیں معلوم نہیں کہ پیغمبر صاحب

نے سچے مسلمانوں کی ایک علامت یہ بھی بتائی ہے کہ وہم کا نیتطیرون (وہ شگون نہیں لیتے)

میں - مگر میں تو ادبی دلچسپی کے خیال سے لکھنا چاہتا ہوں مجھ سے پہلے کئی مصنفوں نے اسی عنوان پر کتابیں لکھی ہیں میں ہی اس بدعت کی بنیاد نہیں ڈالتا۔

دل - غلطی کتنے ہی آدمیوں سے ہو پھر بھی وہ غلطی ہے۔ رہی ادبی دلچسپی - سو جو لوگ کچے عقیدے کے ہیں وہ اس کا کب خیال رکھینگے تمہاری تو ادبی دلچسپی ہوگی اور وہاں عقیدے بگڑ جائینگے - ع

کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

میں - مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں عوام کے خیال سے خواص کو بھی جو عقل و فہم رکھتے ہیں اس لطف سے محروم رکھوں مجھے کسی کے عقیدہ سے کیا واسطہ اپنے کام سے کام ہے۔ تاریخ نویسی کے قانون کے مطابق اس موقع پر مجھپر فرض ہے کہ اس عنوان پر کچھ ضرور لکھوں۔

دل - لوگوں کے عقیدے کو خراب کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ اور سراسر خلاف شرع ہے

میں - اچھا لاؤ خود دیوان حافظ میں دیکھیں۔ خواجہ بھی اس کو خلاف شرع بتاتے ہیں یا نہیں -

دل - ہیں باخلاف شرع باتوں پر اصرار کرنا سخت گناہ ہے۔

میں - خیر دیکھنے میں کیا ہرج ہے .... دیوان کھولتے ہی یہ شعر نظر پڑا -

بیا تا در صف رندان بہ بانگ چنگ مے نوشیم	کہ ساز شرع زیں افسانہ بے قانون نخواہد شد

آؤ ہم رندوں کے جھگھٹے میں چنگ بجا کر شراب پیں - کیونکہ شریعت کا باجا ان باتوں سے بے سرا نہیں ہو جائیگا

دل - یہ بھی ایک اتفاق کی بات ہے - اسکی پیروی کرنی ہرگز مناسب نہیں ہے قران میں اللہ تعالے کہتا ہے - الشعراء یتبعہم الغاوٗن (شاعروں کی پیروی وہی لوگ کرتے ہیں جو گمراہ ہوتے ہیں) -

میں - اب تو بفتوائے حافظ میں ضرور لکھوں گا -

دل - نہیں نہیں ہرگز نہیں کیا فائدہ محنت بھی کرو اور گنہگار بھی بنو -

میں - ہر کام کی سزا و جزا نیت کے مطابق ہوتی ہے -

دل - یہ مانا لیکن قصداً ایسا کوئی کام کرنا جس سے خلقت خدا توہم پرستی میں مبتلا ہو جائے بہت بڑا گناہ ہے اور ایسا شخص شیطان ہے -

میں - اچھا آپ جبریل بنے بیٹھے رہیے اور اب مجھے لکھنے دیجیے - ع

چل رے خامہ بسم اللہ

اسلام سے پیشتر دنیا کی تمام قوموں میں فال اور شگون لینے کا رواج تھا - اہل روم بھی جو اس زمانہ میں تمدن اور شائستگی میں بلند ترین درجہ رکھتے تھے اسمیں مبتلا تھے - اور وہ بھی جاہل عربوں کی طرح چڑیوں کے اڑنے اور انکی آواز سے شگون

لیتے تھے۔ بہت سے لوگ اس غرض کے لیے نجومیوں اور کاہنوں کے پاس
جاتے تھے۔

عام عیسائی قوموں میں کتاب مقدس سے بھی فال نکالنے کا رواج تھا اور چونکہ
ہومر کی الیڈ اور اوڈیسی دونوں کتابیں بھی اہل یورپ میں بیحد مقبول تھیں وہ لوگ ان سے
بھی فالیں نکالا کرتے تھے انکی خوش اعتقادی یہانتک بڑھ گئی تھی کہ بڑے بڑے حاذق
طبیب لاعلاج مریضوں کے سرہانے ہر رات کو ایک ایک حصہ الیڈ کا رکھواتے
تھے اور اس کی برکت سے شفا کی امید رکھتے تھے۔

اسلام کے نور نے جہاں تمام توہم پرستی کی ظلمتوں کو مٹا دیا وہاں فال اور
شگون کے مشغلہ کو بھی بے حقیقت کر دیا۔ مگر انسان میں جہاں بہت سی کمزوریاں ہیں
وہاں ایک یہ بھی کمزوری اس کے اندر ہے کہ وہ اپنے آیندہ حالات کے جاننے کا
بڑا اشتائق ہوتا ہی۔ خاصکر جب وہ کوئی ارادہ یا کام کرتا ہی تو اس کے انجام اور نتیجہ کے
دریافت کرنیکا ہر وقت اس کو خیال رہتا ہی۔ اور گو وہ کیسا ہی پختہ عقیدہ کا ہو اور اس بات
پر کامل یقین رکھتا ہو کہ غیب کا علم کسی مخلوق کو ہو نہیں سکتا مگر جب اپنے متعلق کسی پیشین
گوئی کو سنتا ہی تو ضرور دلچسپی لیتا ہی۔ چنانچہ ابھی اسلام کو دو صدیاں بھی نگزرنے
پائیں تھیں کہ خلیفہ **منصور عباسی** کے دربار میں ہندوستان کے جوتشی پہونچے
اور انکی وجہ سے عربوں کو پھر فال شگون اور اچھی بری ساعت دیکھنے کا چسکا پڑ گیا اور
رفتہ رفتہ یہ بیماری تمام اسلامی ممالک میں پھیل گئی۔

خاصکر فارس میں استخارہ فال۔ اور شگون وغیرہ کا بہت ہی زیادہ رواج تھا سعدی اور حافظ کے کلام میں جا بجا اس کا ذکر ہی بعض بعض شعروں سے معلوم ہوتا ہی کہ خواجہ حافظ خود بھی فال نکالا کرتے تھے۔ مثلاً

از غم و درد مکن نالہ و فریاد کہ دوش   زدہ ام فالے و فریاد رسے می آید

روز ہجراں و شب فرقت یار آخر شد   زدم ایں فال و گذشت اختر و کار آخر شد

بہت سے لوگ قرآن سے فال نکالتے تھے۔ بعضوں نے یہ سوچکر کہ قرآن کا درجہ اس سے بلند ہی اور اس سے فالیں نکالنی بے ادبی ہی۔ **مولانا روم** کی مثنوی اور شیخ سعدی کی بوستاں کو اس کام کیلیے منتخب کیا۔ مگر دیوان حافظ سب سے زیادہ موزوں خیال کیا گیا

اسکی وجہ یہ ہی کہ خواجہ کی شاعری کو انسان کے عام معاملات سے بہت زیادہ تعلق ہی۔ کیونکہ انھوں نے روزمرہ کے واقعات مشاہدات اور پیش نظر چیزوں سے شاعرانہ خیالات اخذ کیئے ہیں۔ اسلیئے جو سوالات انسانی معاملات کے متعلق کیئے جاتے ہیں انکے جواب میں اکثر مناسب اشعار نکل آتے ہیں۔

علاوہ بریں چونکہ انکے اشعار عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کا پہلو رکھتے ہیں اس لیے ان کے معانی میں بہت بڑی وسعت ہوتی ہی۔ اور طرح طرح کی تاویلوں کی گنجائیش نکل سکتی ہی۔ اور فال دیکھنے والا ہیر پھیر کے اپنی منشا کے مطابق اسمیں

معنی پہنا سکتا ہی۔

ایک بات یہ بھی ہی کہ خواجہ کے اشعار بے نظیر ہیں۔ اور جب کسی سوال کے جواب میں انکا کوئی شعر نکلتا ہی تو اپنے انوکھے طرز بیان سے دل میں کھب جاتا ہی۔ اور فال کی دلچسپی کو بڑھاتا ہی۔

اس کے ساتھ ہی خواجہ چونکہ بہت بڑے صوفی اور ولی اللہ تھے اور ان کے کلام پر صوفیانہ تقدس کا غلاف چڑھا ہوا ہی۔ اس لیے عوام الناس انکے روحانی تصرف کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں چنانچہ خواجہ کا معتقدِ خاص پنڈت خوشگو کہتا ہی کہ "میں نے سوچا کہ کیا وجہ ہی کہ خواجہ سے جس بات کا سوال کیا جاتا ہی۔ اس کا جواب نہایت ٹھیک دیدیتے ہیں۔ اسکے لیے بھی میں نے دیوان میں دیکھا مجکو یہ شعر ملا

معجز است ایں شعر یا سحر حلال   ہاتف آرد ایں سخن یا جبرئیل

میں سمجھ گیا کہ بے شک خواجہ کی شاعری میں کوئی غیبی آواز شامل ہی"

الغرض ان تمام وجوہات سے دیوان حافظ میں پوری قابلیت اس بات کی موجود تھی کہ لوگ اس سے تفاؤل کریں۔ **نظیری نیشاپوری** کہتا ہی۔

حسب حال خود کس از مجموعۂ یارے نخواند   حافظ شیراز را دیوان فرخ فال کو

چنانچہ لوگوں نے کثرت کے ساتھ اس سے تفاؤل کرنا شروع کیا۔ اور بہت سے لوگوں نے ان فالوں کو کتاب کی شکل میں جمع کیا **حاجی خلیفہ** کشف الظنون میں لکھتا ہی کہ "**محمد بن شیخ محمد** ہروی نے ایک رسالہ لکھا ہی جسمیں

خواجہ حافظ کے لسان الغیب ہونیکا ثبوت دیا ہے۔ اور انکے دیوان کی بہت سی فالیں
جو مناسب موقع کی واقع ہوئی ہیں۔ اس میں جمع کی ہیں،، پھر آگے لکھتا ہے کہ،، مولانا
حسین کفوی متوفی ۱۰۱۰ھ نے بھی اسی قسم کی ایک کتاب ترکی زبان میں لکھی ہے،،
اس کی ابتدا یوں بیان کیجاتی ہے۔ کہ جب خواجہ کا انتقال ہوا تو بعض علماء نے انکے
جنازہ کی نماز پڑھنے سے انکار کیا۔ شاہ منصور بھی جنازے میں شریک تھا۔
اس نے سبب دریافت کیا ان لوگوں نے جواب دیا کہ حافظ ملحد تھا۔ اور ملحد کے
جنازے کی نماز جائز نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا ثبوت ہے انھوں نے کہا
کہ دیوان منگایا جائے تو ہم الحاد ثابت کر سکتے ہیں دیوان آیا کھولتے ہی یہ شعر نکلا۔

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ — کہ گرچہ غرق گناہ ست میرود بہ بہشت

حافظ کے جنازہ سے قدم نہ روکئے کیونکہ وہ اگرچہ گناہ میں غرق ہے لیکن بہشت میں جا رہا ہے

اس تائید غیبی کو دیکھکر سب خاموش ہوگئے اور بلا چون وچرا جنازہ کی نماز
ادا کی اسی دن سے خواجہ کا نام لسان الغیب رکھا گیا اور لوگ انکے دیوان
سے تفاؤل کرنے لگے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ روایت غلط ہے۔ اولاً اس لیے کہ خواجہ کا دیوان انکی
وفات کے بعد ترتیب دیا گیا ہے۔ ثانیاً محمد گلندام جس نے دیوان کو مدوّن کیا ہے۔
خواجہ کو بڑے بڑے القاب سے یاد کرتا ہے لیکن لسان الغیب نہیں کہتا نیز احمد بن
محمد یحیی المتخلص بہ فصیح اپنی کتاب مجمل فصیحی میں جس میں ابتدائے آفرینش سے لیکر

زمانہ ۸۴۵ھ یعنی خواجہ کی وفات کے نصف صدی بعد تک کے واقعات لکھے ہیں
اور خواجہ حافظ کا بھی حال لکھا ہی۔ انکو مولانائے اعظم افتخار الافاضل لکھتا ہی لیکن لسان
الغیب نہیں کہتا جس سے معلوم ہوتا ہی کہ اس وقت تک اس نام سے وہ مشہور نہ تھے
مگر یہ روایت بے بنیاد نہیں ہی۔ اس کی اصلیت یہ ہی کہ خواجہ نے باوجود اسکے
کہ وہ حضرت بہاءالدین نقشبند رح کے مرید اور خود بہت بڑے مفسر و فقیہ تھے
عام مسلمانوں کے عقیدہ کے خلاف جو وحدت شہودی کے قائل ہیں یعنی اللہ تعالے
کو خالق اور منفرد اور تمام موجودات کو مخلوق اور اس سے الگ مانتے ہیں۔ صوفیانہ
اندازمیں وحدت وجودی کی طرف میلان ظاہر کیا یہانتک بھی خیرت تھی کیونکہ مولانا
روم نے بھی منصور کی حمایت کی تھی اور اسوجہ سے لوگ ان خیالات سے کچھ
کچھ آشنا ہو چکے تھے مگر انھوں نے ایک شعر میں امام شافعی رح پر بھی حملہ کردیا

از شافعی مپرسید امثال ایں مسائل ... علاج بر سر دار ایں نکتہ خوش سراید

منصور دار پر کیا عمدہ بات کہتا ہی کہ شافعی سے اس قسم کے مسئلے نہ پوچھو

فقہا اسی بات پر اعتراض کرتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ انھوں نے جنازہ کی نماز پڑھنے
سے انکار کیا۔ تذکرہ نتائج الافکار کا مصنف لکھتا ہی کہ شاہ منصور چونکہ خواجہ کا بہت
بڑا معتقد تھا اس نے کہا کہ اچھا انکی غزلوں کے مسودے منگا کر دیکھے جائیں چنانچہ پہلے
اسی شعر پر نظر پڑی۔

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ ... کہ گرچہ غرق گناہست میرود بہ بہشت

اس موقع پر اس شعر کا نکلنا ایک بدیہی کرامت تھی۔ معترض دم بخود ہو گئے اور جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔

جہاں تک ہمکو معلوم ہو سکا۔ خواجہ کو لسان الغیب اور ترجمان الاسرار کا خطاب سب سے پہلے مولانا جامی نے اپنی کتاب نفحات الانس میں جو ۸۸۵ھ میں لکھی گئی ہو دیا ہو۔ مگر اس لیے نہیں کہ وہ غیب کی باتیں بتاتے ہیں۔ کیونکہ مولانا جامی نے خود ہی اپنی دوسری کتاب بہارستان میں جو ۸۹۲ھ میں انھوں نے لکھی ہو لسان الغیب کے لقب کی طرح تشریح کی ہو کہ حافظ کے اشعار بلا تکلف اس صفائی کے ساتھ انکی زبان سے نکلتے ہیں کہ گویا عالم غیب سے القا ہو رہے ہیں۔

مگر مولانا آزاد بلگرامی کی جو تفاؤل کے معاملہ میں نہایت خوش اعتقاد ہیں اس معنی سے تسلی نہیں ہوتی وہ کہتے ہیں کہ خواجہ کے لسان الغیب کہنے کی یہ بھی وجہ ہے کہ وہ غیب کی باتیں بتا دیتے ہیں چنانچہ وہ خواجہ کی تعریف میں کہتے ہیں۔

مرداں زغاک ہم خبر آسماں دہند　　فال کلام حافظ شیراز کن لحاظ

فال نکالنے کے مختلف طریقے ہیں۔ صاف اور آسان طریقہ یہ ہو کہ مسلمان ہو تو درود پڑھکر خواجہ کی روح کو ثواب بخشے اور مسلمان نہو تو انکے لیے دعا کرے پھر دیوان کھولے دائیں صفحہ کے پہلے شعر کو جواب سمجھنا چاہیے اگر جواب کو سوال سے مناسبت نہو تو دوبارہ دیکھے اگر ابکے بھی نہ ملے تو سہ بارہ دیکھے اگر پھر بھی نہ ملے تو سمجھنا چاہیے کہ خواجہ اس وقت کسی مصلحت سے جواب

دینا پسند نہیں کرتے پھر زیادہ تنگ نہ کرے بعض لوگ شعر معین کر لیتے ہیں کہ جو صفحہ نکلے اس کے فلاں شعر میں ہمارے سوال کا جواب ملے دیوان کھولنے پر جو صفحہ نکلتا ہی اس میں شعر دس گنکر وہی شعر دیکھ لیتے ہیں اگر جواب نہیں ہی تو دوبارہ سہ بارہ دیکھتے ہیں۔

دیوان کے ایک قلمی نسخہ میں فال نکالنے کا طریقہ درج ہی اور اسکو محمد گلندام کی طرف منسوب کیا ہی۔

م	م	ک	ط	ر	ک	ی	ب	خ	ا	د	د	ا	د	ف
ا	ر	ی	ا	ح	ا	ل	ی	ف	ہ	ن	ر	ذ	ب	ز
ع	ب	م	ب	ی	ش	م	ا	ی	ا	ن	غ	ا	ا	آ
و	ط	ن	ک	م	م	ن	ی	ا	و	ا	م	ر	ر	ت
ن	ء	ر	ہ	ی	ن	م	ی	د	و	ا	ذ	ا	ر	ر
د	و	د	ک	ذ	ر	ی	ث	ل	د	د	ا	ل	ت	م
م	ہ	ع	ک	ج	ر	خ	م	ی	د	خ	ر	ن	و	م
ن	ن	خ	ر	پ	ب	د	د	ک	گ	ا	ا	ی	ی	ت
د	ش	ف	ا	ی	ن	ن	و	ب	آ	ہ	ت	ن	ل	ہ
ش	ف	س	م	و	ا	ل	ب	ک	ہ	ر	د	ن	م	ع
س	ت	ش	ر	خ	ی	ش	ا	م	ہ	ک	ا	ب	ن	خ
ا	ر	ت	ر	ا	د	خ	و	ا	د	ی	س	و	م	ی
ت	ہ	ن	ر	ا	ب	ی	م	ط	خ	ب	ہ	م	د	ا
ب	ء	ل	ہ	ی	ر	ب	ب	ا	م	ن	ب	ی	ا	و
خ	ب	ی	ن	و	ی	ش	م	ج	ف	ر	د	ش	ز	م

جس شخص کو فال نکالنی ہو وہ پہلے **شاخ نبات** کا نام تین بار لیکر ان
خانوں میں سے کسی خانہ پر انگلی رکھدے اس خانہ کے حرف کو چھوڑکر آگے سے شمار
کرے اور ہر نواں حرف لیتا ہوا چلا جائے۔ اگر نقشہ ختم ہو جائے تو شروع سے
اسی طرح شمار کرتا ہوا اور نواں حرف لیتا ہوا اس حرف تک پہونچے جسپر انگلی رکھی
جتنے حروف حاصل ہوں انکو ترتیب وار لکھنا چاہیے ان حرفوں سے جو مصرع
مرتب ہو گا وہی مقصود ہو گا۔

مثلاً ہم نے خانہ ۱۰۵ پر انگلی رکھی اس میں ش ہی اسکو چھوڑکر آگے سے
شمار کرنا شروع کیا۔ آخر نقشہ تک اسقدر حروف نکلے۔

ا و ر م ب ک ف ط

اب شروع نقشے سے خانہ ۱۰۵ تک شمار کیا تو یہ حروف اور نکلے۔

ا ل ع ا ک ر م د د ک ن د د ا م ن ش۔

اب پہلے حرفوں کے ساتھ انکو ملاکر ترتیب وار لکھا۔

ا و ر م ب ک ف ط ا ل ع ا ک ر م د د ک ن د د ا م ن ش

ان سے یہ مصرع بنا۔

آورم بکف طالع اگر مدد کند دامنش

اسمیں تھوڑیسی تبدیل کردی تو یہ مصرع ہو گیا۔ اور اسی کو فال سمجھنا چاہیے۔

طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف

یہ حافظ کی ایک غزل کے مطلع کا پہلا مصرعہ ہے۔ دوسرا مصرعہ یہ ہے۔

گر بکشم زہے طرب ور بکشد زہے شرف

اسیطرح ایک اور طریقہ فال نکالنے کا ۱۹۰۴ء کی ایک جنتری راحت التقویم میں ہم نے دیکھا وہ لکھتا ہے کہ جو شخص اپنے مطلب کی فال دیکھنا چاہے وہ بصدق دل پہلے یہ اشعار پڑھے

انچہ از سر غیب گوید راز ہست دیوان حافظ شیراز

حسب حال من شکستۂ زار انچہ دانی بروے کار براز

بعدہٗ خدا کا نام لیکر ذیل کے کسی خانہ پر انگلی رکھے۔

م	د	ب	د	ب	ک	ج	ر	ر	ہ	د	ی	آ	ش	ا	ن
ی	ا	ب	ف	و	ی	ہ	ل	د	د	م	ل	ے	م	ی	ب
ی	ط	ن	ی	ن	ا	ب	ش	ف	ل	ہ	ک	ا	ا	ث	ش
ل	ث	و	ک	ا	ر	گ	ی	ل	آ	د	ب	ب	ب	ی	ہ
ت	ہ	م	ر	ہ	ش	ح	ہ	ک	و	و	و	ا	ا	ا	ر

جس خانہ پر انگلی رکھی اُس کا حرف لکھ لے۔ پھر اس خانہ سے تین خانہ گن کر چھوڑ دے اور چوتھے خانہ کا حرف لکھ لے۔ جب نقشہ تمام ہوجائے تو شروع کے خانہ سے ابتدا کرے اور اسی طرح تین خانے چھوڑتے ہوئے اور چوتھے خانہ کا حرف لیتے ہوئے اس خانہ تک پہونچے جس پر انگلی رکھی تھی۔ اب جسقدر حروف حاصل ہوئے ہیں ان سبکو

ترتیب وار لکھکر جوڑے جو مصرع حاصل ہو اسکو فال غیبی سمجھے مثلاً ہم نے خانہ ۵ پر انگلی رکھی اور مطابق طریقہ مذکورہ کے عمل کیا تو یہ حروف برآمد ہوے۔

ب ر ا ی د د ر ی ن ف ا ل ا ل ب ت ہ ک ا م

ان حرفوں سے یہ مصرع بنا۔

برآید دریں فال البتہ کام

فال نکالنے کے یہ دونوں طریقے ہم نے صرف اس لیئے لکھے تاکہ معلوم ہوسکے کہ حافظ کی فالوں کے ساتھ لوگوں کو کسقدر گہری دلچسپی ہے۔ اور کیا کیا نیرنگیاں اسکے متعلق سوچی گئی ہیں۔ ورنہ ہم جانتے ہیں کہ اس قسم کے تاریک اوہام کا لکھنا محض کاغذ اور سیاہی کا خراب کرنا اور ناظرین کو ایک غیر مفید الجھن میں ڈالنا ہے۔

ہندوستان کے بادشاہوں میں ہمایوں اور جہانگیر فالوں کے بڑے معتقد تھے اور زیادہ تر دیوان حافظ سے تفاؤل کیا کرتے تھے ایک نسخہ دیوان حافظ کا جو ہمایوں اور جہانگیر کے پاس بھی رہا ہے اب بانکی پور کے کتب خانہ میں موجود ہے ان دونوں شہنشاہوں نے اپنی کئی فالوں کی یادداشت جو انھوں نے دیوان سے نکالی تھیں مع سنہ و تاریخ کے اس کے حاشیہ پر اپنے قلم سے لکھی ہیں۔

ہم مولوی عبد المقتدر صاحب کے خاص طور پر شکر گزار ہیں جنہوں نے نہایت جستجو اور تحقیق کے ساتھ تواریخ سے مطابقت دیگران کی تفصیل دریافت کی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انکو لکھا۔

ہمایوں نے شیر شاہ کے مقابلہ میں اپنے خود غرض بھائیوں مرزا کامران اور مرزا عسکری کو اپنے ہمراہ متحد کرنیکے لیے بڑی کوشش کی لیکن وہ یوسف کے بھائی نکلے انھوں نے اسکی بات نہ مانی اور اس سے الگ رہے آخر شیر شاہ نے ۹۴۷ھ میں ہمایوں کو شکست فاش دی اور وہ مجبوراً ہندوستان سے بھاگ کر فارس میں شاہ طہماسپ کے یہاں پناہگزیں ہوا۔

۹۶۱ھ جب وہاں سے فوج لیکر پھر ہندوستان پر چڑہائی کا ارادہ کیا اسوقت دیوان حافظ میں فال دیکھی یہ شعر نکلا۔

عزیز مصر برغم برادران غیور   ز قعر چاہ برآمد بہ اوج ماہ رسید

عزیز مصر اپنے بھائیوں کی منشا کے خلاف کنوئیں کی پستی سے نکلکر چاند کی بلندی پر پہنچا

پہلی لڑائی قندھار میں ہوئی جس میں مرزا عسکری گرفتار ہوا دوسری کابل میں جس میں کامران نے شکست کھائی پھر ہندوستان کی طرف بڑھا اسوقت بھی فال دیکھی یہ جواب ملا۔

دولت از مرغ ہمایوں طلب و سایۂ او   زانکہ با زاغ و زغن شہپر دولت نبود

مرغ ہمایوں (ہما) کے سایہ میں دولت حاصل کر چیل اور کوّے کے پاس دولت کے پر نہیں ہوتے

آخر دو ایک مقابلہ کے بعد ۹۶۲ھ میں دہلی کے تخت پر آکر بیٹھ گیا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد عادلی نے صوبہ بہار سے لیکر جونپور تک اپنا قبضہ جمالیا اور خود مختاری کا علم بلند کیا سلطان محمد خاں صوبہ دار بنگالہ نے اسپر

فوج کشی کی مگر عادلی نے ہیموں کی مدد سے اس کو شکست دیدی ہمایوں نے یہ کیفیت دیکھکر خود اس کی گوشمالی کا ارادہ کیا - اسوقت دیوان حافظ میں بھی فال دیکھی کہ نتیجہ کیا ہوگا - یہ شعر نکلا

نظر بر قرعۂ توفیق و یمن دولت شاہ است ۔۔۔ بدہ کام دل حافظ کہ فال بختیار ان زد

بادشاہ کے دولت کے عروج اور توفیق الہی کی فال نکلتی ہے حافظ کے دل کا مقصد پورا کر کیونکہ اس نے خوش قسمتی کی فال نکالی ہے

ہمایوں نے اس فال پر جو یادداشت لکھی ہے اسمیں لکھتا ہے کہ "انشاءاللہ چوں فتح ولایات شرقی و مبارزان آں دیار بامر کردگار شود نذر خوبی بخواجہ لسان الغیب فرستادہ شود" اس سے اس کی کمال عقیدت کا پتہ ملتا ہے -

جہانگیر بھی اس سے کم معتقد نہ تھا - وہ لکھتا ہے "در بسیارے از مطالب بدیوان خواجہ رجوع نمودہ ام و بحسب اتفاق انچہ برآمدہ نتیجہ مطابق ہماں بخشیدہ و کم است کہ تخلف نمودہ"

جہانگیر نے شہنشاہ اکبر کی آخری عمر میں مینوشی بہت زیادہ کردی تھی اسوجہ سے اکبر اس سے رنجیدہ رہتا تھا اس کے ساتھ ہی اس نے ابوالفضل جیسے لائق وزیر کو قتل کرا دیا - اس سے اسکے غصہ کی آگ اور بھڑک گئی جہانگیر انہیں وجوہات سے الہ آباد میں رہتا تھا -

سنہ ۱۰۱۴ھ میں اکبر زیادہ بیمار ہوا دربار کے بڑے بڑے امراء راجہ مان سنگھ و خان اعظم وغیرہ اس جوڑ توڑ میں لگے کہ خسرو ولیعہد

ہو اور جہانگیر نہو۔ اکبر کے کان جہانگیر کی طرف سے بھرنے شروع کیے۔ جہانگیر کو بھی ان باتوں کی خبریں پہونچتی رہتی تھیں وہ بہت پریشان تھا کہ کیا کرے اگر جائے تو جان کا خوف اور اگر نہ جائے تو خسرو کامیاب ہو جائے آخر اس نے دیوان میں فال دیکھی مندرجہ ذیل غزل نکلی ایسا معلوم ہوتا ہی کہ گویا حافظ نے یہ غزل صرف اسی موقعہ کے لیے لکھی تھی۔

چرا نہ در پئے عزم دیار خود باشم | چرا نہ خاک کف پائے یار خود باشم
غم غریبی و غربت چو بر نمے تابم | بشہر خود روم و شہریار خود باشم
ز محرمان سرا پردۂ وصال شوم | ز بندگان خداوندگار خود باشم
ہمیشہ پیشۂ من عاشقی و رندی بود | کنوں بکوشم و مشغول کار خود باشم
چو کار عمر نہ پیداست بارے آں اولے | کہ روز واقعہ پیش نگار خود باشم

بود کہ لطف ازل رہنمو شود حافظ
وگرنہ تا بابد شرمسار خود باشم

یہ فال دیکھتے ہی کشتی میں سوار ہوکر سیدھا آگرہ پھونچا مان سنگہ نے شاہی محل کا دروازہ بند کرلیا کہ اسکو اکبر تک نہ پھونچنے دے لیکن کسی ذریعہ سے اکبر کو جہانگیر کے آنیکی خبر ہوگئی۔ اپنے پاس بلایا نگاہیں ملتے ہی تمام گذشتہ رنجشیں مٹ گئیں۔ محبت پدری نے مرنیوالی والی ہڈیوں میں ولولہ انگیز روح پھونکدی اٹھکر بیٹے کو سینے سے لگالیا پیشانی چومی سر پر بوسہ دیا اسکے بعد شمشیر خسروی

عنایت کی تاج شاہی اس کے سر پر رکھا اور برسر دربار اپنا ولی عہد مقرر کیا۔
جہانگیر لکھتا ہی "وہم سعادت خدمت ورضا جوئی۔ وحاضر بودن درواقعہ ناگزیر
دست داد وہم دولت موروثی روزی گشت کہ بعینہ مضمون این غزل بود"
حکیم ابوالفتح گیلانی کا بیٹا حکیم فتح اللہ خسرو کے طرفداروں میں سے
تھا۔ جو دنرات اس فکر میں رہتے تھے کہ جہانگیر کو کسی طرح قتل کرکے خسرو کو قیدخانہ
سے نکالکر اسکی جگہ تخت پر بٹھلائیں۔ قاسم علی نے جسکو جہانگیر نے دیانت خاں
کا خطاب دیا تھا اور اس کی خیر خواہی اور وفاداری پر اعتما د رکھتا تھا۔ جہانگیر کو حکیم
فتح اللہ کے ارادہ سے مطلع کیا۔ جہانگیر نے حکیم موصوف کو طلب کیا اور پوچھا۔ اس نے
قسم کھائی اور کہا کہ میں ہرگز خسرو کا حمایتی نہیں ہوں۔ مگر اس کے تھوڑے ہی دن بعد اسکا
راز کھل گیا اور وہ گرفتار کیا گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جہانگیر اپنی تخت نشینی کے دوسرے سال
کابل سے لاہور کو آرہا تھا۔ راستہ میں مقام سرخاب میں قیام کیا وہاں کسی
جاسوس نے اسکو خبر پہونچائی کہ حکیم فتح اللہ۔ نورالدین (پسر غیاث الدین)
اور شریف (پسر اعتماد الدولہ) اور بھی کئی ایک اسی قسم کے لوگ پانسو آدمیوں
کے ساتھ اس نواح میں اس گھات میں لگے ہوئے ہیں کہ جہاں پناہ کو قتل کرکے خسرو
کو تخت نشیں کرائیں۔ یہ سنتے ہی فوراً فوج کا دھاوا ہوا اور باغی گرفتار کیے گیے۔
نورالدین اور شریف وہیں قتل کیے گئے۔ اور فتح اللہ کی بابت یہ حکم ہوا کہ اس
کذاب کا منہ سیاہ کرکے گدھے پر الٹا سوار کرکے منزل بمنزل لے چلیں دہلی پہنچکر

بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت اس نے زمیں بوس ہو کر عذر خواہی کی
اور کہا کہ لوگوں کے بہکانے سے میں سازش میں شریک ہو گیا تھا۔ ورنہ میں تو دل
سے جہاں پناہ کا نیک خواہ اور بندۂ درگاہ ہوں۔ جہانگیر کے سامنے اسوقت دیوان
حافظ رکھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اچھا میں خواجہ سے پوچھتا ہوں اگر تو سچا ہی تو چھوڑ دیا
جائیگا۔ حکیم کی خوش قسمتی کہیے یا خواجہ کی رحمدلی۔ انھوں نے جواب دیا۔

آنکہ پامال جفا کرد چو خاک راہم ۔۔۔ خاک میبوسم و عذر قدمش میخواہم

جسنے راستہ کی خاک کی طرح ظلم سے مجکو پامال کر ڈالا میں اسکے قدموں کی عذر خواہی کرتا ہوں اور خاک چومتا ہوں

من نہ آنم کہ بجور از تو برنجم حاشا ۔۔۔ چاکر معتقد و بندۂ دولت خواہم

میں وہ نہیں ہوں کہ کبھی تیرے ظلم سے رنجیدہ ہو جاؤں میں وفادار خادم اور خیر خواہ غلام ہوں

آخر وہ رہا کر دیا گیا۔

رانا امر سنگھ والی اودیپور شاہان مغلیہ کی ماتحتی نہیں قبول کرتا تھا اکبر نے
بھی بہت کوشش کی اور اس سے لڑائیاں کرتا رہا لیکن وہ قابو میں نہ آسکا سنہ ۱۰۲۲ھ میں
جہانگیر نے شہزادہ بلند اقبال خرم (بعد میں شاہجہاں) کو رانا کی مہم پر بھیجا اور خود
بھی اجمیر میں قیام کیا۔ وہاں زیادہ تر اپنا وقت شکار میں گزارتا تھا اتفاقاً کہیں کلغی کا
بیش قیمت الماس گر گیا اسنے اسکو فال بد سمجھا اور بہت پریشان ہوا اور دیوان سے تفاؤل کیا یہ شعر نکلا

ستارۂ بدرخشید و ماہ مجلس شد ۔۔۔ دل رمیدۂ ما را انیس و مونس شد

ایک ستارہ چمکا اور مجلس کا چاند بنگیا میرے پریشان دلکو اس سے سکون اور اطمینان حاصل ہوا

اللہ کی شان دوسرے ہی دن صبح کو وہ الماس ایک شاہی آبدار کو ملگیا اور اس نے حضور میں پیش کیا جس سے دل کو سکون ہوا بعد ازاں یہ فال دیکھی کہ رانا زیر بھی ہوگا یا نہیں جواب ملا

کنونکہ در چمن آمد گل از عدم بوجود ۔ بنفشہ در قدم او نہاد سر بسجود

اب کہ چمن میں پھول کھلا بنفشہ نے اسکے قدموں پر اپنا سر سجدہ میں رکھا

دو روز کے بعد خبر آئی کہ رانا نے خرم کی اطاعت قبول کی اور حاضر ہو کر قدمبوس ہوا رانا کے مہم سر کرنیکے بعد شاہزادہ خرم کو دکن کی مہم پر روانہ کیا وہاں اسکو پندرہ مہینہ کا عرصہ لگ گیا جہانگیر کو خرم کے ساتھ بیحد محبت تھی اس طویل مفارقت سے بیتاب ہو گیا بیٹے کی واپسی کے لیے دیوان میں فال دیکھی یہ شعر برآمد ہوا

چشم بد دور کزاں تفرقہ خوش باز آورد ۔ طالع نامور و دولت مادر زادت

چشم بد دور کہ اس جدائی کے بعد تیرا اچھا طالع اور خاندانی نصیبہ خوشی کے ساتھ تجکو واپس لایا

اسکے چند ہی روز بعد خرم نے دکن سے واپس ہو کر مانڈو کے قلعہ میں جہانگیر کی قدمبوسی حاصل کی جہانگیر نے اس موقع پر ہر چند ضبط کرنا چاہا مگر محبت پدری کے جذبہ نے تمکین و وقار کے پاؤں اکھیڑ دیئے اور بے ساختہ اٹھکر بیٹے کو سینے سے لپٹا لیا وہ خود اپنی تزک میں لکھتا ہے۔

در بتاریخ یازدہم شوال سن ہزار و بست و شش ہجری بعد از گذشتن سہ پہر و یک گھڑی در قلعہ مانڈو بمبارکی و فرخی سعادت ملازمت دریافت

مدت مفارقت پانزدہ ماہ و یازدہ روز کشید بعد از تقدیم آداب و کورنش وزمیں بوس بالائے جھروکھہ طلبیدم و از غایت محبت و شوق بے اختیار از جائے خود برخاستہ در آغوش عاطفت گرفتم چندانکہ او در آداب و فروتنی مبالغہ نمود من در عنایت و شفقت افزودم و نزدیک حکم نشستن کردم"

صوبہ بنگال میں عثمان افغان نے جو ایک طاقت ور رئیس تھا سر اٹھار کھا تھا اکبر نے کئی بار اس کی سرکوبی کے لیے فوج بھیجی لیکن قابو میں نہ آیا۔ جہانگیر کے تخت نشینی کے ساتویں سال پھر اس نے کچھ شورش شروع کی۔ جہانگیر نے اسلام خاں صوبہ دار بنگال کو حکم بھیجا کہ اس کی اچھی طرح گوشمالی کیجائے اسلام خاں اسوقت ڈھاکہ میں تھا اس نے شجاعت خاں کی سرکردگی میں ایک فوج روانہ کی عثمان نے بھی بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اس لڑائی میں بہت سے جہانگیری امرا ور کام آئے۔ اثنائے جنگ میں عثمان کی پیشانی پر ایک تیر لگا ہر چند کہ زخم کاری پڑا لیکن اس نے کچھ پرواہ نکی۔ برابر لڑتا رہا اور ساتھیوں کو جوش دلاتا رہا لیکن زخم کی وجہ سے کمزور ہوتا جاتا تھا۔ یہ کیفیت دیکھکر اسکے ساتھی بھی ڈھیلے پڑ گئے اور میدان سے ہٹ گئے آدھی رات کو عثمان اسی زخم سے مرگیا۔ باقی ماندوں نے اطاعت قبول کرلی اور ان کی جان بخشی ہوئی۔

جہانگیر لکھتا ہی کہ اس مہم کے حکم دینے کے بعد میں نے خواجہ کے دیوان سے تفاؤل کیا تو یہ فال نکلی۔

خوردہ ام تیرِ نظر بادہ بدہ تا سرمستا   دست در بند کمر ترکش جوزا فگنم

میں نے تیر نظر کھایا ہی۔ مجھے شراب پلا دے تا کہ مست ہو کر میں جوزا کے ترکش کے بند پر ہاتھ ڈالدوں

پنڈت خوشگو اپنے تذکرہ میں لکھتا ہی کہ میرے دادا نے جب بڑھاپے کی وجہ

سے ملازمت سے سبکدوشی حاصل کر کے وطن میں رہنا شروع کیا تو ان کا یہ

معمول تھا کہ روزانہ دیوان حافظ لیکر دریائے گنگا کے کنارے چلے جاتے اور

وہاں ذوق شوق کے ساتھ اسکو پڑھتے اکدن اتفاق سے ادھر سے ایک سادھو

گذرا جو ایک پھٹی سی گدڑی پہنے ہوئے تھا اس نے کہا کہ تم یہ کیا پڑھ رہے ہو دوسرے

دین کے لوگوں کی کتاب نہیں پڑھنی چاہیئے۔ دادا نے جواب دیا کہ جس شخص کی یہ

کتاب ہی وہ بڑے گیانی اور مہاتما پرش تھے۔ اسمیں انھوں نے بڑی اچھی اچھی

باتیں لکھی ہیں۔ سادھو بگڑا اور اس نے کہا کہ گیانی نہیں خاک تھا یہ کتاب پانی میں

پھینکدو دادا کو غصہ آیا انھوں نے بگڑ کر کہا کہ تم ایسی باتیں نہ کہو ہم سے تم سے تو وہ

لاکھ درجہ بہتر تھے ان کا ادنی کمال تو یہی ہی کہ جو بات چاہیں انکے اس کتاب سے پوچھ

لیں وہ بتا دیتے ہیں۔ سادھو نے کہا کہ اچھا دیکھو مجھے کیسا بتاتے ہیں۔ یہ شعر نکلا۔

بزیر دلق مرقع کمندہا دارند   درازدستی ایں کوتہ آستیناں بیں

پھٹی ہوئی گدڑی کے نیچے بہت سی کمند رکھتے ہیں ان چھوٹی آستین والوں کی درازدستی تو دیکھو

یہ سنا تھا کہ اسنے خواجہ کو فحش گالیاں دینی شروع کیں دادا کو پھر تاب ضبط

نہ رہی انھوں نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ اس بدزبان کو خوب پیٹو اور ذرا بھی دریغ

نہ کرو۔ اس نے پیٹنا شروع کیا مگر گدڑی بڑی موٹی تھی چوٹ نہیں لگتی تھی آخر اس نے ارادہ کیا کہ گدڑی اسکے بدن سے کھینچ لے لیکر گدڑی کا کھینچنا تھا کہ اس کے نیچے سے آٹھ لگندیں برآمد ہویں پھر تو اسکو گرفتار کر لیا۔

مرزا مہدیخاں نادر شاہ کا سوانح نگار لکھتا ہی۔ کہ جب نادر افغانوں کو پس پا کر کے عراق اور فارس پر قبضہ کر چکا تو اس کے ساتھ کے خراسانی لوگ اپنے وطن کو واپس آنا چاہتے تھے۔ اور شاہ طہماسپ اُنکو آذربیجان بھیجتا تھا۔ نادر متردد تھا کہ کیا کرے۔ خواجہ کی قبر پر گیا اور وہاں جو دیوان رکھا رہتا ہی اس میں فال دیکھی مندرجہ ذیل شعر نکلا۔

عراق و فارس گرفتی بشعر خود حافظ بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است

حافظ عراق اور فارس تو اپنے شعروں سے تم نے فتح کر لیا اب بغداد اور تبریز فتح کرنیکا وقت ہے چلو

چنانچہ اسکے مطابق اسنے حملہ کیا اور ترکوں کے ہاتھ سے تبریز اور بغداد کو چھین لیا

یہ فال زبان زد خاص و عام ہی۔ کہ کسی صاحب کا کچھ مال چوری گیا تھا رات کے وقت وہ دیوان حافظ میں فال نکالنے لگے جس کنیز نے مال چرایا تھا روشنی لیے کھڑی تھی۔ انھوں نے بار بار دیکھا لیکن خواجہ نے پردہ داری کی اور کوئی صاف بات نہ بتائی آخر جب وہ بہت ہی پیچھے پڑ گئے تو خواجہ نے صاف صاف کہدیا۔

بفروغ چہرہ زلفت ہمہ شب زند رہ دل چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

تیری زلف چہرہ کے چراغکی روشنی میں تمام رات دلکو لوٹتی ہی کیا بہادر چور ہے کہ ہاتھ میں چراغ لیے ہوئے ہی

یہ دیکھتے ہی انھوں نے اس کینز کو پکڑا اور آخر اسکے پاس سے مال مسروقہ برآمد ہوا

غازیپور میں مولوی عبد الصمد صاحب ایک نہایت معزز وکیل اور بہت بڑے رئیس تھے انہیں کے پڑوس میں زمانیہ کے ایک پٹھان عبد الرحیم خاں نامی رہتے تھے بیچارے فقر و فاقہ سے بہت تنگ تھے پہلے وہ بستی کے ضلع میں کسی کچہری میں ملازم تھے۔ مگر کوئی وجہ ہوگئی جس سے وہ نوکری جاتی رہی۔عیال دار آدمی سخت پریشان تھے کوئی صورت گزارے کی نظر نہیں آتی تھی۔ایک دن اپنی مصیبت کے خیال سے بہت تنگدل تھے کہ یا الہی کیا ہوگا کسطرح کام چلیگا۔کوئی صورت نظر نہیں آتی دیوان حافظ میں فال دیکھی یہ شعر نکلا۔

سد ملک لشکر غم بیعدد از بخت میخواہم مدد   تا فخر دیں عبد الصمد باشد کہ غمخواری کند

غم کا لشکر بیحد ہوگیا میں اپنے نصیبہ سے مدد چاہتا ہوں ممکن ہو کہ فخر دیں عبد الصمد میری غمخواری کریں

گو مولوی عبد الصمد صاحب سخاوت اور شرفا نوازی میں بڑے نیک نام تھے لیکن یہ پٹھان آدمی اور کبھی کا کوئی تعلق مولوی صاحب موصوف سے تھا نہیں انکے پاس جاتے ہوئے ہچکچاتے تھے مگر آخر دل کے تقاضہ سے جانا پڑا انھوں نے جب ان کا حال سنا تو بہت ترس کھایا اور کوشش کرکے انکو ایک کچہری میں نوکر رکھا دیا۔

خان محمد خاں شہیر غالب کے شاگرد تھے اور فارسی شاعری میں کمال رکھتے تھے بھوپال کے نواب صدیق الحسن خاں صاحب مرحوم نے قدردانی فرماکر انکو افتخار الشعرار کا خطاب دے رکھا تھا اور ریاست سے سو روپیہ

ماہوار کا منصب مقرر کر دیا تھا۔

ایک دن مجھسے کہنے لگے کہ جب نواب صاحب کی شادی **شاہجہان بیگم** صاحبہ سے نہیں ہوئی تھی لیکن ہونیکی امید تھی اسوقت انھوں نے دیوان حافظ میں اسکے متعلق فال دیکھی یہ شعر نکلا۔

تو از کجا و امید وصال از کجا   بدامنش نرسد دست ہر گدا حافظ

توکہاں اور اسکے وصال کی امید کہاں اس کے دامن تک ہر فقیر کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا

نواب صاحب کچھ ایسے کچے دل کے آدمی تو تھے نہیں کہ اس سے مایوس ہو جاتے فوراً ہی اسکے جواب میں یہ شعر لکھا جو انکے دیوان میں موجود ہے۔ توفیق تخلص کرتے تھے۔

توفیق گدائے کرم شاہجہانست   شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

آخر کچھ زمانہ کے بعد بیگم صاحبہ سے ان کی شادی ہو گئی

ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ ایک انیسئے اور دبیرئے میں بحث ہوئی۔ ایک میر انیس کے کلام کو اچھا کہتا تھا اور دوسر مرزا دبیر کے۔ اس بحث نے طول کھینچا اور کوئی فیصلہ نہ ہوسکا بعض لوگوں نے یہ تجویز کی کہ خواجہ حافظ سے پوچھا جائے انھوں نے جواب دیا۔

ستارۂ بدرخشید و ماہ مجلس شد   دل رمیدۂ ما را انیس و مونس شد

ایک ستارہ چمکا اور مجلس کا چاند ہو گیا۔ ہمارے پریشان دل کے لیے انیس و مونس ہو گیا

حافظ نیاز علی مرحوم بریلی سے فرید پور تشریف لیگئے تھے سلسلۂ گفتگو میں کچھ

مہمان نوازی کا تذکرہ آگیا حافظ صاحب نے اپنے وطن کے لوگوں کی مہمان نوازی کی تعریف
کرنی شروع کی ایک صاحب بول اٹھے واہ حضرت میں تو بارہا بریلی گیا نہ کسی نے خاطر
کی نہ مدارات۔ دوست جب کہیں راستہ میں ملتے تھے تو پھلے اطمینان کے لیے پوچھ
لیتے تھے۔ کہ آپ کہاں ٹھیرے ہیں؟ جب انکو معلوم ہو جاتا تھا کہیں سرائے میں
ٹھیرا ہوا ہوں تو دلجمعی سے باتیں کرتے تھے۔ کبھی کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ مجھے اپنے گھر
لیجا کر مہمان رکھتا۔ حالانکہ وہاں میرے بہت سے دوست ایسے بھی ہیں جو اکثر ہر سال
میرے یہاں آکر ایک آدہ دفعہ مہمانی کر جاتے ہیں۔ حافظ صاحب اسکی تردید کرتے تھے
آخر تنگ آکر انھوں نے کہا اچھا جی! دیوان حافظ میں دیکھو۔ خواجہ ہمارے شہر کو کیسا
بتاتے ہیں خواجہ نے کہا۔

تیمار غریباں سبب ذکر جمیل ست   جاناں مگر ایں قاعدہ در شہر شما نیست

مہمان نوازی نیک نامی کا سبب ہے۔ لیکن جانمن یہ قاعدہ تمہارے شہر میں نہیں ہے

حافظ صاحب جھیپے۔ اور یہ کہکر خجالت مٹائی کہ "سخن فہمی عالم بالا معلوم شد"
میں اور میرے چھوٹے چچا جو میرے ہی ہمسن تھے دونوں بچپن میں شعر گوئی کیا کرتے
تھے اردو فارسی دونوں زبانوں میں لکھتے تھے گو والد مرحوم فارسی نظم و نثر دونوں میں
کمال رکھتے تھے۔ اور ماؔئی تخلص کرتے تھے مگر ہم لوگ اس خوف سے ان سے صلاح
نہیں لیتے تھے کہ وہ منع کر دینگے۔ اور اور استادوں کو اپنا کلام دکھایا کرتے تھے۔
بچپن کا زمانہ بھی عجیب ہوتا ہی ایکدن میرے اور چھوٹے چچا کے درمیان ایک طفلانہ

بحث چل پڑی وہ کہتے تھے کہ فیضی سب سے اچھا شاعر ہے فارسی کے کسی شاعر کو میں اسکے برابر نہیں سمجھتا۔ حافظ اور سعدی سے بھی زیادہ اسکا کلام پرجوش ہے میرا یہ دعوی تھا کہ حافظ کے مقابلہ میں فیضی کچھ نسبت ہی نہیں رکھتا۔ بڑی دیر تک یہ بحث رہی۔ آخر میں نے کہا کہ اچھا خواجہ حافظ لسان الغیب ہیں لاؤ انہیں سے پوچھیں۔ دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔ وہ کہتے تھے نہیں چلو بھائی میاں سے پوچھیں میں نے کہا اچھا پہلے اسمیں دیکھ تو لینے دیجئے۔ دیوان جو کھولا تو یہ اشعار نکلے۔

زہر خاکے کہ باد آورد فیضی بود و انعامی   زخاک بندہ یاد آور کہ خدمتگار دیرینم

جو ہوا کہ خاک اڑا لائی وہ فیضی اور انعامی تھی۔ بندے کی خاک کو یاد کر کیونکہ بندہ پرانا خدمتگذار ہے

نہ ہر کو نقش نظمے زد کلامش دلپذیر آمد   تذروِ طرفہ میگیرم کہ چالاکست شاہینم

ہر شخص جو شعر گوئی کرتا ہے یہ ضرور نہیں ہے کہ اسکا کلام دلچسپ ہو میں اچھے اچھے چکور (مضامین) پکڑتا ہوں کیونکہ میرا شہباز ذہن بہت تیز ہے

اگر باور نمی داری رو از صورتگر چین پرس   کہ مانی نقش میخواہد ز نوک کلک مشکینم

اگر تمکو یقین نہ آئے تو چین کے نقاش سے جا کر پوچھ دیکھو کیونکہ مانی بھی میرے ہی کلک مشکیں کا نقش بردار ہے

میں نے کہا سنا آپنے! اب چلیے بھائی میاں کے پاس۔ کہنے لگے اب کیا چلیں اچھا تم جیتے میں ہارا۔

ہمارے ایک مہربان دوست مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ماننے والوں میں سے تھے۔ اکثر ہمارے پاس آتے ان سے اسی قسم کی مذہبی باتیں رہتیں ایک دن کہنے لگے کہ دیکھو تو خواجہ حافظ مرزا صاحب کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ

آپ ایمان لائے ہیں اور پھر شک کرتے ہیں۔ کہنے لگے نہیں شک نہیں کرتا۔ بلکہ مجکو تو فالوں پر کوئی اعتقاد بھی نہیں ہے۔ یوں ہی کہتا تھا کہ دیکھو میں نے دیوان کھولا خواجہ نے کہا۔

نیست در دائرہ جز نقطہ خلاف از کم و بیش کہ من این مسئلہ بے چون و چرا مے بینم

دائرہ میں سوائے نقطہ کے کوئی چیز ذرا بھی خلاف نہیں ہے۔ اور میرے نزدیک یہ مسئلہ بالکل واضح ہے

کہنے لگے کہ میں کچھ نہ سمجھا کہ اسکا کیا مطلب ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مرزا صاحب اسی دائرہ میں گردش کرتے ہیں۔ جو اسلام کا ہے۔ قرآن کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں۔ نبی پر ایمان رکھتے ہیں۔ انکی حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ غرض اعتقاد اور عمل ہر لحاظ سے وہ اسلام کے دائرہ سے باہر نہیں نکلتے۔ مگر اس دائرہ میں صرف ایک نقطہ غلط ہے۔ وہ مرزا صاحب کی ذات ہے۔ یعنے جب اسلامی تعلیمات پر وہ چلتے ہیں اور اسی پر لوگوں کو چلنے کی ہدایت کرتے ہیں تو پھر اپنی ذات کو کیوں بیچ میں لاتے ہیں۔ کہ مجکو مسیح مانو۔ مہدی مانو۔ کرشن مانو یہ خود غرضی ہے اور یہ ہی نقطہ اس دائرہ میں غلط ہے۔ ایک مسلمان عالم کی طرح اسلام کی ہدایت لوگوں کو کریں اور اپنی شخصیت کو بیچ میں نہ لائیں تو کچھ قباحت نہیں

ایکدن بنارس کے محمد نظیر فوٹوگرافر نے کہا کہ میں اس تردد میں ہوں کہ اور فوٹوگرافروں کی طرح کسی شہر میں دکان جما کر بیٹھوں یا ہندوستان کی دیہاتی زندگی کے فوٹو انگلستان کے اخبارات کو بھیجوں ذرا دیکھیئے تو خواجہ کیا مشورہ دیتے ہیں

خواجہ نے کہا۔

معرفت نیست درین قوم خدایا مددے　　　تا برم گوہر خود را بخریدار دگر

اس قوم میں قدر شناسی نہیں ہے۔ اے خدا مدد کر تا کہ میں اپنے موتی کو دوسرے خریدار پاس لیجاؤں

ایک خانصاحب کی بھاوج بیوہ ہوگئیں تھیں وہ چاہتے تھے کہ اس سے بھی نکاح کرلیں لیکن جو سلوک ان کا اپنی بیوی کے ساتھ تھا وہ پہلے سے اسکو دیکھتی چلی آتی تھی اسلیے راضی نہیں ہوتی تھی وہ اسکے راضی کرنیکے لیے بڑی سرگرمی سے کوشش کرتے تھے اس کے رشتہ داروں سے سفارشیں بہم پہنچاتے تھے۔ محلہ والوں کو بیچ میں ڈالتے تھی لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی تھی دیوان حافظ میں فالیں بھی اکثر اسی غرض کے لیے دیکھا کرتے تھے میرے چند دوست انکو میرے پاس پکڑ لائے۔ اس عجیب و غریب قصہ اور انکی کوشش و سرگرمی کا حال بیان کیا میرے دل نے کہا کہ لاؤ اس شخص کو اس ارادہ سے باز رکھنے کے لیئے کچھ سمجھاؤں مگر میں نے دیکھا کہ وہ شادہ دل پٹھان اپنی دھن کا بڑا پکا تھا۔ اسلیے کچھ کہنا فضول خیال کیا اور بات کو مذاق میں ڈالدیا دیر تک انکے عجیب و غریب کارناموں کا تذکرہ ہوتا رہا ایک صاحب نے مجھسے یہ بھی کہا کہ یہ اس غرض کے لیے فالیں بھی بہت نکالا کرتے ہیں آپ بھی ان کے لیے کوئی اچھی سی فال نکالدیجیے میں نے کہا کہ اچھی اور بری کا تو میں ذمہ دار نہیں ہوں مگر نکالتا ہوں یہ شعر نکلا۔

ہرچند آں آرام دل دانم نبخشد کام دل　　　نقش خیالی میکشم فال دوامی میزنم

گو میں جانتا ہوں کہ اس دل آرام سے میرے دل کا مقصد حاصل نہوگا لیکن خیالی نقشے کھینچا کرتا ہوں اور ہمیشہ فالیں نکالا کرتا ہوں

بیچارے بڑے مایوس ہوئے لیکن پھر کہنے لگے کہ صاحب خواجہ کی یہ عادت بھی ہے کہ وہ شادی بیاہ کی فالوں میں اکثر مذاق کیا کرتے ہیں کچھ عرصہ ہوا ہم نے سنا کہ ان کا نکاح اس عورت سے ہوگیا۔

ایک شخص مولوی **محمود حسین** صاحب دانا پور میں رہا کرتے تھے انکو بڑا شوق تھا کہ **کلکتہ** میں دو چار مہینہ رہکر وہاں کی سیر کریں۔ ایک دفعہ گئے سخت بیمار ہوگئے کچھ نہ دیکھ سکے۔ دوسری سال پھر گئے۔ پھر وہی کیفیت پیش آئی۔ مزید براں وہاں وبائے طاعون پھیل گئی۔ بھاگے۔ تیسری مرتبہ گئے پھر بھی آب ہوا راس نہ آئی مگر ابکے انھوں نے ارادہ کرلیا کہ خواہ کچھ ہو جبتک اچھی طرح کلکتہ کی سیر نہ کرلوں نہیں جاؤنگا دوسرے دن طبیعت زیادہ گراں ہوگئی دیوان میں فال دیکھی خواجہ نے مشورہ دیا۔

ما آزمودہ ایم دریں شہر بخت خویش　　بیرون کشید باید ازیں ورطہ رخت خویش

ہم اس شہر میں اپنا نصیب آزما چکے ہیں اس بھنور سے رخت سفر باہر کھینچلینا چاہیے

یہ دیکھتے ہی اسیدن **آسن سول** کو روانہ ہوگئے۔

ایک ہندو بڑے شریف اور لائق ہندو۔ اعلے درجہ کی مغربی تعلیم حاصل کیے ہوے مگر خالص ایشیائی مزاج کے ہم سے بہت مانوس تھے روزانہ ہمارے پاس شام کو آتے اور علمی اور مذہبی بحثیں کرتے۔ اسلام کی اصلی تعلیمات ہم انکے سامنے پیش کیا کرتے تھے بہت سے اسلامی عقائد انکے سمجھ میں آگئے تھے وہ خدا کی وحدانیت پر پورا اعتقاد رکھتے تھے دیوان حافظ کے خاص شیدائی تھے بہت دنوں تک وہ اس

جستجو میں رہے کہ کوئی گرو ملے تو اسکے چیلے ہو جائیں مگر نہ ملا آخر انھوں نے یہ ارادہ کیا کہ بطور خود صوفیانہ ریاضتیں شروع کریں مجھ سے بھی ذکر کیا میں نے انکو روکا اور کہا کہ یہ خبط چھوڑ دو خود اس راہ کو طے کرنا بہت مشکل ہی۔ انکے لیے دیوان حافظ میں بھی فال دیکھی گئی یہ شعر نکلا۔

بکوے عشق منہ بے دلیلِ راہ قدم ۔۔۔ کہ گم شد آنکہ دریں رہ برہبرے نرسید

عشق کے واستہ میں بے راہبرے قدم نہ رکھو کیونکہ اس راستہ میں بلا راہبر کے جو چلتے وہ کھو یا جاتا ہے

اسی درمیان میں میں اپنے وطن چلا گیا وہاں سے واپس آنیکے بعد معلوم ہوا کہ میرا دوست بیمار ہی عیادت کے لیے گیا دیکھا تو انکی بوٹی بوٹی پھڑک رہی ہے میں نے کہا کہ ہیں! یہ کیسی نئی بیماری ہی۔؟ کہنے لگے کہ کیا کہوں میں نے تمہارے جانیکے بعد خود ہی حبس دم کی مشق شروع کردی دو مہینہ تک یہ عمل کرتا رہا۔ اسکی وجہ سے اس بیماری میں مبتلا ہو گیا کسی کروٹ چین نہیں سخت پریشان ہوں نیند بھی نہیں آتی میں نے کہا کچھ ہرج نہیں۔ ۶

درطریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست

ایک صوفی منش حکیم تھے میری صلاح سے ان کا علاج شروع ہوا اور تقریباً ایک مہینہ میں ہمارے دوست نے شفا پائی۔

جس زمانہ میں جاپان اور روس کی جنگ ہو رہی تھی تو ہمارے ایک کرمفرما میاں **سراج الدین** صاحب نے کہا کہ لاؤ دیوان حافظ میں فال دیکھیں کہ فتح

کسکو حاصل ہوگی۔ ہم نے کہا دیکھیے۔ انھوں نے دیوان کھولا یہ شعر نکلا۔

خوشتر از فکر مئے و جام چہ خواہد بودن　　تا بہ بینم کہ سر انجام چہ خواہد بودن

شراب و رساغر کی فکر سے کیا خیر بہتر ہو سکتی ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ کیا انجام ہوتا ہے

ہم نے کہا کہ حافظ کو ان جنگی معاملات سے کیا واسطہ ہے۔ ایسی فالیں آپ شاہنامہ یا **سکندر نامہ** میں دیکھیے کہنے لگے نہیں صاحب خواجہ سب کچھ بتا دینگے پھر انھوں نے شاخ نبات کی قسمیں دینی شروع کیں اور دیوان کھولا جواب نکلا۔

گوئی خوبی بردی از شاہان عالم شاد باش　　جام کیخسرو طلب کافراسیاب انداختی

شاباش! تمام دنیا کے بادشاہوں سے تو نے بہتری کی گیند جیت لی کیخسرو کا پیالہ پی کیونکہ افراسیاب کو تو نے زیر کر لیا

کہنے لگے دونوں میں سے افراسیاب کون ہے؟ میں نے کہا افراسیاب ترکستان کا بادشاہ تھا اس سے مراد روس ہے۔

بعد ازاں جب بحیرہ **بالٹک** کا بیڑہ جاپان سے لڑنے گیا ہے تو تمام دنیا منتظر تھی کہ دیکھیے کیا ہوتا ہے مہینوں انتظار میں گذر گئے اور ابھی تک بیڑہ نہیں پہنچا ہمارے دوست نے اس بیڑے کے متعلق بھی فال دیکھی خواجہ نے کہا۔

ز گریہ مردم چشمم نشستہ در خون ست　　بہ بیں کہ در طلبت حال مردمان چون ست

رو نے رو نے میری آنکھیں خون میں ڈوب گئیں ہیں دیکھ کہ تیری جستجو میں آدمیوں کی کیا حالت ہو گئی ہے

یہ شعر پڑھتے ہی ہمارا پنجابی دوست بے ساختہ پکار اٹھا "روس دا بیڑا غرق"

آخر میں اسکا انجام یہی ہوا

۱۹۰۸ء میں مدرسۃ العلوم علیگڈھ میں یہ بات طے ہو چکی تھی کہ بڑی تعطیل
یکم اگست سے ہوگی لیکن جولائی کی شروع ہی میں مدرسہ میں ہیضہ کا اثر معلوم ہوا
اور دو تین موتیں بھی ہو گئیں تمام لوگ پریشان ہوئے مورخہ ۷ جولائی کو نماز جمعہ کے
بعد میں پروفیسر محمد شفیع کے کوٹھے پر بیٹھ گیا اسدن بھی ایک لڑکا مر گیا تھا۔
پروفیسر کا پریشانی سے [illegible] تھے کہنے لگے کہ آج شام
کو کالج کے منتظمین جمع ہو کر غور کرینگے کہ آیا ابھی سے بڑی تعطیل دیدینی مناسب ہے
یا نہیں یہ دیوان حافظ لیجئے دیکھیے کہ تعطیل ہو جائیگی یا نہیں میں نے دیوان کھولا
جواب ملا۔

خواہ دفتر اشعار و راہ صحرا گیر چہ وقت مدرسہ و بحث و کشف کشاف است

اشعار کی کتاب لیلو اور میدان کی طرف نکل جاؤ یہ مدرسہ کا کیا وقت ہے اور کشاف میں غور و بحث کرنیکا کیا موقع ہے
زندہ دل پروفیسر خوش ہو گیا اسوقت سے سفر کی تیاری شروع کر دی حقیقت میں
شام کو بابو رفیع اللہ صاحب آئے اور کہنے لگے کہ تعطیل ہو گئی۔

ایک شخص تھے انکو لوگ صوفی صاحب صوفی صاحب کہا کرتے تھے۔
انھوں نے مغربی تعلیم نہایت اعلے درجہ کی حاصل کی تھی۔ چونکہ انکے خاندان میں بہت
سے لوگ عربی کے عالم تھے اسوجہ سے انپر شریعت کا بڑا گہرا رنگ تھا ایک دن
میرے پاس آئے۔ کہنے لگے کہ میں نے محکمہ آبکاری میں درخواست دی تھی اسمیں
مجکو جگہ ملگئی مگر اب میں سوچتا ہوں کہ اس محکمہ کی ملازمت میں شراب خواری کا بڑا موقع

رہتا ہے اور بڑی ترغیب ہوتی ہے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں شیطان مجکو نہ بہکائے اور میں اس بلا میں نہ
پھنس جاؤں اب تک میرا خاندان اس عیب سے بالکل پاک و صاف ہے ذرا دیوان حافظ میں فال تو دیکھیے
کہ خواجہ صاحب کیا فرماتے ہیں آیا میں اس صیغہ کی ملازمت کو منظور کروں یا نکروں میں نے دیکھا یہ جواب ملا۔

صوفی گلے بچین و مرقع بخار بخش　　　　وین زہد خشک را بمئے خوشگوار بخش

اے صوفی پھول چن لے اور گدڑی کانٹو نپر پھینکدے اور اس زہد خشک کو خوشگوار شراب کے بدلے دیدے

ایک دن مسلمانوں کے تنزل کا خیال کر کے میرا دل رنج و غم کے دریا میں ڈوب گیا میں نے دنیا
میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر سب سے خراب حالت میں اسی امت مرحومہ کو دیکھا میں نے اپنی غمناک اور
رنجیدہ روح کو خدا کے عرش کے پایوں میں ڈالدیا اور رو رو کے بہت سی دعائیں مانگیں۔

پھر میں نے اپنی آنکھیں پوچھیں اور چھت کی طرف ٹکٹکی باندھے دیر تک حیرت اور حسرت کیساتھ
مختلف باتیں سوچتا رہا اتفاق سے قریب ہی میز پر دیوان حافظ نظر پڑا اٹھالیا دل نے کہا لاؤ دیکھیں
تو کہ مسلمانوں کا اور خدا کے سچے دین اسلام کا آئندہ کیا حال ہوگا یہ شعر نکلا۔

نفس باد صبا مشک فشاں خواہد شد　　　　عالم پیر دگر بارہ جواں خواہد شد

باد صبا کے جھونکے خوشبو پھیلائینگے اور بڈھی دنیا پھر دوبارہ جواں ہوگی

خدا جانے کیا بات تھی کہ اس وقت اس شعر کا دلپر کچھ ایسا اثر ہوا کہ طبیعت کو تسلی سی ہوگئی
فالیں ابھی بہت سی ہیں کہانتک لکھوں ان کے لکھنے کے لیے ایک دفتر چاہیے اور
طبیعت گھبرا گئی۔ اسلیے اب ختم کرتا ہوں۔

إنه من سليمان وإنه بسم الله الرحمن الرحيم
بفضل خدائی زمین و زمان درین ایام میمنت فرجام نسخه کاشف وقائع روئے زمین مسمی
سوانح عمری
شیخ علی حزین
حسب الارشاد مالک مطبع بحسن سعی کارپردازان بماه شوال المکرم سنه ۱۳۱۹ھ
در مطبع مسلم پریس دہلی باہتمام مولوی غلام احمد خان طبع

انتخاب انی فہرست کتب خانہ تجارتی مولوی غلام احمد خان مترجم کتب تصوف مالک مطبع مسلم پریس دھلی وجھجر

بحمد اللہ اس کتب خانہ مین ہر علم وفن کی ہزارہا کتب موجود ہین۔ فہرست کتب کلان درخواست کرنے پر کارخانہ سے بلا قیمت بعد ادائے محصول روانہ کی جاتی ہے۔ اس کتاب کی پشت لوح پر چند کتب جدید الطبع درج کی جاتی ہین شائقین بار سال قیمت نقد یا بذریعہ ویلیو طلب فرماوین

المشتہر مولوی غلام احمد خان تبریان مترجم کتب تصوف۔ مالک مطبع مسلم پریس دہلی۔

تحفہ سبحانی ترجمہ الفتح الربانی والفیض الرحمانی۔ ملفوظ مبارک حضرت غوث الاعظم فخر الامۃ محی السنۃ مولانا ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ۔ اس کتاب مین آپکے وہ وعظ اور نصائح درج ہین جو آپ اکثر جامع مسجد بغداد یا رباط مین فرماتے تہے جنکے استماع سے ہزارہا خاطی تائب اور کفار مسلمان ہو جاتے تہے بے بہا کتاب ہے۔ بار دوم طبع ہوئی اور ہمہ نوع تیار ہے۔ قیمت فی جلد۔ عہ

مجموعہ ملفوظات خواجگان چشت اردو۔ یہ وہ نایاب مجموعہ ہے جو اپنی خوبی بیان ونفع رسانی کی وجہ سے تین سال ہین تین مرتبہ چہپ چکا ہے اور ابتک اسکی پانچہزار جلدین ہدیہ ہو چکی ہین خوبی مضامین اسکے ملاحظہ پر منحصر ہے۔ اس نسخہ شریف مین حسب ذیل بزرگان دین رحمہم اللہ کے ملفوظات ہین۔ ملفوظ حضرت خواجہ عثمان ہارونی۔ ملفوظ حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری ثم الاجمیری۔ ملفوظ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح۔ ملفوظ حضرت باوا صاحب شیخ فرید الدین گنجشکر رح۔ ملفوظ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی دہلوی قدس سرہ۔ قیمت مین چار آنہ کی کمی کی گئی۔ عہ

سراج المجالس ترجمہ خیر المجالس ملفوظ مبارک حضرت قطب الاولیا شیخ الاتقیا فرد الحقیقۃ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رضی اللہ تعالی عنہ۔ جمع فرمودہ حضرت حمید شاعر قلندر۔ اس کتاب کی اہل بصیرت کو ایک مدت سے تلاش تہی۔ نہایت تلاش سے اسکو حاصل کرکے اردو مین شائع کیا ہے اصل کتاب خیر المجالس میان تحریر و ترتیب و بعد اختتام اکثر نظر انور حضرت فرد الحقیقۃ سے گذری ہے اور آپنے وقتاً فوقتاً جامع ملفوظ ہذا کو استحسان فرمایا ہے۔ آپکو بخوبی معلوم ہے کہ علم تصوف کیسا شریف علم اور اس طریقہ مین حضرت روشن چراغ دہلی کس پایہ جلیل کے بزرگ ہین آپ کا علم وتبحر مشہور عالم ہے۔ ہم اس کتاب کی تعریف کو آپکے نام نامی سے وابستہ کرتے ہین۔ آپ حضرت فرد الحقیقۃ کے علم وتبحر و کمال خداشناسی سے اس کتاب کے علو مضامین اور عمدگی مطالب کو قیاس فرمالین ہر مکان مین اسکی جلد ہونی چاہیئے۔ قیمت کاغذ ولائتی عہ۔ رنمی عہ

فوائد الفواد اردو۔ ترجمہ ملفوظ مبارک حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ اس ملفوظ کو حضرت امیر علاء حسن سنجری رح نے پندرہ سال کامل کی محنت مین جمع فرمایا تہا۔ یہ وہی ملفوظ ہے جسکے بدلہ مین طوطی ہند امیر خسرو دہلوی رح اپنی جملہ تصنیفات نظم ونثر اسکے جامع کو مرحمت فرماتے تہے لیکن آپنے اس گوہر بے بہا کا اپنے نام سے جدا کرنا منظور نہ فرمایا۔ قابل ملاحظہ کتاب ہے۔ قیمت عہ۔

عشرہ کاملہ از حضرت فانی فی اللہ باقی باللہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رضی اللہ عنہ مصنف تفسیر کلیمی۔ کشکول۔ مرقع۔ سواء السبیل۔ تسنیم وغیرہ وغیرہ عشرہ کاملہ عربی مین نہایت نایاب کتاب ہے۔ حضرت شیخ نے اس کتاب کو لطافت حقائق مین تحریر فرمایا ہے۔ اس مختصر کتاب مین تصوف کے تمام رموزات خفی وجلی قلم بند کیے گئے ہین دریا کو کوزہ مین بہر دیا ہے خوبی اسکی مطالعہ پر منحصر ہے۔ نہایت جانفشانی اور محنت سے اردو ترجمہ کرکے شائع کیا ہے کہ اردو خوان مسلمان بہائی حضرت شیخ رح کی اس قابل قدر تصنیف سے فائدہ حاصل کرین۔ قیمت ۶

کشکول کلیمی اردو۔ وابستگان سلسلہ عالیہ چشتیہ مین یہ کتاب معروف ہے۔ اس کے مصنف فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی ہین طریق وتلقین ذکر وفکر واقسام مراقبہ ومحاسبہ وتزکیہ نفس مین لاجواب کتاب ہے۔ قیمت ۴ر

گلدستہ گلشن فقری اس مین ہر خاندان اور جملہ خانوادون کے ہزارہا اولیاء کرام رحمہم اللہ کے اسماء بقید سلسلہ وتاریخ وفات وجائے مزار وغیرہ درج ہین۔ قیمت صرف ۴ر

مخبر الحسنات مستورات کی تعلیم دین مین عمدہ کتاب بطور ناول ہے مصنف اسکے علامہ عصر وحید زمان مولوی محمد عبد الجبار خان صاحب بہادر سی ایس آئی۔ وزیر ریاست بہوپال ہین۔ یہ کتاب حسب اجازت مصنف بہ تحریک خان بہادر منشی عنایت حسین خان صاحب طبع ہوئی ہے۔ زبان اس کتاب کی نہایت سلیس اردو ہے۔ ضروری مسائل مین شاید ہی کوئی مسئلہ بغیر تذکرہ آئے باقی رہا ہوگا۔ عورتون کے اخلاق آداب اور اون کا دین درست کرنے کے واسطے اس کتاب سے بہتر اور کوئی کتاب نہین۔ حرف شناس بہی اس کتاب کو بہ آسانی پڑہ سکتی ہے۔ ناول کی طرز مین ہونے سے یہ کتاب دلچسپ ہوگئی ہے۔ جلی قلم۔ عمدہ کاغذ پر خوشخط طبع ہوئی ہے۔ قیمت ۱۰ر

تحفۃ المتقین۔ احیاء العلوم کے باب آفات دل وزبان وجوارح (اعضا) کا خلاصہ۔ از مولوی حفیظ الدین۔ صاحب تقوی کو اسکو ضرور زیر نظر رکہین دریا کو کوزہ مین بند کیا ہے۔ نہایت ہی کارآمد کتاب ہے۔ قیمت ۳ر

سوانح عمری مولوی غلام محمد خان صاحب چشتی رح۔ اردو۔ مصنف نے اس کتاب کو اسی برس کی عمر مین خود لکھا ہے۔ اس مین خانقاہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی چشتی رح کے زیادہ حالات ہین۔ اور مفصل حالات غدر وغیرہ کے درج ہین۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲ر

نحمده ونسأله التقی ونعتصم بعروة الوثقی. ونصلی علی سیدنا المصطفی وآله اعلام الهدی **بیت** یارای
زبان کو که ثنائی تو کنم ٭ توصیف کمال کبریائی تو کنم ٭ چیزی نه ببساط ما تهیدستان کو ٭ جانی که تو دادهٔ فدای
تو کنم ٭ چون انسان را بهمین ثمره گزین سرمایه تحصیل عبرتست واز ینجاست که گروهی از دانشمندان وقدر وقت
شناسان بتدوین کتب تواریخ وتحریر احوال هر بد و نیک پرداخته برخی از روزگار خود را در انکار پایان
برده اند وبالجمله تصفح سیر واخبار را نسبت بطبقات انام علی اختلاف مراتبهم فوائد بی شمار است وچون
این سرگشته عمر باشفتگی تلف کرده بچشم حقیقت ملاحظه احوال خود نموده سرگذشت ایام گذشته را ببنای
نگرندگان خالی از فائده وعبرت ندیده ودر افضل احوال دیگران بسا باشد که ناقل را بنابر سببها تخلیط
واشتباه افتد اما در شرح احوال خویش مجال آن نیست خواست که بذکر شمهٔ از حالات و واقعات خود که درین
عجاله بخاطر مانده پردازد ودران رعایت ایجاز واختصار نماید تا طول مقال وآرایش عبارات مورث ملال خرد پژوهان
نگردد و دوستان را یادگار و آیندگان را تذکاری باشد مامول از ناظران کرام آنکه بنظر شفقت وترحم نگرند
وبطلب مغفرت این محروم کوی سعادات را معاونت فرمایند رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا
وانا المستمد بواهب المواهب محمد المدعو بعلی بن ابی طالب بن عبد الله بن علی بن عطاء الله
بن اسمعیل بن اسحاق بن نور الدین بن محمد بن شهاب الدین علی بن علی بن یعقوب بن عبد الواحد بن شمس الدین

محمد بن احمد بن محمد بن جمال الدین علی بن الشیخ الاجل قدوة العارفین تاج الدین ابراہیم المعروف بزاہد الجیلانی قدس اللہ ارواحہم وختم لی بالحسنی از اجداد این فقیر شیخ شہاب الدین علی بلدۂ استارا که موطن و مدفن شیخ است گذاشته بدار السلطنت لاہیجان که احسن بلاد گیلانست سکنی نمود و از ان زمان باز لاہیجان موطن اجداد گردید و جد فقیر شیخ جمال الدین علی بن عطاء اللہ از معارف علماء زمان خود بود خان احمد خان بادشاه گیلان نظر باستعدادی که داشته در تعظیم او مبالغه نموده و بعض مراتب علمیه را از ایشان استفاده نموده در دار السلطنت قزوین بصحبت شیخ جلیل بہاء الدین محمد عاملی علیه الرحمة رسیده موانست تمام باہم داشتند چنانکه در شرح حدیث معراج که از تحقیقات عالیۂ ایشان است بتقریبی در فواتح آن ذکر صحبت خود با شیخ علیه الرحمان نموده و از مصنفات ایشان است شرح فارسی بر کلیات قانون که بالتماس خان احمد خان نوشته و رساله اثبات واجب که مقدار دانش او از ان معلوم تواند شد و رساله حل شبهه جذر اصم و این ہر دو لنسخه بخط ایشان در کتاب خانه والد علامه طاب ثراه بنظر فقیر رسیده و حاشیه مبسوط بر فصوص فارابی و غیرها تکمیل علوم در خدمت سید المحققین امیر عزیز الدین سماکی استرابادی نموده و بگفتن شعر رغبت داشته و حدت تخلص ایشان و اسحق سخنان عاشقانه اش در کیفیت و حسن بلاغت بے نظیر افتاده و دیوان قریب بدو ہزار بیت بنظر رسیده از انجمله است

نظم خوبست محبت اثرے داشته باشد ؛ معشوق زعاشق خبرے داشته باشد ؛ دل رفت با آتش کده عشق نیامد ؛ ہمے آید اگر بال و پرے داشته باشد ؛ مردیم زلیس ثابت و سیار شمردیم ؛ آیا شب ہجران سحرے داشته باشد ؛ دل را بطاق ابروی جانانه سوختیم ؛ قندیل کعبه بصنم خانه سوختیم ؛ وحدت چه حالتست که خواب نمی برد بصنم با خود نفس زگفتن افسانه سوختیم ؛ ولد ایشان منحصر بشیخ عبد اللہ بود کسب فنون علم از والد خود نموده بتقوی و انقطاع از دنیا اتصاف داشته آنچه از وجه معاش و املاک موروثی حاصل آمدی بقلیلی قناعت نمودے و باقی را صرف دوستان و محتاجان کردی سه پسر از ایشان مخلف شد شیخ عطاء اللہ و شیخ ابوطالب و شیخ ابراہیم شیخ عطاء اللہ که ولد اکبر بود در فقه و حدیث اعلم علماء آن دیار بود و در زہد و کثرت عبادت درجهٔ عالی داشت در سن کہولت در گذشت و اولاد ازو نماند شیخ ابراہیم که کہترین برادران بود از مستعدان روزگار و بعلو فطرت و ذکا اتصاف داشته مراتب اوله علمیه را اکتساب نموده سر آمد اقران گردید۔ و

ازو مراد ہیچ ز ... سوانح زمان ... ابن حزیں بنابر ... مطالعه کیا ... (marginal notes, partially illegible)

بهفت قلم بغایت نیکو نوشتی وخط استادان را چنان تتبع کردی که تمیز در میانه دشوار شدی مصحف مجید و صحیفهٔ کامله مترجم باتمام میرسانیده جهت والد مرحوم باصفهان فرستاده بود بهر دو را بفقیر شفقت نموده بودند خوشنویسان اصفهان از دیدن آن بهره ها می بردند و در ترسل و انشا مهارت تمام داشت منشآت ایشان در سفاین مستعدان مسطور مشهور است در شعر و معما سلیقه داشت و احیانا بگفتن میل نمودے این چند بیت از ایشانست **بیت** باده خون جگر ماست ز مینا مطلب ٭ گوهر از چشم تر ماست ز دریا مطلب ٭ پی لیلی نتوان گشت چو مجنون در دشت ٭ انچه در سینه توان یافت بصحرا مطلب ٭ **رباعی** - در گلشن دهر محرم راز نبود ٭ در بزم زمانه نغمه پرداز نبود ٭ تنها نتوان زمزمه پردازی کرد ٭ بلبل تیم زبان کسی هم آواز نبود ٭ فقیر در صغر سن که در خدمت والد بلاهیجان رسیدم سعادت ملاقات آن عم عالی مقدار دریافتم حقا که در محاسن صفات و حسن اخلاق و شگفتگی و مجلس آرائی تا امروز مثل او کمتر دیده ام ده سال پیش از والد علامه در لاهیجان برحمت ایزدی پیوست یک پسر مسمی شیخ مفید و دو صبیه از ایشان مانده بود پسر هم پس از چندے در اول شباب درگذشت اما والد مرحوم در سن بست سالگی جد در تحصیل بسیارے از مطلب علمیه نزد مولانای فاضل ملا حسن شیخ الاسلام گیلانی بشوق ادراک صحبت فضلای عراق باصفهان آمده در مدرسه استاد العلما آقا حسین خوانساری علیه الرحمة که مآثر فضائل و مناقبش از غایت اشتهار بی نیاز از اظهار است باستفاده مشغول شدند و فنون ریاضیه را در خدمت بطلیموس زمان علامے مولانا محمد رفیع که بمرفیعای یزدی مشهور است تکمیل نمود چنان استغراقی در مطالعه و مباحثه یافتند که محصلے را کمتر میسر آمده باشد و تا اواخر عمر بر همان منهاج بود جماعتے کثیره از اصحاب تحصیل برکت تربیت ایشان بمراتب عالیه رسیدند و در کتابخانه ایشان زیاده از پنجهزار مجلد بود هیچ کتاب علمی بنظر در نیامد که از اول تا باخر بتصحیح ایشان در نیامده باشد و اکثر محشی بخط ایشان بود قریب بهفتاد مجلد را که از انجمله تفسیر بیضاوی و قاموس اللغة و شرح لمعه و تمام تهذیب حدیث و امثال ذلک بود بقلم خود کتابت نموده بودے فرمود که من مکرر در شبا نروزے یکهزار بیت و زیاده نوشته ام خطی بغایت زیبا و واضح داشتند از ایشان شنیده ام که میفرمودند والدم در حیات بود که باصفهان آمدم و باین سبب که

بوطن اختیار کنم زیاده بر قدر مصارف ضروریه بجهت من نمی فرستادند و آن را هم در عرض سال بچند دفعه
میرسانیدند لهذا آنقدر که میخواستم برای ابتیاع کتاب از مقدور نبود بسیار برا خود مینوشتم بعد از
چندیکه والد رحلت کرد اندیشهٔ معاودت بلاهیجان از خاطر محو شد بالجمله در اصفهان مکانی خریده بر عمارتش
افزودند و عازم سفر حجاز شده از راه شام بطواف بیت الله الحرام مشرف شده ببغداد بازگشتند
و چندی در مشاهد متبرکهٔ عراق بسر برده باز باصفهان مراجعت نمودند و از اهالی آنجا حاجی عنایت الله
اصفهانی را که از اتقیا و اخیار بود با ایشان موانست پدید آمد و صبیه خود را با ایشان تزویج نمود و اولاد منحصر
در چهار پسر بود مولود نخستین این بیمقدار است و سه برادر دیگر یکی در کودکی و دو در عنفوان شباب
گذشتند مجملاً اگر از محاسن صفات و اخلاق کامله و علو همت و فطرت و قوت ایمان و کمال فضل و دانش
آن علامه بتحریر خوض رود سخن بدرازی کشد و لبا باشد که حملی بر مبالغه و حسن اخلاص این خاکسار کنند
در هیچ فن از فنون علوم نبود که ذاتش موصوف بکمال نباشد و با این حال هرگز مباهات بعلم چنانکه رسم علماست
نداشتی و با ادنی کسی از اهل تحصیل و فرو مایگان مصاحبانه سلوک کردی و با اینکه طول عمر بمباحثه
و افاده گذراندی از جدل بغایت محترز بودی و این شیوه را مکروه داشتی هیچیک از افاضل را بحسن
تقریر و شگفته طبعی ایشان ندیده ام علو نفسش چنانکه در نظر همتش دنیا را قدر کف خاکی نبود هرگز
همت بر تحصیل مال و جاه دنیوی که ادنی تلمیذ او را باندک مسامحه بوجه اکمل میسر بود نگماشت و در طبع خست
اندیشه فزونی تن آسانی نداشت بارها شنیده ام که میفرمود لقمه نان حلالی که رازق عباد قسمت ما
ما را کافی است و داعی بر تحصیل دنیا اگر پرورش دیگران و ایثار بر خواهند گانست بی ذلت نفس مومنه
میسر نیست و نزد من سر سخاوت قطع نظر کردن و واگذاشتن آن چیز نیست که در دستهای مردم است
با ایشان هرگز مبادرت باشنائی ارباب دول نکردی و با جمعی از امرا و اکابر و اعیان که اخلاصی داشتند
و نهایت آداب مرعی میداشتند بزرگانه سلوک نمودی عبادت و ورعش بمثابه بود که در سن بیست و پنج
سال که با ایشان بسر برده ام هرگز فعلی که در شرع مکروه باشد از ایشان ندیده ام و بعد از نیم
شب در هیچ حالی چه در صحت و چه در مرض او را بر بستر استراحت نیافته ام شمس هفت سال

منبع الاصلاح و الافاده

پیش از فوت عزلت وخلوت بر مزاجش غالب آمده ترک مباحثه و معاشرت نمود واصلا بپرامون انتظام امور
معاش اهل خانه نمیگردید واین فقیر را دران باب مختار ساخته بود گاهے بمطالعه مشغول مے شد وبیشتر
اوقات گریان بود اکثر لیالی را بالعبادت احیا مے نمود سخن با کسے زیاده بر ضرورت نگفتی وسخن گفتن
کسی را هم خوش نداشتی تا آنکه در سال هزار یکصد وبیست وهفت هجری در سن شصت ونه سالگی
شدت امراض وضعف مستولی شد صباحی که چاشتگاه آن رحلت کرد مرا طلبید وسفارش بازماندگان
ونیکو کاری با ایشان نمود پس فرمود چنانکه مرا خوشنود داشتی خدا از تو خوشنود باد وصیت من
بتو اینست که هر چند اوضاع دنیا را بر وفق مرام نه بینی وزمانه ناسازگار افتد باید که بمنزلت رضا
نهی وتبعیت ودنباله روی اختیار نکنی چه عمر قلیل قابل آن نیست ودر اصفهان اگر توانی زیاده
توقف مکن که شاید از ما کسی باقی ماند واین سخن را فقیر در نیافتم تا بعد از چند سال که فتنه ویرانی اصفهان
پدید آمد پس فرمود در لیالی وایام متبرکه بهر چه دست دهد ومیسر آید ما را فراموش مکن بعد از ساعتی
چند بعالم بقا ارتحال فرمود مدفن ایشان در مقابر مشهوره بمزار بابا رکن الدین در جنب تربت عارف ربانی
مولانا حسن دانشمند گیلانیست افاض الله تعالی علیه شآبیب الرحمة والغفران واسکنه فی فرادیس الجنان
چند بیت از مرثیه که در فوت آن عالی مقام بقلم آمده بود ثبت افتاد **ابیات** سپهر از مرگت ای صاف
حقیقت بیصفا گشته ❊ تهی ماند لبِ کیفیتی مینائے خالی را ❊ کشیدی تا زمین دست نوازش ای همین پیرا ❊
مثل چون بید مجنون گشته ام آشفته حالی را ❊ تو در پیرانه سر رفتی ومن هم در غمت پیرم ❊ بحسرت میکنم هر لحظه
یاد خورد سالی را ❊ نهان ای عرش رفعت تا ندیدم در دل خاکت ❊ ندانستم که پوشد خاک سافل کوه
عالی را ❊ گسستی تار هم شیرازهٔ تالیف جسمانی ❊ مثالی نیست در عالم هویدا بیمثالی را ❊ بدل آه پریشانی
دارم از مجموعهٔ آتش ❊ ز خاطر برده ام یکبار مصرعهاے حالی را ❊ **اما مجمل احوال این مقدار**
ولادت در روز دوشنبه بیست وششم شهر ربیع الآخر بسال هزار ویکصد وسه هجریه در
دار السلطنت اصفهان اتفاق افتاده وهنوز چیزے از احوال ایام رضاع بیاد دارم وچون
چهار سال از عمر بر آمد والد مرحوم اشارت بتعلیم نمود دران اوان مولانا سے اعظم ملا شاه محمد شیرازی

علیه الرحمة که آن علام روزگار بود وارد اصفهان در روزیکه در منزل والد علامه مهمان بود فقیر را
بخدمت ایشان برای شروع تعلم از روی تیمن حاضر نمودند مولانای مذبور بعد از بسمله این آیات را سه
نوبت تلقین فرمود رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي وفاتحه
خوانده نوازش فرمود و در دو سال سواد خوانی و خطی میسر آمد و شوقی مفرط بتحصیل حاصل شد
هیچ شغلی نزد من مرغوب تر از خواندن و نوشتن نبود کتب فارسی بسیار از نظم و نثر خواندم بر مسائل
صرف و نحو و فقه مشغول ساختند و بزودی فراگرفتم رساله چند از منطق تعلیم کردند مرا بآن فن
زیاده شوق و شغف پدید آمد و درست اخذ کردم استادی که داشتم از ذکا و شوق من تعجب
مینمود و تحسین می فرمود و شوق افزونی میگرفت چون طبیعت موزون بود از شعر لذتی عظیم
می یافتم و بگفتن میل شد و مدتی مخفی بود چون استاد مطلع شد مرا از آن منع نمودی و والد مرحوم
نیز مبالغه در ترک آن داشتی و مرا صرف طبیعت یکباره از آن ممکن نمود و چیزی که وارد خاطر می شد
مینوشتم و پنهان می داشتم در سن هشت سالگی والد مرحوم اشارت بتجوید قرأت قرآن نمود در
خدمت مولانا ملک حسین قاری اصفهانی که از صلحائی زمان در آن فن ممتاز اقران بود دو سال
قرارت نموده چند رساله در آن علم خواندم و از آن فراغ حاصل آمده حسن قرأت من مرغوب
اسماع شد پس والد علامه از فرط اشفاقی که داشت خود بتعلیم من پرداخت شرح جامی بر کافیه
و شرح نظام بر شافیه و تهذیب و شرح ایساغوجی و شرح شمسیه و شرح مطالعه در منطق و شرح
هدایه و حکمة العین با حواشی و مختصر تلخیص و تمام مطول و مغنی اللبیب و جعفریه و مختصر نافع و ارشاد
و شرائع الاحکام در فقه و من لا یحضره الفقیه در حدیث و معالم اصول و چند نسخه دیگر در خدمت
ایشان خوانده ام و هم در صغر سن والد مرحوم مرا بخدمت عارف حقائق معارف قدوه مشائخ
کرام شیخ خلیل الله طالقانی قدس الله روحه که در آن وقت از عزلت گزیدگان آن دیار بود برده
خواهش تربیت و ارشاد نمود قریب بسه سال بخدمت ایشان میرسیدم اگرچه کتابی بخصوص در خدمت
او نخوانده ام لیکن هر روزه مطلبی و مسئله بر کاغذی بخط خود نوشته می دادند و آن را تعلیم

مے فرمودند و مرا معلوم نبود کہ آن عبارت از چہ کتابست و در اصلاح و تزکیہ نفس ناقص چندان التفات و مبالغہ مے نمود کہ زبان از بیان آن قاصر و دل از ادای شکر ایادی حقوق آن عارف کامل عاجز است الحق اگر قصور استعداد من نبودے ہر آئینہ برکات تربیت و انفاس آن بزرگوار بمقامیکہ بایست رسانیدی وے از اکابر مشائخ عارفین و جامع علوم ظاہر و باطن بود اگر خواہم کہ شمہ از حالات و کرامات و مقامات و مجاہدات و ضبط اوقات و طور معاش آن عالی مقام را شرح دہم کتابے شود بالجملہ چون طبع ایشان موزون و بگفتن شعر رغبت مینمود مطلع بمیل من بسخن بود از ان چندان منع و زجر نمیفرمودند بلکہ گاہے امر بخواندن چیزے کہ گفتہ بودم مے کردند و تخلص بلفظ حزین از زبان گہربار ایشان است این رباعی از اشعار آن قدوۂ کرام ثبت افتاد **رباعی** -

اے شوخ بیا در دل درویش نشین ؛ کان نیکے بر جگر ریش نشین ؛ در ہجر تو دامنم گلستان شدہ است ؛ یکدم بکنار کشتہ خویش نشین ؛ و در ہمان اوان ایشان برحمت حق پیوستند پس ازان والد علامہ سفارش تعلیم و تربیت فقیر بفاضل عارف شیخ بہاؤ الدین گیلانی کہ از تلامذۂ سید الحکما میر قوام علیہ الرحمۃ و از گوشہ نشینان و جامع فضائل صوری و معنوی بود نمود چندی در خدمت او تحصیل نمودہ قدرے از کتاب احیاء العلوم و رسائل اصطرلاب و شرح چغمنی خواندم والدم مرحوم مرا اشارت بمطالعہ کتب اخلاق مے فرمود و جمعے از مبتدیان اہل تحصیل ہم در زحام شدہ قدرے اوقات صرف مباحثہ ایشان نمودہ آنچہ را اخذ نمودہ بودم با ایشان تکرار میرفت و حق تعالیٰ برکت و وسعتی در اوقات من کرامت فرمودہ بود و با وجود اشغال کثیرہ فرصت تنگی نمی نمود و شوق مباحثہ و مطالعہ چنان مرا بیقرار داشت کہ التفات بلذات نداشتم مکرر در شبہا از کثرت بیداری من والدین را ترحم آمدہ مرا نصیحت و التماس باستراحت میکردند و سود نداشت آنچہ را بدرس نمی خواندم بمطالعہ اخذ نمودہ مواضع مشکلہ را از والد سوال میکردم و آن مقدار از کتب مختلفہ فنون متشتتہ کہ در اندک مدتے بمطالعہ من در آمد مگر قلیلے از علماء متتبع را میسر آمدہ باشد و باین حال رغبتی موفور بطاعات و عبادات بود و لذتے

عجیب ازان می یافتم و لیالی و ایام و اوقات متبرکہ را مصروف باحیا و مواظبت باذکار و دعوات ماثورہ مینمودم و بسیارے از نوافل و سنن علیہ ضائع نمیشد و دل را طرفہ رقت و صفائی و سینہ را انشراحی بود و ذکر آن احوال چنانکہ بود نتوانم کرد و انچہ گفتم از مقولہ ذکر النعم من نصائح المساکین است افسوس افسوس چہ دانستم کار باین درماندگی و دل مردگی و افسردگی کہ اکنون کشیدہ خواہد کشید وکام بلذت خوگرفتہ را باید با اینہمہ تلخی و زہر جانگداز ناکامی ساخت **شعر عربی** و ہبت بلبل ساورتنی ؛ من الرقش فی انیابہا السم نافع حسرت بے پایان و غم جانگزای اینست کہ درین نکید و لفسنی کہ باقی ماندہ باشد دیگر امید بہبود و احتراز نفحۂ مقصود نیست **فرد** کو فصل بہار کہ زمے کام برآرم ؛ چون شاخ گل از خرقۂ خود جام برآرم ؛ صدق امیر المومنین علیہ السلام۔ حیث قال احذروا قرارا لنعم فما کل شارد بمردود **فرد** آسائش است آنچہ بخاطر نمیرسد ؛ آن روزگار نیست کہ این آرزو کنیم ؛ و ہم دران آوان از برکت تقوی و ورعی کہ مرزوق شدہ بود مرا در مسائل فرعیہ عملیہ کہ مواضع خلاف فقہا بود اضطرابی و حیرتے رو داد و خاطر مطمئن نقاو فقہا و معمول بین الناس نمیشد و دران باب خوض عظیم کردم و احادیث را اصل و ماخذ دانستہ بسیارے از کتاب تہذیب الاحکام شیخ طوسی را در مدرسہ مجتہد الزمان آقا ہادی خلف مولانا محمد صالح مازندرانی علیہ الرحمۃ استفادہ نمودم و نظر در رجال حدیث و اسناد کردم و رجوع بکتب استدلالیہ فقہا و تشخیص طرق استنباط ایشان نمودم و بر کتب فروعیہ حدیث گذشتم و دران باب جدموفور کردم تا آنکہ در مسائلے کہ مرا محتاج الیہ و معمول بہ بود بقدر وسع اطمینانی حاصل آمد و از تقلید محض خاصہ با تخالف آرا، و عدم عصمت احدی از مفتیان کہ مدحض اقدام است و موقوف حیرت فی الجملہ رہائی حاصل آمد و دران اوان بعد از نیم شب کہ والد مرحوم بر مستند بلیش ازان کہ بنوافل مشغول شود تفسیر صافی را کہ از مصنفات فاضل مبرور مولانا محمد محسن کاشانی است نزد ایشان قرات کردہ باتمام رسانیدم و باکثرت مشغل تحصیل و وظائف مرا شوقی موفور بصحبت مستعدان و موزونان بود و با جماعتے ازین طائفہ مختلط بودم روزے در منزل

والد علامہ مجمعی از مستعدان منعقد بود مرا ہم دران مجلس طلبیدند واز ہر جا سخنان درمیان او آوردند یکے
از حاضران این بیت ملا محتشم کاشی را برخواند **بیت** اے قامت بلند قدان در کمند تو ٭ رعنائی آفریدۂ
قد بلند تو ٭ وبعضے از حضار مجلس تحسین بلیغ فرموده والد مرحوم فرمود کہ دیوان محتشم بنظر من در آمده شاعرے
ایان استاد است اما کلامش بے نمک است و آنمقدار از حلاوت کہ تدارک بے نمکی کند ندارد
باآنکہ نمک در سخن شاید کہ گلوسوز تر باشد از حلاوت چنانکہ از ہمین مطلع بلند او اینمعنی مستنبط
تواند شد دیگر تنہا مصرع اخیر درست افتاده مصرع اول بطبع مانوس نمیشود چہ قامت را در کمند
افتاده گفتن باسلیقہ راست نیست اگر لفظ قامت نبودی و گفتے اے کہ بلند قدان در کمند تواند
این کلام پسندیده بودے حاضران تصدیق نمودند پس متوجہ من شده فرمودے دانم کہ از شاعری
ہنوز باز نماندۂ اگر توانی درین غزل بیتے گفت بگو ہمان لحظہ مرا مطلعی بخاطر رسید وچون نظر ایشان
باز بمن افتاد دریافتند کہ چیزے بخاطر رسیده فرمود کہ اگر گفتی بخوان وحجاب مکن این مطلع برخواندم
نظم صید حرم کشد خم جعد بلند تو ٭ فریاد از تطاول مشکین کمند تو ٭ حاضران ازجا در آمدند و آفرینہا
گفتند تا ایشان در تحسین بودند مرا بیت دیگر بخاطر رسید و برخواندم **نظم** شد رشک طور از آمدنت
کوئے عاشقان ٭ بنشین کہ باد خردۂ جانہا سپند تو ٭ درین مرتبہ والد علامہ نیز تحسین کرده فرمود
کہ آنچہ میگفتم در شعر ملا محتشم نیست درین حالت بیت دیگر برخواندم **نظم** مشکل شده است کار دل
از عشق و خوش دلم ٭ شاید رسد بخاطر مشکل پسند تو ٭ وہم چنین باندک تاملے بیت دیگر گفتم تا غزل
تمام خواندم حضار گفتند کہ این طرز شعر بدیہہ گفتن امروز مقدور کسی نیست و والد فرمود کہ الحال
ترا اجازت شعر گفتن دادم اما آن مقدار کہ وقت ضائع نکنی و قلمدانیکہ در سر کار خود داشت
برائے نوشتن این غزل مرا انعام فرمود و در ہمان اوان مرا حادثہ سخت رسیده فترتے در احوال
پدید آمد جوش بہار و خرمی روزگار بود باجمعی یاران خود بصحرا رفتم و اسپ تاختم اسپ در دویدن
بیفتاد و استخوان دست راست من کوفتہ شد و تا یکسال با صلاح نیامد استادان ماہر معالجہا
مے کردند و رنجی صعب کشیدم و پس از چندے کہ وجع تسکین یافتہ بود ہمچنان بیکار و بار گردن بود

ذکر معدودی از افاضل معاصرین

چون خوئی بنوشتن داشتم بدست چپ گرفته مسوده می‌کردم در ان مصیبت و اندوه شعر بسیاری گفته‌ام
از جمله مثنوی ساقی نامه است که افتتاح آن اینست **مثنوی** خدایا توئی آنکه از راز و لبس ÷ بهشت
از لو دارند پاکان هوس ÷ من و مستی و کنج میخانه ÷ بآزادیم خط پیمانه ÷ تخمیناً یکهزار بیت است بغایت
سنجیده و مستانه گفته شده تا آنکه حق تعالی ازان درد و الم صحت بخشید و پراگندگی بجمعیت گرائید
اکنون برخی از افاضل و معارف که در صغر سن باصفهان ملاقات ایشان نموده‌ام و هم دران اوان
رحلت کرده اند بقلم آمد از انجمله فاضل مرحوم مولانا محمد باقر مجلسی اصفهانیست که شیخ الاسلام و از
مشاهیر محدثین و فقهاے امامیه بود مولفات مشهوره دارد سه چهار نوبت ایشان را دیده‌ام در
نهصد و دو سالگی در هزار صد و ده هجری درگذشت دیگر عمدة السادات میرزا علاء الدین محمد معروف
بگلستانه است از افاضل و اتقیا بود و با والد مرحوم اختصاص تمام داشت بعبادت و افاده
بسر مے برد و بر کتب متداوله شرعیه تعلیقات دارد و روزگاری بآسودگی و عزت داشت در همان
اوان او نیز درگذشت و اولادش بمناصب دیوانی آلوده شدند و ایشان را آن عزت و احترام نماند
دیگر فاضل مبرور شیخ جعفر قاضی است وے از مشائخ بلدهٔ کمره و از اعاظم تلامذهٔ استاد العلما
آقا حسین خوانساری و جامع فنون علوم و احتشام داشت بمنصب شیخ الاسلامی رسید و آن
شغل خطیر را به نهج ستوده تقدیم کرد و از وفور مهارت که در امور ملکی و قوانین معاشرت داشت
بوزارت اعظم نوید یافت بعض امرائی سلطانی که در پایهٔ آن منصب بزرگ بودند در شکست کار او
کوشیدند و پادشاه را ازان اراده درگذرانیدند در سن کهولت درگذشت و در حایر حسین
علیه السلام مدفون شد چون با والد مرحوم مودت و الفت تمام داشت مکرر فقیر بخدمت ایشان
رسیده دیگر برادر کهتر ایشان شیخ علیست او نیز در سلک فضلا بود و بعد از برادر خود چند
سال درگذشت دیگر مسیح الزمان اخوند مسیحاے کاشانیست بزیور فضل و کمال آراسته تلمیذ داماد
مرحوم آقا حسین خوانساری و بغایت ستوده خصال و خوش صحبت بود شعر بسیاری گفته و منشآت
نفیسه دارد صاحب تخلص داشت این چند بیت از ایشان است **منظومه** پیوند الفت تو

چو تا بر نظاره است ؛ تا چشم میزنی بہم این رشتہ پارہ است ؛ **شعر** دیگر بلبل بگل نشان دہد از رنگ و بوئی تو ؛ پروانہ با چراغ کند جستجوئی تو ؛ تا باشدم بہانۂ از ہر باز گشت ؛ دلرا بجا گذاشتہ رفتم زکوئے تو ؛ در اصفہان بافادہ مشغول بود تا درگذشت دیگر مولائی مغفور حاجی ابو نسبت وی از صلحائے دہر و از مصاحبان مولانا محمد باقر مجلسی بود بافادہ فقہ و حدیث مشغول و اوایل درشہر عبادات معتمد علیہ و روزگارے بآسائش داشت درسال فوت مولانا محمد باقر درگذشت فقیر چند نوبت ایشان را دیدہ ام پسرش حاجی ابو طالب نیز از محدثین بود بعد از پدر چند سال درگذشت دیگر فاضل عالیشان آقا رضی الدین محمد است خلف علامہ نحریر آقا حسین خوانساری واز اذکیائی علما بود طبعی بغایت دقیق و فکرتے عالی داشت در خدمت او بسیاری از فضلا مستفید شدند در جوانی درگذشت فقیر در منزل والد بخدمت الیشان رسیدہ دیگر فاضل عارف میرزا باقر قاضی زادہ است از دانشمندان روزگار و صاحب طبعان بود چون سکنی در محلہ عباس آباد اصفہان داشت بقاضی زادۂ عباس آباد معروف بود در اکثر علوم ماہر و بافادہ مشغول و اوقاتی منتظم داشت با والد مرحوم مربوط بود تا رحلت نمود طبعش بگفتن شعر رغبت نمودی از ایشانست **منظومہ** فصل گل و موسم بہار است ؛ گلزار برنگ و بوئے یار است ؛ بے تو شب ماہ تیرہ روز را چون چشم سفید گشتہ تار است ؛ دیگر مرحوم مولانا شمس الدین محمد است خلف فاضل مجتہد مولانا محمد سعید گیلانی وی از جملہ مستعدان و جامع کمالات صوری و معنوی بود و بعد از تحصیل بسیاری از فنون علمیہ ذوق سلوک و ریاضات بر او غالب شد و طرفہ شوری و استغراقی دیرا فرو گرفت علوم ظاہر نمودہ بحاجی عبدالقادر عاشق آبادی اصفہانی کہ خود را از مشائخ زمان میدانست مریدان داشت نسبت ارادت درست کرد و در حیات والد خود در عنفوان شباب درگذشت و پس از مدتے والدش کہ از اعاظم علما بود رحلت نمود با والد فقیر الیشان را مودتے قدیم پسر دیگر مولانا محمد سعید مذکور آقا مہدی نسبت کہ از دانشمندان و در ریاضات مہارتے بکمال شنیدہ میشود کہ تا حال در حیات بہ لاہیجان سکنی نمودہ دیگر جامع الکمالات مولانا حاجی محمد گیلانی است وے از مشاہیر طلبہ و بغایت

حمیده خصال بود در اصفهان توطن اختیار کرد و در خدمت مجتهد مرحوم مولانا محمد باقر خراسانی که از اعاظم علماء
بوده تحصیل نموده و در شعر سلیقه مستقیمه داشت اشعارش مشهور است و در هر ماه یکدو مرتبه بمنزل والد
آمده چند روز توقف مینمود والحق بغایت هموار و پرهیزگار بود در اصفهان رحلت کرد اینچند بیت از
اشعار اوست **اشعار** از گداز شمع باشد شعله را پایندگی ؛ میکند از پهلوی مظلوم ظالم
زندگی ؛ نه بکار خویش آیم نه بکار دیگرے ؛ چون چراغ روز می سوزد مرا این زندگی دیگر ؛ دل روشن
بتقریب هوس عشق آشنا گردد ؛ اگر خواهد که آب آتش شود اول هوا گردد ؛ چنین گر خواهش پیکان تیر
اوست جانم را ؛ پس از مردن غبار سنگ و سنگ آهن ربا گردد **وله** صبحدم در پای خم آمد مرا مینا
بسنگ ؛ در چنین وقتی نباید هیچکس را پا بسنگ ؛ **در توصیف اصفهان** و در اصفهان
آنمقدار افاضل و مستعدان بودند که اگر استیفای ایشان شود بطول انجامد والحق بآن جامعیت
مصر اعظم در معمورهٔ عالم نتوان یافت **شعر عربی** و ما ان بها حل الشباب تمیمتی ؛ و اول ارض مس جلدی
ترابها ؛ بآن اعتدال و قوت و لطافت و آبی بآن گوارا و شهری بآن شکوه و رونق و نظافت و نزاهت
و کثرت عمارات عالیه و آثار قدیمه و جدیده و انبوهی ناز و نعمت در ربع مسکون نشان نداده اند همانا تربیت
و تکمیل نفوس و ابدان انسانیه از تاثیرات آن سرزمین است همیشه منشاء افاضل و اکابر و مستعدان
و هنرمندان بوده و هر قدر در توصیف و خصائص جمیلهٔ آن کوشیده شود ناگفته بماند اگر هوشمند جهاندیده
آفاق گردیده بآن بلد رسیدی و اقامت نموده عمر و فرصت یافتی هر آئینه بخصوصیات و جهات امتیاز
آن بر کل جهان آگاه گشتے حسن معیشت در آن برای فقیر و غنی و مسافر و مجاور یکسان و تحصیل هر کمالے
و هر گونه نعمتے میسر و آسان اهالی آن از هر طبقه بفراست و ذکا مردے و مردمی و مروت آشنا جمهور خلقش
بحلیهٔ حیا و عفاف و رغبت بطاعات و مرضیات آراسته مدارس و معابد بیشمارش طول لیالی و ایام
بریاضت و عبادت سعادتمندان حق طلبان معمور و ببرکت معدلت سلاطین هوشمند دین پرور و آثار
علماء اکابر فیض گستر در طبایع قاطبهٔ عوامش مراسم و قوانین ستوده و روشهای پسندیده منطبع
معمول و امور مکروهه و اعمال مذمومه لغایت نادر و مستور بود حکیم شفائی شاعر مشهور در یکے

از مثنویات خود بقدر وسع توصیف آن نموده وگفته **اشعار** گردون پدرست و مادر ارکان ٭ فرزند
به از پدر صفهان ٭ محکم چو بپای دوستداری ٭ در کنگره اش فلک حصاری ٭ پرپیچ و خمست از آن
حصارش ٭ کاندر شکست روزگارش ٭ چه شرق و چه غرب را در جای ٭ یک کوچه گرفته هر دو ما و آ
از غایت بسط آن معظم ٭ صد وقت در و شود بیکدم ٭ یک خانه طلوع بامداد است ٭ یک کوچه شب سیاه
زاد است ٭ صد بار براوج سرکشد مهر ٭ کش جائے دگر نهان بود چهر ٭ زان آب و هوا تبارک الله ٭
کافشانده او ست جان آگاه ٭ فطرت گل کس مبوی خارش ٭ ادراک گیاه کشت زارش ٭ بر درک
این جهان حکمت ٭ یونان باشد گدای فطرت ٭ هر کوچه معلمی ستاده ٭ هر گام فلاطنی فتاده ٭ بازار
یکان او خردمند ٭ هم عقده کشا و هم رصد بند ٭ او باش محبط آفرینند ٭ اطفال شفا در آستین اند
انهار بهشت اگر چهار است ٭ خلد لیست که نهر او هزار است ٭ تا آنکه از آسیب علین الکمال و حادثه
روزگار بآن مصر اعظم از خرابی و ویرانی و پراگندگی ساکنان و دودمانهائے قدیم رسید **شعر**
والابدان تلفاک یوماً منبها ٭ سواء علیها ان تخور و تعدلا ٭ **شعر** از روی یار خرگهی ایوان همی بینم
تهی ٭ وز قدان سرو سهی خالی همی بینم چمن ٭ بر جاے رطل و جام مے گوران نهاد ستند پی ٭ بر جاے
چنگ و نای و نے آواز زاغست و زغن ٭ بنوا قصورا و فی تحت الثری سکنوا ٭ ما بال ملکهم بجو بهم الکفن ٭
و هنوز هم که خرابی آن مصر جامع بنصاب کمال رسیده بهترین معمورهائی عالمست کسی که اوضاع
سالقه آنرا مشاهده نکرده باشد چون بآن دیار در آید چنان پندارد که چیزے کاسته نشده دگر
طغیان تعدی دنیران ظلم عاملان اندک پستی گیرد بکمتر مدتی برونق و حالت نخستین باز آید و از
اطراف جهان محط رحال رجال شود عمرها الله تعالی بالعدل والانصاف مجملاً والد مرحوم بالشوق
ملاقات برادر و ذوی الارحام اراده رفتن بلاهیجان از خاطر سر بر زد و مرا همراه گرفته بآن صوب
نهضت نمودند و در هر منزل بعد از نزول آلهیات شرح تجرید و زبدة الاصول را در خدمت
ایشان مے خواندم و از افاضل و اعلام که دران سفر ملاقات شده فاضل محقق میرزا حسن
خلف مرحوم مولانا عبد الرزاق لاهیجیست در دار المومنین قم که موطنش بود در سن کهولت

و اواخر حیات سعادت خدمت ایشان یافته ام در علم و تقوی آیینه بود مصنفات شریفه دارد چون شمع یقین در عقائد دینیه و جمال الصالحین در اعمال و رساله تقیه و غیر آن دیگر از افاضل حاجی محمد شریف بود هم دران بلده بخدمت ایشان رسیده ام حاوی فنون و مشربی بغایت صافی و ذوقی کامل داشت دیگر از افاضل سید العلما میر محمد ابراهیم قزوینیست جامع معقول و منقول و از اتقیا بود در دار السلطنت قزوین ایشان را دیده ام دیگر سید الافاضل میرزا قوام الدین محمد سیفی قزوینیست فاضلے تحریر خاصه در فنون منقوله امام بود شعر عربی و فارسی نیکو گفتے و بغایت ستوده خصال بود همدران بلده ادراک صحبت ایشان نموده ام و این هر دو سید عالیشان چند سال قبل از ین در حیات بودند و در گذشتند بالجمله چون فضول بلاهیجان روی داد در منازل قدیمه نزول و بخدمت عم عالیمقدار و سایر افاضل و اعیان و مستعدان آن دیار رسیدم قریب یکسال در انجا بسر رفت و جمعیتے تمام داشتم و والد مرحوم بمذاکره و مباحثه مشغول بودند و در ان مجلس از مستفیدان بودم و بیاض رسالت والد رساله خلاصة الحسنات در خدمت عم مرحوم استفاده نمودم و گاهے بمواضع دلکشا و منتزهات آن ولایت بسیر و تفرج رفته مکانهای دلکش بمنظر میرسید و صحبتهاے خوشروی میداد مجموع ولایات گیلان خاصه بلدهٔ لاهیجان در سبزی و خرمی و معموری و وفور گل و لاله و کثرت میاه و انهار و لطافت اشجار و اثمار گرم سیری و سرد سیری در ربع مسکون بے عدیل و نظیر است غایت لطیف است چنانکه مشابه آن یافت نشود شهرهائی معتبرهٔ معموره و عمارات عالیه مزینه و قلاع بینیه دارد و از قدیم الایام باز همیشه معمور و مسکن سلاطین ذی شوکت بوده اغلب در میانه سه پادشاه صاحب دستگاه انقسام داشته هوائی در غایت رطوبت و اعتدال دارد و حسن معیشت و تنعم خلقش بدرجه کمال و از اکثر ممالک عالم ممتاز است در جمیع ماکولات و اقسام ملبوسات و اصناف ضروریات آن ملک را هیچگونه حاجت بخارج نیست و آنچه در اکثر ممالک حاصل و مهیا نتواند شد آنجا میسر و سهل الحصول و بے قدر و بهاست در اکثر بیشهاے آن از تراکم اشجار مجال عبور طیور و وحوش نیست و قوت نامیه بحدیست که بیکقطعه سنگ در کوهسار

ذکر مختصری از احوال مملکت گیلان

احوال اصفهان

کف خاک در صحرای آن که ساده از گل و گیاه و اشجار باشد نتوان یافت و از کثرت درختان بنجیزان
چون شمشاد و آزاد و نارنج و ترنج و امثال ذلک همیشه کوه و صحرا از مردی قامت و شوارع بلاد و
قصباتش با وجود ازدحام پیاده و سوار همیشه پر گل و گیاه کثرت مکانهای خوش شکارگاهش از تعداد
بیرون و اقسام صید بری و بحری آن از حوصله شمار افزونست مردمش بوفور ذکا و هنر مشهور و
به پرهیزگاری و غریب پروری معروف اند همیشه آن دیار مشحون بدانشمندان و اعلام روزگار بوده
اما چون قریب بساحل بحر خزر واقع شده اغلب اینست که پس از قرنی بسبب عفونت هوای دریا
علت وبا کم یا بیش دران بلاد سرایت نموده جمعی تلف میشوند در رطوبت هوایش نیز چون زیاده
است بنوعیکه شب از کثرت شبنم خوابیدن زیر آسمان دشوار است بسا باشد که بطبع مردم
بیگانه زیاده ملایمت نکند - بالجمله والد مرحوم بعد از دیدن یاران و تنسیق اراضی املاک موروثی
عازم معاودت باصفهان شدند و در خدمت فیض یاب بودم و در عرض راه رساله تشریح الافلاک
و چند چیزه درسیات تعلیم فرمودند تا باصفهان رسیده دران بلده باز بشوقی تمام و جدی موفور
بمذاکره و مباحثه مشغول شدم روزگاری بجمعیت و آرام داشتم و در مدرسه فاضل نحریر میرزا
کمال الدین حسین فسوی باستفاده تفسیر بیضاوی و جامع الجوامع طبرسی و امور عامه شرح تجرید
پرداختم و نزد مولانا فاضل حاجی محمد طاهر اصفهانی که محدث و فقیه زمان بود کتاب استبصار
شیخ طوسی و شرح لمعه و مشقیه قرائت کردم دران زمان صیت ذاتش قدوة الحکما شیخ عنایت الله
گیلانی رحمه الله که در اصفهان بافاده مشغول بود در یا والد مرحوم دوستی داشت مرا خواهان
استفاده ساخت در خدمت الشان منطق تجرید که از نفائس کتب منطق است با کتاب نجات
شیخ الرئیس شروع نموده بانجام رسانیدم تا آن حکیم دانشمند در اصفهان بود نسبت استفاده
درمیان بود پس عازم گیلان شده در قزوین رحلت کرد وے از تلامذه میر قوام الدین حکیم مشهور
و در حکمیات و سائر فنون استاد و حاوی مآثر حکما بود در تحصیل مراتب عالیه ریاضات عظیمه کشیده
ذوقے عجیب و ملکه قوی داشت فقهای ظاهر چون مورد التفاتش نبودند چنانکه رسم ایشانست

نسبت این بعقائد حکماء و انحراف از شریعت مقدس میدادند وحاشا عن الانحراف پس بخدمت سید المتبحرین
امیر سید حسن طالقانی رحمه الله که از اعاظم علماء اکابر عارفان بود رسیدم کتاب فصوص الحکم شیخ
عربی مباحثه مے فرمود باستفاده مشغول شدم وشرح هیاکل النور نیز در خدمت ایشان خواندم
شفقتے عظیم بمن داشت در هیچ فنے از علوم که استحضارش بکمال نباشد مسائل حکمت را با مشاهدات
صوفیه انطباق داده غلوئی عظیم در اظهار مراتب ثلاثه توحید داشت قوت تقریر و مباحثه اش
بمثابه بود که احدی از اصحاب جدل را نزد او یارائی سخن گفتن نبود و اخلاص و استفاده فقیر
وشفقت ایشان استوار بود تا در اصفهان رحلت نمود بعض طلبهٔ ظاهری را نیز غائبانه بعقائد
غیر مستفاده از شرح اقدس نسبت مے دادند والناس اعداء ما جهلوا واز افاضل روزگار
دران بلده مرحوم آقا جمال الدین محمد خوانساری ولد اکبر علامی آقا حسین طاب ثراه بود و از
غایت اشتهار بے نیاز از توصیف است فقیر اگرچه بسعادت استفاده از ایشان نرسیده ام
لیکن مکرر شرف حضور مجلس ایشان دریافته در سن کهولت باصفهان رحلت نموده درجوار
والد خود مدفون گردید روزگارے بافاده وعزت واحتشام گذرانیده بغایت مقدس وحمیده
خصال بود دیگر از علمائے عالیشان اخوند مولانا محمد گیلانی مشهور بسراب بود وے از مجتهدین
عصر وصاحب ورع وزهد تمام و مدتها بود که در اصفهان متوطن شده بافاده مشغول روزگار
مهیا داشت با والد مرحوم ایشان را الفت وصداقتے خاص بود مکرر فقیر بخدمت ایشان رسیده
وتحقیق مسائل نموده در کبر سن رحلت نموده دران بلده مدفون شد و دران اوان فقیر را تحصیل
علم طب میل افتاد قدری از کلیات قانون وبعض مقاصد آن فن را نزد جالینوس الزمان حکیم
مسیحائے مشهور که طبیبی دانشمند معمر بود و بمعالجه مرضی وتعلیم اکثر اطبای آن شهر مے پرداخت
استفاده نمودم شبے بمطالعه مشغول بودم وقت سحر والد علامه رحمه الله نزد من آمده بنشست
در اطراف من کتابهای طب بود وبآنها مشغول بودم چون سوال نموده معلوم شد که بآن فن مشغولم
مرا از انهمه اهتمام وغور دران منع فرمود گفت اگر کسے را اعتماد بفرصت باشد انچه طلبد رواست

اما ترا آن یقین و اعتماد بطول مدت عمر کجا حاصل آمده من بینم که نفس تو بدن ترا مے خورد و میگذارد چنانکه شمشیر
نیز نیام خود را مے خورد و چنین شخص طویل العمر نتواند بود پس در انچه اهمست بکوش این بگفت و مرا نوازش و دعا
نموده برخاست پس از چندے بخدمت فاضل محقق میرزا محمد طاهر خلف میرزا ابو الحسن قاینی که در ریاضیات
داواسط حکمت نادرهٔ زمان بود در رفته مدتی بتحصیل و تنقیح رسائل هیات و شرح تذکره و تحریر اقلیدس
و تحریر مجسطی و قوانین حسابیه پرداختم و فاضل مذکور تا ده سال قبل ازین در حیات بود و رحلت نمود پس شوق
باطلاع بر مسائل و حقائق ادیان مختلفه و اصحاب ملل پدید آمد و با علمائے طبقه نصاری و پادریان ایشان
که در اصفهان جمعی کثیر بودند آشنا شدم و مقدار دانش هر یک آزمودم یکے در میان ایشان امتیاز داشت
و او را خلیفه آوانس گفتندے عربی و فارسی نیکو دانستے و بمنطق و هندسه مربوط بود و بعض کتب اسلامیه
نیز بمطالعه اش رسیده بود و شوقی بتحقیق بعض مطالب داشت و از خوف و عدم التفات علمائی اسلام
بآن طبقه از مقصود خود باز مانده بود صحبت مرا مغتنم شمرد پس از چندے که از صفات و انصاف من آگاه
شد اخلاصے و محبتے استوار پیدا کرد و من انجیل از و آموختم و بشرح آن پے بردم و تحقیق عقائد
و فروعات ایشان بواقعی نمودم و بسیارے از کتب ایشان را مطالعه کردم و او نیز از من گاہے تحقیقات
مینمود و مکرر بتقریرات مختلفه حقیقت اسلام را برو تمام کردم و او را سخنی نمانده ملزم شد لیکن توفیق
هدایت بظاهر در نیافت تا وفات کرد و در میان یهود و سکنهٔ اصفهان که از عهد موسی علیه السلام
بزعم خود ساکن آن شهرند شعیب نام اعلم ایشان بود او را مطمئن ساختم و بمنزل خود آوردم و از و
توریت بیاموختم و ترجمه آن را نویسانیدم و از حقیقت انچه در دست ایشان است آگاه شدم لیکن
آن طبقه را بغایت عدیم الشعور از تمیز فکر بیگانه یافتم غباوت و تصلب ایشان را در جهل پایانی نیست
و همچنین باختلاف مذاهب اسلام پرداختم و کتب هر فرقه و سخنان هر یک را پے بردم و منصفانه و مشتاقانه
ملاحظه کردم و از هر فرقه هر جا کسے مییافتم که ربطی بمذهب خود داشت با او صحبت میداشتم و استعلام
مقاصد و سخنان او مینمودم و درین وادی مرا با ارباب آرای مختلفه آنمقدار گفت و شنود روے
داده که خدا داند و در ضمن این مشاغل کتب متداوله را درس میگفتم و حواشی و تعلیقات مینوشتم

استطلاع و توغل راقم در حقائق ادیان مختلفه و آراء مختلفه

و بتقریبات رسائل منفرده در تحقیقات مختلفه تحریر مینمودم و اکثر را اول بنظر فضلای آن فن رسانیده ام اطمینان حاصل میکردم و ہمہ مورد تحسین مے شد و از برکت تائید الٰہی تا این زمان ہرگز نشد که در موضعی از مصنفات من سقمی و خطائی ظاہر شود من اللہ التائید و بہ الاعتصام و دران ایام از حوادث و واردات غریبہ جاذبہ حسینی و شیوہ زیبا شمائلے بود که دل را شیفتہ ساخت **منظوم ہنود** مے نشانے ز جمال دوست لیکن ٭ دو جہان ہم بر آید سر شور و شر ندارم ٭ زآدیہ نشینان کاخ دماغ را طرفہ شوری درافتاد و از دل بیقرار فتنہ و آشوبے برخاست **بیت** ما راس سحر در سر میخانہ نہادیم ٭ اوقات دعا در رہ جانانہ نہادیم ٭ در خرمن صد زاہد عاقل زند آتش ٭ این داغ کہ ما بر دل دیوانہ نہادیم ٭ عندلیب دل شوریدہ حال بگلبانگ بلند این پردہ سرائیدن گرفت **اشعار** فاش مے گویم و از گفتہ خود دلشادم ٭ بندۂ عشقم و از ہر دو جہان آزادم ٭ نیست بر لوح دلم جز الف قامت یار ٭ چکنم حرف دگر یاد ندادم استادم ٭ طرفہ تر آنکہ دل افتادگان و خاک نشینان آن سرکوی از چند و چون پر فن بود این بیت ورد زبان من **نظم** ای گل نہ ہمین معرکۂ من ہتو گرمست ٭ ہنگامہ بصد سوختہ خرمن ہتو گرمست ٭ شبی با جمعے از یاران موافق و دوستان صادق بباغے رفتم مولانا علی کوساری اصفہانی خطاط مشہور کہ جامع کمالات صوری و معنوی و نادرۂ روزگار بود و در حسن صورت و سرائیدن الحان داودی معجزہ داودی حاضر بود نیم شب پردۂ ساز کرد نخست این بیت خواندن گرفت **فرد** امشب بیا تا در چمن سازیم پر پیمانہ را ٭ تو شمع و گل را داغ کن من بلبل و ویرانہ را ٭ این سوختہ را حالی پیش آمد کہ تقریر بیت نیست ہزار بار کالبد عنصری را سلطان روح تہی ساختہ باشد و تا صبح ترانہ او ہمین بود مے گفت و خاموش مے شد و پس از لحظہ ہمین سرائیدن مے گرفت پس از چندی مرا عارضۂ صعب پیش آمد شبی جمعے در مفاصل پدید آمد و صبح شدت نمودہ تمام مفاصل بدن مرا فرو گرفت و از حرکت باز ماندم جمعے را اطبا بمعالجہ آمدند و تجویز نقرس و آشامیدن چوب چینی کردند بر من بسبب ہجوم ہموم و احزان دشوار بود و از جملہ اطبا میرزا شریف خلف حکیم جلال الدین مشہور کہ از حذاق اطبا و بحلیۂ علم و صلاح و آراستگی داشت تعہد معالجہ بتدبیرات دیگر نمود و مشغول شد دو سہ روز

ذکر اکتساب فضائل

ذکر احوال

چون برین بگذشت طبیب مزبور خود بهمان آزار مبتلا شده بر بستر افتاد و من دران حال غزلی گفتم که
مطلع آن اینست **شعر** بجرم عشق اگر کشتی مرا ممنون احسانم * بکنار ره زاهد بی درد یارب چیست حیرانم *
و ازین غزل است **اشعار** کتاب عشق لوح دل بود در مکتب هستی * نکو کردی لبسطر تن کشیدی خط بطلانم *
پس از دو ماه حق تعالی از ان وجع یمین شفا بخشید و باز بتعلم و تعلیم پرداختم در اثنای آزار چون معطل
مانده بودم شعر بسیار می گفتم و قدرت بر نوشتن نداشتم دیگران می نوشتند و آن اشعار را الحق دردی و
اثری دیگر است پس اشعاری که از بدایت تا آن آوان جمع آمده بود فراهم آورده دیوانی مرتب شد
مشتمل بر قصائد و مثنوی و غزلیات و رباعیات تخمیناً هفت هشت هزار بیت و آن اول دیوان این خاکسار
است و در میانه مستعدان متداول شد و رغبت بگفتن و صحبت شعر افزونی گرفت و شعر درست مستحسن را
حد مذاق من طرفه تاثیری بود و از همه موزونان و سخن دران که صحبت ایشان دریافته ام یک کس را دیده ام
که بجمیع اطوار و عوالم شعر فارسی چنانکه باید میرسید و حق سخن سنجی ادا می توانست کرد و دیگری را تا این زمان
در پایه این ندیده ام وی میر عبدالغنی تفرشی است از احفاد فاضل مرحوم میر عبدالغنی تفرشی تلمیذ میرزا
ابراهیم همدانی مشهور که در عهد شاه عباس ماضی از مستعدان بوده و درگذشت بالجمله این میر عبدالغنی
که از دوستان و معاشران فقیر بود بمضمون الولد الحر یقتدی بآبائه الغر باوصاف کمالات آراسته
سلیقه بنهایت استقامت و فطرتی بغایت عالی داشت اکثر متداولات علمیه را ربطی نموده در شعور
و ذکا و ذوق و وجدان آیتی بود اگرچه شعر بسیار کم گفتی چنانکه مجموع افکارش بیکصد بیت نرسد
اما چنانکه باید گفتی متانت و حلاوت و کیفیت سخنش را نسبتی با همگنان نبود و در نکته پروری و در سخن
رسی بنظر او را ندیده ام تا وی در حیات بود فقیر بذوق سخن سنجی او شعر بسیاری می گفتم داورا باین عظیم الفتی
بود این رباعی از ایشانست **رباعی** عمری بره وفا نشستیم عبث * دل جز تو بدیگری ببستیم عبث *
تا آنکه در شباب باصفهان درگذشت و داغ فراق بر دل احباب گذاشت اللهم اغفر له واجعله
عندک فی اعلی علیین پس بتقریب نهضت چند کس از دوستان و یاران آزاده بصوب دار الافاضل
شیراز مرا هم شوق دیدن آن بلده گریبان گیر شده بعد از التماس اجازت از والدین روانه

ترتیب دیوان اول

ذکر میر عبدالغنی تفرشی

حرکت راقم حروف از اصفهان بجانب شیراز و ذکر بعضی دیگر از اساتیذ اعلام و افاضل کرام

آنصوب شدم و بآن بلده رسید صحبت افاضل و اعیان و مستعدان آنجا دریافتم و بآن سرزمین
مرا النسي و الفتي پدید آمد و تا بوده ام وقت من خوش بوده دار الملک شیراز از بلاد معتبره فارس
و تا بوده چه در اسلام و چه پیش از اسلام مجمع و مسکن افاضل و موبدان بوده اگرچه در آب و هوای
آن قوت و لطافت چندان نیست اما باعتدال است و بغایت معمور و موفور النعم و مدارس و بقاع الخیر
دران بسیار و کوهها بکیفیت دل نشین دارد شیخ سعدی شیرازی فرموده منظومه اگر مصر و
شام است گر بر و بحر ؛ همه روستا انست شیراز شهر ؛ بالجمله مولانای اعظم استاد العلماء مولانا
شاه محمد شیرازی رحمه الله دران شهر بود بسماع کتاب اصول کافی در مدرسه ایشان مشغول شدم
و اکثر اوقات شبانه روزی در خدمت او استفاده میکردم و نسبت بمن اشفاقی عظیم داشت
فاضل مذکور از نوادر روزگار بود تتبعی عظیم و حفظی قوی و عمرے طویل داشت ادراک صحبت بسیارے
از علما و اکابر شرفا نموده اکثر ممالک عالم را دیده بود و در تحصیل مراتب عالیه و تکمیل نفس ریاضتهاے
کشیده بمشایخ و اولیا اخلاصی عظیم داشت بغایت ستوده اخلاق کریم الذات بود قریب بیکصد
و سی سال عمر یافت و همه را صرف نشر علم و حق طلبی و خیرخواهی عباد نمود و چند رساله در حدیث و
حکمت و تصوف از مصنفات اوست تا آنکه بعد از چندی از ورود بآن بلده رحلت کرد دیگر از افاضل
آن شهر مولانای محقق جامع المعقول و المنقول اخوند مسیحاے فسوی علیه الرحمة بود و بتدریس اشتغال
داشت وے اعظم تلامذه آقا حسین خوانساری و قدوه فضلای عهد و بحدت ذهن و سلیقه و تبحر
در جمیع علوم اشتهار داشت و منصب شیخ الاسلامی فارس بخدمتش رجوع و مدرسش مجمع طلبهٔ
آفاق بود مدتے در خدمت ایشان بمذاکره و مباحثه پرداختم و طبیعات شفا و الهیات شرح اشارات
و حواشیه قدیمه و جدیده و غیر آن استفاده نمودم تا آنکه ببلده فسا رفته برحمت ایزدی پیوست و اخی
از اکابر فضلای عالیشان بود فکرے رسا و سلیقه مستقیم و طبیعے شگفته داشت در شعر فارسی
و عربی نهایت بلذات و ابیات غرا در مدح امیر المومنین علیه السلام دارد و بغایت بلیغ گفته در
فارسی اشعار شایسته شوخ دارد معنی تخلص ایشانست منظومه شد گرم جگر سوز یم آن رند شرابی

مستیش بران داشت که گرد بد کبابی :: از تربیت آب حیائی گل رویش :: فرداست که آن سیب ذقن گشته گلابی
دیگر از مشاهیر فضلائی آن بلده مولانا لطف الله شیرازی رحمه الله بودی از فحول علما و تلمیذ فاضل عارف
مولانا محمد محسن کاشانی رحمه الله بود بخدمت ایشان رفته مدتی باستفاده حدیث و معارف، دیگر گذشت
و بعد از گزرانیدن کتاب وافی که از تصنیفات ملا محسن مرحوم است اجازتی مفصله بجهت فقیر مرقوم فرموده
بود تا آنکه در سن کهولت در گذشت دیگر از افاضل آن دیار عارف معارف مولانا محمد باقر مشهور به صوفی
بود بغایت دانشمند و عرفانی بکمال داشت در خدمت ایشان کتاب تلویحات شیخ اشراق و قدری از
قانون خوانده ام سمدران بلده بعالم بقا پیوست دیگر از اعلام آن مقام شیخ محمد امین شیرازی بود بحلیه
علم و سداد آراسته مکرر با ایشان صحبت داشتم بعد از افاضل مذکوره در حیات بود و در گذشت دیگر از افاضل
و معارف آن شهر جامع الفضائل مولانا محمد علی مشهور بسکاکی بود موحدی دانشمند و مدرس مدارس
شیراز و در فنون علم مهارت داشت و از تلامذهٔ مولانا شاه محمد و اخوند مسیحائی فسائی و دیگران بود
نسبت ارادت بسلسلهٔ مشائخ درست نموده در لباس ایشان میزیست بغایت عالی فطرت و صافی
طویت و خجسته اخلاق بود و قبولی عظیم در دلها داشت پیوسته دوستی و مصاحبت با فقیر مے نمود
تا آنکه در استیلائی افاغنه بشیراز درجه شهادت یافت شعر بغایت نیکو گفتی این چند بیت ثبت شد
منظومه دو عالم را جزای قاتلی من ده خدا یا من :: که بس باشد چنین ذوق شهادت خونبهاے من ::
هران مصر و هوا فرعون و هامان نفس من موسی :: خیال بود و هما سحر دلیل من عصائی من :: چو نفی نفی
اثبات است از مردن نمیترسم :: بقائی من چو شمع کشته باشد در فنائی من :: گذشتن از سراب دهر
دامن چیدنی دارد :: ز آب هفت دریا تر نگردد پشت پائے من :: در نظم اشعار شکیب تخلص اوست
دیگر سید السادات والافاضل میرزا مهدی نسابه بود منصب شیخ الاسلامی با ایشان مرجوع شده
بغایت جلیل القدر و سلسلهٔ ایشان در آن بلده بجلالت حسب و نسب مشهور اند با فقیر محبت و الفتے
تمام داشت و اولاد و احفاد آن سلسله همه از مستعدان و معاشران من بودند و آن سید عالیشان
نیز در فتنه شیراز بدرجه شهادت فائز گردید دیگر از مستعدان سکنهٔ شیراز که با من انس تمام داشت

میرزا ابوطالب شوستانی بود سلیقه درست و اخلاق ستوده داشت بصحبت مستعدان و مذاکرهٔ علوم
وعبادات میگذرانید و بعد از حرکت فقیر از ان ولایت با صفهان تا در حیات بود همیشه ابواب مصادقت
ومکاتبات مفتوح داشت و بسیارے از اشعار فقیر را جمع نموده بود وقتے در صفهان مکتوبی از و رسید
ودر ضمن آن سوال از جمال الدین عبدالرزاق اصفهانی پسرش کمال الدین اسمعیل نموده و خواهش محاکمه
در شعر ایشان که آیا سخن کدام یک رجحان دارد فرموده و دران مکتوب مسطور بود که در میان جمعی بر سر
این ترجیح مکابره است و طرفین رضا محاکمهٔ تو داده فقیر جواب او نوشته این قطعه منظوم و در مراسله
مندرج ساخته باو فرستادم **قطعه** دوش از بر یاری که دلم شیفته اوست ؛ در شرح کمال خروش
ناطقه لالست ؛ آمد ببرم قاصد فرخنده سرشتی ؛ با نامهٔ غیبی که نگر آب زلال است ؛ نثرش نتوان
گفت که سلکیست ز گوهر ؛ هر سطری از ان در نظرم عقد لالست ؛ بکشودم و برخواندم و سنجیدم و دیدم ؛
کز بنده رهی حال آن نامه سوالست ؛ کامروز درین ناحیه عاشق سخنان را ؛ غوغا بسر شعر جمال است
کمال است ؛ القصه درین مسئله یاران دو گروه اند ؛ در حجت ترجیح یکے زین دو جدال ست ؛ این
شعر بدر آورد آن شعر پسر را ؛ بکسوت این شغله امروز دو سالست ؛ راضی شده اند آنهمه یاران
مجادل ؛ کز کلک تو حکمے که رسد در حق مثالست ؛ بکشاد پی پاسخ سنجیده پر خویش ؛ سیمرغ خیالم
که سپهرش ته بالست ؛ مجموعهٔ آن هر دو بدقت نگرستم ؛ گر معجزه گفتن نتوان سحر حلالست ؛ دیدم که
دوات و قلم آن دو شهنشاه ؛ در مملکت شوکت شان کوس دوالست ؛ آن هر دو بفضل آیت و
برهان بلاغت ؛ در حجلهٔ آن هر دو پریزاد خیالست ؛ غراے هر مطلعشان مهر سپهر لیست ؛ سیرابی هر
مصرعه شان تیغ مثالست ؛ شعر شعرائے که فریبند بالیشان ؛ نسبت بگهر سنجی آن هر دو سفالست ؛
در جنگ و پران قوی پنجه قلمها ؛ پرپیچ و غم از خجلت آن هر دو چو نالست ؛ جمع آنهمه اتقان بلطافت
که نموده ؛ بیش و مستان غاشیه بر دوش شمالست ؛ هر صفحهٔ ز شکین رقم آن دو گهر سنج ؛ چون عارض
خوبان همه خط و همه خالست ؛ اما چون کسی دیدهٔ انصاف کشاید ؛ این مطلع من آئینهٔ شاهد حالست ؛
در شعر جمال ارچه جمالے بکمالست ؛ اما نه بزیبائے ابکار کمالست ؛ لفظش بصفا آئینه شاهد معنیست ؛

معنی لنبکوهیست که طغرای جلالست ٭ هر نکته سربسته نافه مشک آست ٭ هر نقطه او شوخی از چشم غزالست ٭
فیض رقمش از تتق غیب سرشست ٭ مد قلمش در افق فضل هلالست ٭ صد بار ز سر تا سر دیوانش گذشتم ٭
لیلیست که سر تا بقدم غنج و دلالست ٭ در یوزه گری جو ار بیشه حریفان ٭ الحق رگ ابر قلمش بحر نوالست ٭
استاد سخن گرچه جمالست ولیکن ٭ تکمیل همان طرز و روش کار کمالست ٭ تحقیق در اقوال دو استاد حزین را ٭
این است که گفتیم و جز این محض جدالست ٭ رای همه این بوده که خلاق معلی ٭ آخر نه خطاب وی از صحن
کمالست ٭ معیار کمال من و با من دگران را ٭ در پله میزان خود اندیشه و بالست ٭ این نامه نوشتم بشب
هفتم شوال ٭ ماه این د هزار و صد و سی و دو لیالست ٭ • و در دار العلم شیراز بسیاری از مستعدان
و اهل عرفان با من معاشر بودند که ذکر ایشان موجب اطناب عظیمست و هوای آن بلده یاد داغ موافقت
تمام دارد چنانکه هر چند کسی بمذاکره و فکر دقیق بپردازد ملال حادث نمیشود و در ایام اقامت آنجا مطالعه
و مباحثه بسیار کردم و آنمقدار از کتب مختلفه و فنون متنوعه بنظر تدقیق در آمد که احصای آن غیر است و گاهی
بکوهها و دلنشین و مکانهای خوش بتفرج رفته با احباب صحبتها لطیف داشتم روزی در یکی از بقاع
شریفه آنشهر نشسته بودم که حالتی غریب مشاهده افتاد مردی دیدم میرفت سرا پا عریان و در هر دو دست خود
کارد داشت و بقوت تمام بر اندام خود میزد و خون از وی جاری بود زخمهای کاری بی شمار بر تن و سر و روی
خود داشت و همچنان در آن کار بود و هر زخم که بر خود میزد ظاهر میشد که راحت و لذت مییابد و اصلا سخنی نمیگفت
از حال او پرسیدم گفتند اسمعیل نام دارد بکسی عاشق بود و او وفات یافت چون این آگاه شد بیهوش شد
چون بخود آمد مجنون شده بود جامه بر درید و کاردها بگرفت و چند روز است که در این کار است گفتم چرا
کاردها از دست او نمی ستانند گفتند قوتش بحدیست که کارد از دستش بیرون کردن بغایت مشکل است
و چندین کس او را افگندند و خواستند که کارد بگیرند عجز کردند و حالتی مشاهده شد که گفتند اگر کارد بگیریم
همین لحظه خواهد مرد پس او را واگذاشتند و عجیب تر اینست که زخمی که صحیح بر خود زند اگر دیگر باره بر همان
موضع نزند بوقت عصر التیام مییابد پس متفحص حال او شدم بعد از سه روز در بیرون شهر کارد
بر پهلوی او رسیده احشای او قطع شد و بیفتاد و جان تسلیم کرد **رباعی** آنانکه غم عشق گزیدند

در کوی شهادت آرمیدند همه * در معرکهٔ دو کون فتح از عشق است * با آنکه سپاه او شهیدند همه *

پس از شیراز بمحال بیضای فارس حرکت کردم و دران محال درین زمان شهری نمانده اما مشتمل است بر قرای معموره بسیار و در خوشی آب و هوا ممتاز است مکانها بکیفیت و شکارگاه‌های خوش دارد مدتی دران حدود ماندم و در انجا بود سید فاضل ادیب حسیب جلیل نحریر صدر الدین سید علیخان بن سید نظام الدین احمد حسنی رحمه الله وی از احفاد استاد البشر امیر غیاث الدین منصور شیرازی علیه الرحمة است فاضلی جامع و در علوم ادبیه یگانه روزگار بود شعر عربی را به بلاغت و متانتی که باید گفتی و صاحب دیوان است و در سنجیدن و فائق شعر عربی مثل او ندیده ام و از مصنفات اوست شرح مبسوطه بر صحیفه کامله و کتاب بدیعیه و غران بغایت عالی همت و ستوده صفات - والحق نادرهٔ روزگار بود از مکه معظمه باصفهان آمد و از سلطان مغفور احترام یافت منصب صدارت را اراده تفویض باو داشتند خواهندگان آن منصب کوششها کردند و وسیله‌ها برانگیختند علو همت آن سید عالیشان از معاملهٔ دنیا طلبان پهلو تهی نموده بشیراز و بیضا رفته عزلت گزید تا برحمت ایزدی پیوست القصه چندروز بصحبت ایشان فیض یاب شدم از مروت و عاطفتی تمام بمن داشت و حاجی نظام الدین علی بیضائی نیز در المحال متوطن بود نزد من آمد و بمباحثه شرح تجرید و استبصار حدیث پرداخت در میانها الفت عظیمه پدید آمد و او بغایت حمیده خصال و عالی فطرت و از دنیا گذشته و جهان ندیده بود من حاشیه بر امور عامه شرح تجرید و رساله تحقیق غنا و رساله منطق را در انجا نوشته ام و دران محال دانشمندی از مجوس بود که وی را دستور گفتندی و عادت مجوس است که علمای خود را دستور خوانند با من آشنا شد و تحقیق اصول و فروع و اخبار آن مذهب انچه مبدا نسبت از وی کردم بمذهب خود آگاه بود طبعی مستقیم و زهدی بکمال داشت و از انجا باردکان فارسی رفتم مولانا عبد الکریم اردکانی را که از عباد و علماء دعوت و صروف بود و در نجوم دستکاری عالی داشت بدیدم و مدتی معاشرت و هم صحبت بود و از وی استفاده بعض غوامض کرده ام و در همان اوان در سن نود سالگی برحمت حق پیوست و دران قصبه میر عبد النبی اصفهانی که ساکن کام فیروز فارس بود بدیدم و مدتی معاشر بود وی سید صالح ادیب محدث فقیه بود و تتبع بسیار داشت دران اوان رساله در مواریث نوشته بود و بنظر فقیر رسانید

حرکت از شیراز بیضا - ذکر سید الافاضل سید علیخان * رفتن از بیضا باردگان شیراز

مراجعت بشیراز

حرکت از شیراز باصفهان [illegible]

ذکر ملاقات شیخ عارف شیخ سلام الله

بغایت منقح نوشته بود وازانجا باز بشیراز معاودت کردم چون در بین مطالعه کتب مختلفه نادره و
تحقیقات شریفه و فوائد جلیله نفیسه دریافت میشد که همه وقت ظفر برانها میسر نیست و کمترکسی را از متتبعین روزگار
حاصل میتواند شد و بخاطر قاصر نیز بسیارے از فوائد و نکات شریفه تحقیقات عالیه متفرقه میرسید خواستم که
مجموعه مرتب سازم که مشتمل بر نفائس و نوادر باشد و بر جوامع مشهوره افاضل سلف راجح آید پس شروع
در تحریر آن کردم و بزبدة العمر موسوم ساختم و بتدریج آنچه لائق سیاق آن بود دران مندرج مے شد در سفر
فارس مقدارے ازان نوشته شد و هم چنین تا ابتدای سال خمس و ثلثین و مائة بعد الالف تخمینا بهفت هزار
بیت رسیده بود که دران سال سانحهٔ اصفهان روے داد و با کتابخانهٔ فقیر و آنچه بود بغارت رفت و مرا
بر تلف شدن آن نسخه تاسف شد چه اگر انجام مییافت و بنظر افاضل جهان میرسید آن را لائق ذخیره
خزائن سلاطین قدرشناس می یافتند بالجمله از شیراز ببلدهٔ فسا که از کرمسیرات فارس است رفتم و از انجا
عزم بلده کازرون کردم دران حدود حقیقت حال عارف ربانی قدوة الکاملین شیخ سلام الله شولستانی
شیرازی که دران حدود انزوا از خلق گزیده در کوهی مقام گرفته بود دریافتم و بخدمتش شتافتم و از انچه
تصور حال کبرای اولیا نموده بودم در جهان نشان ایشان کمتر یافت شود او را زیاده یافتم سلسلهٔ مشائخ
وے تا بمعروف کرخی قدس الله اسرارهم متسق النظام بود بالجمله چندی در قریه که قریب بآن مقام
بود توقف داشتم در روزها ادراک سعادت خدمتش میکردم تا آخر ارادت و اخلاص مرا که از صفای طبیعت
بود قبول نمود و شفقت و عاطفت کریمانه فرمود چند شبانروز در همان مکان بسر بردم و تمنا آن بود که در
همان مقام ایام حیات بگذرانم رضا نداد و از انجا بنوازش بسیار رخصت فرمود تا این زمان توفیق حصول
سعادتی اگر میسر شده باشد از برکات همت در نظر اشفاق آن یگانهٔ آفاق میدانم و زبان باین مضمون
ناطق است **منظومه** هر چند پیر خسته دل و ناتوان شدم ✽ هرگه بیاد روی تو کردم جوان شدم ✽ آن روز
بر دلم در معنی گشوده شد ✽ کز ساکنان درگه پیر مغان شدم ✽ پس بکازرون رفتم از اعیان آن شهر
خواجه خواجه حسام الدین کازرونی بود وی را از جوانمردان روزگار دیده ام و با من دوستی تمام داشت
و از طلبه آن شهر مولانا محمد یوسف عارف کازرونی بود بمراتب مندا وله مربوط و خطی بغایت نیکو داشت

وطبعش قادر بر نظم — وبغایت درویش منش وپاکیزه اختلاط بود در ایام استیلای افاغنه بشیراز رحلت کرد پس از انجا
بشولستان وبلده جهرم رفتم واز صلحا وعلمای آنجا میر عبد الحسین ومولانا محمد صالح بود بصحبت ایشان رسیدم
هر دو از محدثین ثقه وبغایت پرهیزگار بودند پس بداراب که از منتزهات آن گرمسیر است رفتم والحق بغایت خرم و
معموراست رساله لوامع مشرقه در تحقیق معنی واحد ووحدت وچند رساله دیگر در غوامض مسائل الهیه در انجا نوشته ام
پس بخطه لار رفتم از اعیان آنجا میرزا اشرف جهان لاری بود ثروت ومکنت بسیار داشت وخالی از فطانت
واستعدادی نبود هم از اعیان آن بلده بود میر محمد تقی لاری مشهور که صاحب دستگاهی عظیم واز دنیا داران
روزگار بود ادنی از چاکران وگماشتگان او صاحبان مال وجاه موفور بودند وهر دو با من مودت والفت
بسیار داشتند میرزا اشرف جهان را در آخر سال که بنجف اشرف رسیدم آنجا دیدم که ترک دنیا کرده بلباس
فقرا در ان آستانه مقدسه مجاور بود وهمانجا مدفون شد وهم در اواخر که نوبت دیگر بلار وارد شدم میر محمد تقی
مذکور فوت شده پسرش میر محمد نام که بغایت اهل وستوده صفات بود از حوادث روزگار محتاج بقوت شبانروزی
شده در زمره مستحقین الشهر بود واز افاضل آن بلده مولانا نصر الله لاری بود تلمذ در خدمت بسیاری از
مشاهیر فضلا نموده در فنون علم مهارت داشت ودر ان بلده تا بودم اغلب با من صحبت می داشت پس از انجا
به بندر عباسی رفتم چند کشتی روانه مکه معظمه بود مرا همت مصروف آن شد که با قلیل زادی که میسر بود اختیار
آن سفر کنم بکشتی در آمدم هوای دریا واوضاع کشتی مزاج مرا مختل ساخت ورنجی سخت کشیدم وپس از
چند روز باران وطوفانی عظیم شد مردم کشتی طمع از حیات بریدند حق تعالی نجات داد وبعد از مشقت و
صعوبت بسیار داشت بیکی از سواحل عمان رسیدم عمانیان که اکثر خوارج و قطاع الطریق بحر اند کشتی بگرفتند
واموال بغارت بردند ومردم را در ان صحرا گذاشتند وبرفتند پس از چند روز بمشقت تمام بمسکت که مسقط
مشهور واز شهرهای ایشانست رسیدم ومدت یکماه توقف کردم که اندک آسودگی حاصل آمد ودر ان سال
موسم سفر حجاز ومونت آن نماند عزم مراجعت کردم ناچار بکشتی سوار شده بجزیره بحرین آمدم سکنه آنجا
اهل ایمان وصلحا میباشند وعلوم عربیت وفقه وحدیث فی الجمله رواجی دارد واز علما واعیان آنجا بود
شیخ محمد شیخ الاسلام با من الفتی تمام بهم رسانید وبالتماس او قریب یکماه توقف کردم طول آن جزیره

ورود به بندر بوشهر

تخمین ده فرسنگ و عرضش چهار فرسنگ است همه نخلستان و معمور است و کثرت مردم بسیار و انهار خوش گوار
دارد اما هوایش بغایت گرم و بسبب احاطهٔ دریا ناموافق است پس بکشتی در آمده به بندر معمورهٔ کنگ که بهترین
سواحل فارس است رسیدم و از انجا عازم سردسیرات فارس شدم و دران سفر کمتر ناحیه از مملکت فارس

معاودت به شیراز

مانده باشد که ندیده باشم پس بشیراز آمده و خاطر بدان متعلق شده بود که ترک معاشرت خلق و سکنی در معمورها
کرده در یکی از خیال که پناهی و آبی داشته باشد انزوا گزینم و بانچه رزاق حقیقی مقدر ساخته باشد قناعت
کنم و بیکباره دل از الفت خلق و اوضاع روزگار متنفر و منزجر شده بود احوال دنیا را با طبع خود ملائم و عمده
یافتم و میشنیدم که در کوهی غاری و چشمه و پرند درختی هست بدیدن آن رغبت میکردم و عزم مقام دران
مکان مینمودم آشنایان و پیوستگان مانع نمی آمدند و الفت والدین و افراط محبت الشان نیز مانعی قوی بود
و در شیراز بودم که یکی از مراسلات والد مرحوم رسید در عنفوان این رباعی نوشته بود **رباعی** در دل
ز فراق خستگیها دارم ÷ در کار ز چرخ بستگیها دارم ÷ با اینهمه غم تو نیز پیمان وفا ÷ مسکن که جز این شکستگیها
دارم ÷ و دران سخنان درج بود که دل الفت سرشت را بلی آرام کرد پس عزم اصفهان کردم و براه دار العبادهٔ
یزد روانه شدم دران شهر جمعی از افاضل و مستعدان بودند و مردی نیکو خصال ستوده اطوار داشت
دار ملا و نفیسهٔ عراقست و درانجا بود رستم مجوسی منجم مشهور کتب مجوس و حکمی و اسلامی بسیار داشت و
بهیات و نجوم و رمل و حساب و ضوابط رصدیه ماهر بود با او صحبت بسیار داشته ام و رصدی که استخراج
مجوسی و سی و چهار هزار سال بیش ازین نوشته نزدی دیدیم و بنظر اجمالی در آوردم قصور و نقص بسیار داشت
بنابر ضبط حرکات را بر تاریخ خلقت کیومرث که نزد الشان ابو البشر و آدم عبارت از وست نهاده
بود و بزعم وی چهار هزار سال و کسری از ان گذشته و این خالی از غرابتی نیست چه جمهور متاخرین مجوس

مراجعت اصفهان

ابتدای خلق بشر را این مقدار نمیدانند پس از انجا عازم اصفهان شدم و بخدمت والدین و ملاقات
اخوان و احباب رسیدم و این از نعمتهای گرانمایه بود و همچنان در مباحثه و مطالعه و تحریر مقاصد و مسائل
علمیه مستغرق بودم و با مستعدان آن شهر معظم صحبت میداشتم دران وقت والدین خواستند که تاهل
اختیار کنم و دران مبالغه داشتند و جمعی از اکفا و اعیان خواهش به نسبت نمودند و مرا بسبب اشتغال و

ذکر استاد و احوال مولانا محمد صادق

شوق مفرط بتعلیم رضا بآن بنود و آنرا عایق فرصت پنداشتم و تجرد را بفراغ و آزادگی آنست یافته چندانکه جهد نمودند راضی نشدم پس بخدمت سلطان المحققین افضل الحکما الراسخین المولی الاعظم والحبر الاعلم مظهر المعارف والحقائق مکمل علوم السوالف واللواحق محی الحکمة ابو الفضائل مولانا محمد صادق اردستانی علیه الرحمة که از متوطنین اصفهان و بتدریس زمره از اذکیای افاضل می پرداخت رسیده باستفاده مشغول شدم وی از اساطین حکما بود و قرنها باید که مثل او کسی از دانشمندان برخیزد بمن عاطفه بی پایان داشت و در خدمتش کتب مشهوره و غیر مشهوره حکمیه نظریه و عملیه بسیار خوانده ام و حق آن فیلسوف کامل بر من زیاده از استادان دیگر است و تا هنگام رحلت استفاده از خدمت ایشان منقطع نشد در سال اربع و ثلثین و مائة بعد الالف هنگام محاصره اصفهان برحمت ایزدی پیوست و در ان اوان رساله موسومه بتوفیق که در توافق حکمت و شریعت است و رساله توجیه کلام قدمای حکمای مجوس در مبدا عالم و حواشی بر شرح حکمت اشراق و روائح الجنان و رساله ابطال تناسخ بر ان طبعیین و شرح رساله کلمة التصوف شیخ اشراق و حاشیه بر الهیات شفا و فرائد الفوائد و حاشیه بر شرح هیاکل النور و رساله در مدارج حروف و فرسنامه تحریر نموده و غیر آنها از مصنفات بسیار و جواب متفرقه دیگر که از کثرت درین زمان متذکر جملگی آنها نیستم و اشعاری که در ان مدت وارد خاطر شده بود باز فراهم آورده دیوانی شد تخمینا ده هزار بیت و این دوم دیوان این بمقدار است و مثنوی مسمی به تذکرة العاشقین نیز در اصفهان شروع افتاد افتتاح آن اینست منظومه ساقی زمی موحدانه ÷ ظلمت بر شرک از میانه ÷ با تیره دلان چو لمعه نور ÷ در نیم شبان تجلی طور ÷ درده که ز خود گرانه گیریم ÷ بیخود ره آن یگانه گیریم ÷ مطرب دم دلکشی به نی کن ÷ این تیره شب فراق طی کن ÷ از صبح وصال پرده برگیر ÷ شام غم هجر در سحر گیر ÷ تا باز رهم این جدائی ÷ گیرم سر کوی آشنائی ÷ ساقی قدحی می مغانه ÷ سر جوش خم شرابخانه ÷ در کام حزین تشنه لب کن ÷ نذر دل آتشین نسب کن ÷ تا رخت کشم بعالم آب ÷ آسوده شوم از این تب و تاب ÷ مطرب نفست جلای جانها ÷ با مرده دلان دمت مسیحاست ÷ تنگیم چو خون مرده در پوست ÷ نشتر برگ فشرده نیکوست ÷ دل مرده تن فسرده کور است ÷ آواز نی تو بانگ صور است ÷ این مثنوی تخمین چهار هزار بیت است و متضمن

حکایتی است که منقول است از اصمعی که در طریق طائف سنگے دیدم بران این بیت نوشته بود شعر
الایا معشر العشاق بالله خبروا ؞ اذا اشتد عشق بالفتی کیف یصنع ؞ و تمام قصه مشهور است بالجمله
در اصفهان ایام بآرام گذران بود تا آنکه بتاریخ سبع و عشرین و مائة بعد الالف والد علامه طاب ثراه چنانکه
گذارش یافت بجوار رحمت حق پیوست و ازان حادثه اختلافی در احوال پدید آمد و بعد از دو سال والدهٔ
مرحومه نیز رحلت نمود جدهٔ مادری با جمعے وابستگان در انخانه ماندند و بعد دو سال برادر نیز بتحصیل مشغول و
لغایت اهل و ستوده اطوار و نسبت بمن نیکو کار بودند ازین حوادث مراد ماغ شوریده شد و بسر بردن
دران منزل دشوار گشت با عزیمت شیراز کردم و چندے دران بلده اقامت نمودم اوضاع آن شهر نیز
تغیرے یافته اکثر دوستان سابق من درگذشته بودند القصه خود را بهر صورت تسلی مے نمودم و برسم عادت
گاہے بصحبت علمی و تحریر بعض مسائل مے پرداختم و بے اختیار شعر بسیاری وارد خاطر مے شد باز در شیراز
اینها را فراهم آوردم دیوان سیم مرتب شد تخمیناً سه چهار هزار بیت لیکن خاطر بنوعے از دنیا رمیده بود
که انس بهیچ چیز حاصل نمے شد و با وجود جوانی بجدی دنیا و مستلذات آن در نظر خار و مکروه بود که بیرامون
خاطر نمیگشت و از استیلائی هموم آن شوق و شغفے که بتعلیم و تحریر و تقریر معارف بود افسردگی یافت
و همواره خواهان آن بودم که دلقی در پوشیده بگوشهٔ انقطاع گزینم و بنابر علاقه بازماندگان و بیکسی
ایشان میسر نیامد بالجمله باز باصفهان مراجعت کردم و برادران بازماندگان و دوستان را بدیدم
و بعد از فوت عم عالی مقدار در لاهیجان و بتدریج سنوح حوادث و اختلال باسباب مختلفه در اکثر
محالات گیلان وجه معاشے که از املاک موروثی میرسید و مدار گذار بود هر ساله کاستن گرفت و بعد از
رحلت والد مرحوم بسبب خرابی آن محال و نبودن شخص کاردان غمخواری دران ملک خود نقصان
بسیاری بآن راه یافته در سالی میرسید و فا بجند ماهه مصارف لابدی نمی نمود و آخر بسبب استیلای جماعت
اروس بران مملکت و هرج و مرج زیاده چنان شد که بالمره منقطع گردید و اکثر املاک و مستغلات
از حیز انتفاع و آبادانی افتادند کی که مانده بود آن نیز در تصرف دیگران آمد و قلیلے که بانضاف خود
بصیا باد بازماندگان عم مرحوم میدادند و فا بمصارف ایشان نمینمود بهرحال قطع نظر از آن نیز کرده بهر نوع

بانچه در دست بوده اوقات مے گذشت ومرا خود طبیعت وفطرت قادر بر تحصیل دنیا نبوده و نیت وتوسل
واظهار حاجت وقبول احسان ومروت از احدی هرچند سلاطین عالیشان وکرام خلق از دوستان صدیق
باشند بموجب حمیت وغیرت فطرت ممکن ومقدور نه همت مجبولست باحسان وایثار بر کافۀ خلق وبااین حال
زندگانی به تهیدستی وقصور مقدرت از قدر همت اشق واصعب اشیا ومستحزین بلیاتست از حکیمے پرسیدند
که بدحال برین مردمان در جهان کیست گفت من لبعدت همته واتسعة امینته وقصرت مقدرته وبر فرض
محالی که نفس عالی همتان ناچار به پستی تن در دهد وتحصیل قدر ضرورت کردن نهد طریق تحصیل از وجوه ستوده
در اکثر از منه نایابست واختیار ذلت وزبونی مقدور کرام نیست **فرد** مرداز تهیدستی آزادمرد ٭ زپهلوی
غیرت شکم پر نکرد ٭ چه نیکو گفته دریمقام شیخ فریدالدین عطار **اشعار** یکے پرسیدازان فرخنده ایام ٭ که توچه
دوستداری گفت دشنام ٭ که هرچیزے دگر که میدهندم ٭ بجز دشنام منت مے نهندم ٭ مجملا چندے بر بیان
که حادثه اصفهان ومحاصرۀ آن اختیار نمود مجمل آن قضیه که از غرابت احوال روزگار شعبده بازاست آنکه
طائفۀ افغان قلزه که کمینه رعیت قندهار دبرخے از ایشان داخل در سلک سپاه آن سرحد وبچاکری حاکم
آنجا قیام داشتند میرویس نامی رئیس آن معدود بود درشکارگاه قریه ده شیخ نجارعه وتمهید شاه نوازخان
امیرالامرا آن سرحد را بکشت وبران قلعه استیلا یافته خزاین موفوره بدست آورده وافاغنه با او موافقت
کردند واز پیشگاه سلطان مالک رقاب شاه سلطان حسین صفوی تغمده الله بغفرانه تدارکے که در اطفائے
نائره آن فتنه مے شد هیچ حصول مقصود نگشت افغان مذکور بران قلعه استیلا داشت تادرگذشت
بعد از و پسر او محمود نام قائم مقام پدر شد وبنواحی خود دست تطاول دراز کرد گاهے لبساط سلطنت دران
مملکت میگسترد وگاهے عرائض نیاز بدرگاه سلطانی میفرستاد وچون قرنها بود که معموری وآسودگی و
انتظام جمیع نعمتهائی دنیویه در ممالک بهشت نشان ایران نصاب کمال یافته مستعد آسیب عین الکمال
بود بادشاه وامرائی غافل وسپاه آسائش طلب راکه قریب یکصد سال شمشیر ایشان از نیام بر نیامده بود
دغدغه علاج آن فتنه بخاطر نمیگذشت تاآنکه محمود مذکور بلشکر موفور بممالک کرمان ویزد رسید وغارت
وخرابی بسیار کرده عازم اصفهان شده واین در اوائل سال اربع ثلثین ومائة بعد الالف بود چون

حادثۀ اصفهان ۱۱۳۴ افغان

قریب بدار السلطنت مذکوره رسید اعتماد الدوله با جمیع امرا و سپاه حاضر رکاب بودند مامور بدفع او شدند و نیز
از اسباب اجرای تقدیر بود که بر یک لشکر چندی کس که از رهگذر غفلت و نفاق رای دو تن از ایشان را باهم
اتفاق نباشد امیر و سردار شوند القصه در نواحی شهر تلاقی و افغان غالب و امرا مغلوب شدند و اکثر رعایای
قرای قریبه مکانهائی خود را انداخته با عیال بشهر در آمد خلقی که هرگز خیال اینگونه حادثه نکرده بودند بهم آمدند
چون چشم همگی بر امرای بی تدبیر بود عامه را مجال چاره نکایت خصم از خود نماند محمود با لشکر خود بر در شهر
آمده بعمارات فرح آباد که آنهم شهری و قلعه محکم اساس بود مقام گرفت و آنچه از ضروریات میخواست از دهات
معموره قریبه بجود که بیصاحب افتاده بود بلشکرگاه خویش کشیده صاحب ذخیره چندین ساله شد و آنچه
نمیخواست تمامی را سوخته نابود ساخت من چون بدیده بصیرت در مآل آنحال نگرستم وصیت پدر
بیاد آمد و اراده برآمدن از آن شهر کردم و در آنوقت حرکت با منسوبان و سرانجام مقدور بود که راهها هنوز
مسدود نشده بود و تا دو سه ماه بیرون رفتن بسهولت میسر میشد دوستان و نزدیکان نمیگذاشتند
و سخنان دور از خاطر رنجه میساختند و در آن هنگام صلاح در حرکت پادشاه بود چه مجال مقاومت
با خصم نمانده و مقدور بود که خود با منسوبان و امرا خزائن آنچه خواهد بطرفی نهضت کند تمامی ممالک
ایران سوای قندهار در تصرف او بود اگر از آن مخمصه بیرون رفت سرداران و لشکرهائی متفرقه کل
مملکت با او پیوستندی و چاره کار توانستی کرد و الحق تدبیر در آنوقت منحصر درین بود من این معنی را
بیکدو کس از محرمان او فهمانیدم و تحریص کردم که ازین رای در نگذرند و استخلاص اصفهان نیز درینصورت
بود چه بعد از رفتن پادشاه خصم را بر اصفهان زیاده کوششی فرصت نبود و بفکر کار خود می افتاد و عامه شهر
او را بهر عنوان از سر خود وا می کردند و وی ناچار شدی که از همان راه که آمده بود دیگر بوره ایا وسعی مو فوائرا
گشاده بطلب دولت خود باز گردد یا آماده جنگهای سلطانی شود و بهر صورت سودمند بود و آنهمه خلق بیشمار بسختی
تلف نمیشدند اما موافق تقدیر نیفتاد و چند کس از ناسنجیدگان مانع آمدند تا آنکه شد آنچه شد و
چه نیکوست درینمقام کلام حکیم ابو القاسم فردوسی **اشعار** زمین هست آماجگاه زمان ❊ فسانه تن ما و
چرخش گمان ❊ قضا چون در آید برانداز حذر ❊ قدر چون بجنبد به بند ذگذر ❊ شکاریم یکسر همه پیش مرگ ❊

سرے زیر تاج و سرے زیر ترک ÷ چنین است کردار چرخ بلند ÷ بدستی کلاه و بدستی کمند ÷ چو شادان نشیند کسے
با کلاه ÷ بخم کمندش ربایدز گاه ÷ کجا آنکه بر سود تاجش بابر ÷ کجا آنکه بودی شکارش هژبر ÷ نهالی همه خاک
دارند و خشت ÷ خنک آنکه جز تخم نیکی نکشت ÷ زمین گر کشاده کند راز خویش ÷ نماید سرانجام و آغاز خویش ÷
کنارش پر از تاجداران بود ÷ برش پر ز خون سواران بود ÷ پر از مرد دانا بود دامنش ÷ پر از خوبرخ
جاک پیراهنش ÷ چه افسر بود بر سرت بر چه ترک ÷ کزو نگذرد تیر و پیکان مرگ ÷ هر آنکس که دارد بدل هوش
و رای ÷ بسازد همی کار دیگر سرای ÷ مجملاً بعد از سه چهار ماه کار محصوران بسختی کشید و ماکولات دران
مصر اعظم که مشحون بانبوهی و ازدحام بیرون از قیاس بود بتقیص یافت و رفته رفته نایاب شد و افاغنه
باطراف شهر آگاه شده در هر دو فرسنگ و کمتر از جوانب مکانی استحکام داده جمعی بنگاهبانی گذاشتند
و دائم الاوقات فوج فوج سواران ایشان بنوبت بر گرد شهر در گردش بودند و درانوقت مردم از ضیق
معاش پیوسته از هر گوشه و کنار پوشیده و پنهان از شهر بیرون میرفتند و افاغنه بر کسے ابقا نمیکردند
و در شهر چون اکثر اغذیه نامناسب بکار میرفت هر روز جماعتے بے شمار با و رام و امراض مبتلا گشته هلاک
مے شدند و از فراخ حوصلگی و جوانمردی مردم انشهر مشاهده شد که قرص نانے بچهار پنج اشرفی رسیده
بود و کسے از غریب و بومی معلوم نمے شد که بگرسنگی مرده باشد و احدے سائل بکف نشده بود و آنکه
از جوع بیتاب بود حال خود از آشنایان پوشیده مے داشت تا کار بجائے رسید که یافت نمیشد آنوقت
مردم تلف شدند و آخر چنان شد که اندک مایه مردمے ناتوان و رنجور باقی ماندند و از هر طبقه آنمقدار از هنرمندان
و مستعدان افاضل و اکابر و اشراف دران حادثه درگذشتند که حساب آن خدا مے داند و بر من
دران احوال روزگارے گذشت که عالم السرائر بدان آگاه است و بر انچه دست قدرتم میرسید صرف
میکردم و لغیر از کتابخانه چنان چیزے در منزل من باقی نمانده و با وجود بے مصرفی قریب بدو هزار مجلد
کتاب را نیز متفرق ساخته بودم و تتمه دران خانه بغارت رفت القصه در اواخر ایام محاصره مرا بیماری صعب
عارض شد هر دو برادر و جده و جمعی از مردم خانه درگذشتند و آن منزل خالی شده منحصر بدو سه
کس خادمه عاجزه گشت تا آنکه بیماری روے بانحطاط نهاد و از شدت اندوه و نقاهت طرفه حالتے بود

برحسب تقدیر در غرهٔ شهر محرم خمس وثلثین ومایة بعد الالف که پایان آن شدت بود بر فاقت دو سه کس
از اعاظم سادات و دوستان تغییر لباس کرده بو عنلع اہل استاق از شهر برآمدم بقریه که بر دو فرسنگی بود رسیدم
و چند کس از نزدیکان و امرای پادشاه را برداشته بمنزل محمود رفته ویرا دیدند در روز دیگر که پانزدهم شهر محرم
مزبور بود محمود بشهر داخل شده در سرای پادشاهی نزول کرد و خطبه و سکه بنام او شده معدودے از مردم
که مانده بودند امان یافتند و سلطان مغفور را در گوشه از منازل خود نشانیده نگهبان برگماشت و چون در ایام
شدت محاصره شاهزاده والاتبار عظیم الاقتدار شاه طهماسپ را با معدودے از مقربان بر فن فرستاده
بدار السلطنه قزوین رسیده بود از استماع این خبر بر تخت سلطنت موروث جلوس نمود بالجمله فقیر از آن
قریه حرکت کرده منازل خطرناک را بمشقت تمام طے نموده ببلدهٔ خوانسار رسیدم و در آن چندی توقف کرده چون
زمستان رسیده و راهها پر برف بود فی الجمله تدارک سامان سفر نموده ببلدهٔ خرم آباد که مقر حکومت والی لرستان
فیلی است رسیدم و آن ولایتی است بغایت معمور و در نیکوئی آب و هوا و خرمی مشهور طول آن شانزده روزه
راه و عرضش نیز چنانست شهرها و قصبات خوش و مواضع بکیفیت بسیار دارد و از قدیم مسکن احشام فیلیست
که از صد هزار خانواده متجاوزند در آن وقت امیر الامرای آنملک علیمردان خان بن حسین خان فیلی از خانه زادان
قدیم و امرای بزرگ دودمان علیه صفویه بود و مابین مودت و الفتی خاص داشت و از شجاعان و مستعدان
روزگار بود و در آن قضایا و حوادث که نموده بود خواهش تدارک و علاج در خاطر داشت و باوجود کثرت
لشکر و حشم بنا بر اسباب عایقه که ذکر آنها طولے دارد مصدر اثرے نتوانست شد و توفیق خدمتی نمایان نیافت
بالجمله در آن بلده توقف نمودم طاقت حرکت نبود و از شدت آلام و صدمات روزگار پر شور و شر و هجوم اهوال
و حادثات عجب حالتے دارم قوای دماغیه عاطل شده بود و اصلا معلوم از معلومات من در صفحهٔ خاطر نمانده
ساده محض شده بود و قدرت بر سخن گفتن نداشتم از اثر حیات همین علاقه ضعیفی نفس را بکالبد ناتوان باقی مانده
بود و تا یکسال چنان بود بعد از آن فی الجمله مزاج باصلاح آمد و آنچه شیخ ابن عربی رحمه الله در فصی از فصوص
از کتاب فصوص الحکم ذکر کرده مرا محقق و معلوم شد و آخر شرحی وافی بر کلام شیخ نوشته‌ام و بر ناظران مخفی
نماند که شرح سوانح و وقائع احوال من از نوادر و غرائب حالات روزگار است و تفصیل آن در حوصلهٔ تحریر

نمی آید وانچه بقلم وقائع نگار تواند آمد اگر دران مسامحه نشود نیز دفترها بان مشحون گردد و بعمری ازان فراغ حاصل
نیاید ودرین یکدمه فرصت کجا مجال آن که شمه گذارش باید بتحریر یساندک از بسیار ویکی از هزار اقتصار مینماید
مجملا درخرم آباد جمعی از غره واتقیا ومستعدان مجتمع بودند وبامن الفت گرفتند و اعیان وامرائی آن دیار را
نیز باوضاع شائسته واوصاف ستوده یافتم وجمهور ایشانرا بامن صداقت واخلاص عظیم بود وبصحبت وسیر
مشغول می داشتند وبمرور ایام تمامی آن مملکت را دیده ام از اعاظم سکنه آندیار عمده افاضل کرام قدوه سادات
عظام امیر سید علی موسوی رحمه الله و برادرش امیر سید حسین بود وی خلف سید الافاضل میر عزیز القدر
جزاری وقریب بشصت سال بود که دران بلده سکنی داشت وبغایت محترم ومرجع جمهور آن ولایت بود در
اکثر فنون علوم مهارتش بکمال ودر تقوی وورع بیهمال والحق سیدی بزرگ منش عالی شان بود ومحبت
والفتش بامن بدرجه رسید که مزید بران نباشد وبرادر عالیمقدارش از اعیانش وافاضل بود وسایر عشایراو هم
از معاشران مخلص من بودند ودران شهر اقامت داشت مولانائی فاضل قاضی نظام الدین علی خراسانی وی
مدتی در اصفهان بتحصیل نموده سلیقه مستقیمه ومدرکی عالی داشت باجمعی دیگر از مستعدان مرا بالتماس مشغول
مذاکره ساخته اصول کافی وتفسیر بیضاوی وشرح اشارات وغیرها شروع نمودند واز جودت ذهن وفهم اومرا
شوقی بمذاکره پدید آمد بالجمله از دوسال افزون درانولایت اقامت نموده بهرحال اوقات خوش بود وسادات مذکوره
وقاضی مذبور دران دیار روزگاری با حتشام داشتند تا چند سال قبل ازین شنیدم که بجوار رحمت حق پیوستند واز
جمله حوادث عظیمه که دران اوان سانح وباعث ویرانی ایران بل اکثر ممالک جهان گردید حرکت لشکرهای روم
بود ومجمل این حادثه آنست که سلطان روم باوجود یکصد ساله صلح دستور که موکد بغلاظ ایمان بود واظهار موافقت
ویکجهتی با سلاطین سلسلهٔ علیه صفویه دران هنگام که اختلافی چنان بدولت ومملکت ایشان راه یافته بود وهنوز
تدارک آن نشده کم فرصتی ونامردی وبیوفائی راکار فرما شده بعراق وآذربائیجان وگرجستان سه جهار
سردار عظیم الاقتدار بالشکری که داشت تعینش بدان میر سید بداعیه تسخیر کسیل نمود از جمله بتسخیر حدود
عراق حسن پاشا حاکم بغداد وبتجدد آذربایجان عبدالله پاشا وزیر نامزد شده بود حسن پاشای مزبور با صد هزار
کس افزون بسرحد عراق درآمده ببلدهٔ کرمانشاهان نزول نمود ودرانجا وفات یافت پسرش احمد پاشا که از

نزول سپاه روم بکرمانشاهان

شجاعان بود کاری پدر منصوب شد و بتسخیر آن حدود کوشش گرفت پادشاه عالیجاه شاه طهماسپ صفوی که در بدایت
شباب و بعد از جلوس سلطنت از حادثه اصفهان و گرفتاری پدر بغایت افسرده و محزون بود یکی از امرائی جاهل بخیال
آنکه اورا از غصه و اندوه برآرد باسباب عیش و طرب و لان کرد و باندک زمانی چنانکه در مزاج جوانان خاصیت لهو
و لعب است آن شیوه از حد اعتدال درگذشت و خرد دوربین این مضمون سرائید اشعار شاه از می گران چه بر خواهد
خواست * وز مستی بیکران چه بر خواهد خواست * شه مست و جهان خراب و دشمن پس و پیش * پیداست کزین میان
چه بر خواهد خواست * درین حال پادشاه مذکور در مملکت آذربائجان بود و عزم تدارک استیصال افاغنه داشت
رسیدن سرداران روم این عزم لائق را عائق گشته براندن ایشان از آنحدود مشغول شد و لشکر قزلباش را در
رکاب آن پادشاه که در شور و مردانگی این بود بالشکر روم مکرر مصافهای سخت روی داد گاهی غالب و گاهی
مغلوب میشدند و رومیان بنابر عدت بیشمار و سامان موفور و رسیدن مدد و معاون ایستادگی داشتند و خر الهاء
بر سر آن کار گذاشتند و هر سپاهی که بایشان میرسید و هر قدر از ایشان کشته میشد در جنب آن مایه کثرت بقیهٔ ایشان
معلوم نشود و چون آن حادثه ناگهان اکثر حدود مملکت بیکبار فرو گرفته و مرکز دولت و خزائن سلطنت در دست
افاغنه بود و بدکاران و شورش انگیزان مملکت که از بیم سیاست در خزینده بود دران انقلاب و طوفان حادثه
چنانکه بهمست از هر گوشه و کنار سر بطغیان و زیاده سری برآورده شورش انگیزی داشتند لشکر قزلباش و مردان
کار و مدبران باهوش و رائے در لجهٔ اضطراب افتاده هر کس در هر جا بفکر کار خود رفته بضبط مال و عیال و حفظ ناموس
درمانده و مجال امداد و اتفاق با دیگری میسر نیامد و دران هنگام مملکت خراسان نیز که از ان دو فتنه بزرگ برکران بود
بسبب شورش و دعوی استقلال سی هزار کس افاغنه ابدالی در دار السلطنه هرات و طغیان ملک محمود خان
والی ولایت نیمروز در مشهد طوس بهم برآمد و سکنه آن مملکت گرفتار آشوب شده کشش و کوشش عام شد و در ممالک
طبرستان و گیلان علت وبا شیوع یافته تا ده سال امتداد داشت و خلقی بیحساب درگذشتند و سرداران پادشاه
اروس بالشکر انبوه از دریا برآمد بر اکثر بلاد معتبره گیلان استیلا یافتند و دران آوان بیجده کس صاحب حشم
معدود شد که در ممالک ایران داعیه پادشاهی و سروری داشتند و سوائی غارتگران پادشاه صفوی نیز اد
درین حوادث هایله دست و پائی میزد و بر سر هر یک از دشمنان قوی بقدر مقدور لشکری میفرستاد که زیاده خصم را

مجال تعدی ندهند وخود را بلاد آذربائیجان با عساکر روم درآویخته بود و رومیه بر بسیاری از آن مملکت استیلا داشتند ودرین فرصت جماعت افاغنه که مالک تختگاه اصفهان شده بودند آسائش یافته بتسخیر بعض نواحی خود از عراق وبرخی از مملکت فارس پرداخته توسعی در ملک ایشان پدید آمد وجمعی از تبه کاران طوغا وکرها بایشان که جماعت کودن صحرانشین بودند پیوسته قوانین سلطنت وجهانداری وراه ورسم معیشت ودنیاداری تعلیم نموده تقلید قزلباش پیش گرفتند لیکن از سفالت ورذالت اندک چیزی در نظر ایشان عظیم وعزیز در تنگ حوصلگی وناکسی اگر در شهری اندک مایه جمعیتی دست میداد از بیم ناگهان بقتل عام می پرداختند واین معامله در اصفهان مکرات واقع شد واز اثاث چیزی بکسی نمیگذاشتند وآن مایه اموال وخزائن ونفائس اندوختند که محاسب وهم وقیاس از تصور آن عاجز است ومردم را هیچگونه آرامی از ستم آن شوربختان نبود ورعیت بجان رسیده گاهی بقتال ایشان کمر می بستند دار السلطنه قزوین را که متصرف آورده بودند روزی عوام ومردم بازار بهم برآمده شمشیر در افاغنه نهادند وچهار هزار تن کما بیش بکشتند وشهر بضبط خود آوردند لیس از چندی باز لشکر بر سر آن شهر کشیده بعهد وپیمان متصرف شدند وهمچنین در قصبه خوانسار عوام شوریدند وجمعی از افاغنه را با حاکم وسرداری از ایشان وارد شده بجای میرفت در میان گرفتند ودر یک روز سه هزار تن بکشتند واز غرابت اینکه بعض دهات حقیره که بهر نوع ذخیره آذوقه داشتند در مدت هفت سال که استیلای افاغنه بود حصار نا استوار خود را حراست نموده خبر صفیر تفنگ از ایشان با فاغنه نرسیده چندانکه در تسخیر آن قریها در انمدت مدیده کوشیدند سود نداشت وایشان پیوسته در تنگ وتاز بودند وباوجود آنکه گاهی از بیم وهراس وگاهی از دست بد رعیت وسپاه آرامی نیافتند وچند مرتبه لشکر قزلباش بر سر ایشان تاخت بر حسب تقدیر کاری پیش نرفت محمود نابکار پس از دو سال از سلطنت اتفاقیه بقتل پادشاهزادگان صفویه که محبوس بودند فرمان داد ... ونه نفر صغیر وکبیر سید بیگناه بقتل رسانید واز غرابت اینکه در همان شب حال بر وی گشته دیوانه شد ودستهای خود را خائیدن گرفت وکثافات خود را خوردی وبهر کس دشنام ویاوه گفتی ودرین حال برادر اشرف نامی از ایشان بجای او نشست وبشجاعت وتدبیر موصوف بود واز اهل عراق وفارس طوغا وکرها جمعی را بملازمت گرفت وسپاهی موفور آراسته فراهم آورد واکثر فارس را مسخر ساخت ودر کار او رونقی عظیم پدید آمد

آرام گرفتن افاغنه در اصفهان و مسخر نمودن اطراف خود

مقتول شدن [illegible]

دیوانه شدن محمود [illegible]

احمد پادشاه سردار روم با لشکری عظیم بر سر او رانده در نواحی قصبهٔ انجدان مصاف داد و در اول بضرب توپخانه
رومیان شکست در افاغنه افتاد و از جای خود عقب تر نشستند چون شام شد اشرف مذکور باز صف سپاه
آراسته بآیین قزلباش از هر سو ولوله رعدآسای کرنا و کوس در افگنده بر سپاه روم راند احمد پاشا و رومیان
بهزیمت رفتند و آخر در میانه مصالحه شد پس اشرف مذکور سلطان مغفور شاه سلطان حسین را بقتل رسانید
نعش او را بدار المؤمنین قم فرستاده دفن کردند و با قتدار بود تا از پادشاه عالیجاه شاه طهماسپ منهزم
و مستاصل گردید و ذکر آن بیاید اکنون ذکر معدودے از اعیان که خود با این فقیر دوستی داشته پیش از
حادثه اصفهان و دران سانحه درگذشته اند ذکر می نماید از انجمله مولانای فاضل میرزا عبدالله مشهور بافندی
بفنون متداوله ماهر و لغایت متتبع بود و در اصفهان در جوار منزل خود مدرسه عمارت کرده بافاده اشتغال
در روزگارے مهیا داشت چون ببلاد روم افتاده علمائے آنجا بدانش او آگاه شده بودند بقاعدهٔ خود ویرا
آفندی خطاب داده باین لقب معروف شده بود با من الفت تمام داشت چندی پیش از آشوب اصفهان
رحلت کرد دیگر سید فاضل میر محمد صالح شیخ الاسلام اصفهانی نسبت حاوی علوم شرعیه روزگارے بعزت
داشت قبل از ان سانحه درگذشت و چند کس از اولادش نیز بجوهر فضل آراسته با من مودت داشتند
و قریب بحال تحریر درگذشتند دیگر سید عالم میر محمد باقر خلف میر محمد اسمعیل حسینی اصفهانی نسبت از مشاهیر علما
و در زمان سلطان مغفور بنهایت عظمت و اعتبار داشت تدریس مدرسه سلطانی باو مرجوع و بافاده
مشغول بود چندی قبل از حادثه اصفهان درگذشت دیگر عمدة المجتهدین مولانا بهاء الدین محمد اصفهانی نسبت
مدتها بود که بافاده معالم دینیه مشغول و در شرعیات مرجع اهل زمان خود بود و اخلاقش بغایت ستوده داشت
با فقیر عطوفت بسیار مبذول می نمود چون در صغر سن با والد خود بهند افتاده بود بفاضل هندی مشهور بود چندے از
قبل حادثه اصفهان درگذشت دیگر سید عالیشان میرزا داود خلف مغفور میرزا عبدالله که از سادات عظیم القدر
و از طرف جده منسوب بسلسله علیه صفویه و خود بمصاهرت سلطان مغفور ممتاز و منصب تولیت مشهد مقدس
رضوی باو مفوض بود بلطف طبیعت موصوف و اشعارش مشهور و بحلیه کمالات صوری و معنوی آراسته
روزگارے بعزت و احتشام داشت تا آنکه قریب بسانحه مذکوره بعالم بقا رحلت نمود دیگر مرحمت پناه میرزا

سید رضا حسینی است وی از سادات حسینیه اصفهان و آن سلسله از قدیم الایام از اعاظم و اکابر آن شهر
بوده اکثر از افاضل جهان و اغلب منصب صدارات در انخاندان و در باب ایشان وصاعدیه گفته اند منظوم
میر میرانیان وصاعدیان ٭ پادشاه هند و بادشاه نشان ٭ بالجمله سید مذکور از شگفته طبعان روزگار و
ایامی مهیا بعزت و احترام داشت و مودت و اختصاص و برا نسبت بمن پایانی نبود قریب بحادثه مذکوره
رحلت کرد دیگر فاضل نحریر میرزا کمال الدین حسین فسوی است که از استادان من بود در سن کهولت در ایام
محاصره برحمت ایزدی پیوست دیگر حکیم و دانشمند جامع خصائل مرجع افاضل مولانا حمزه گیلانیست که از
اعاظم تلامذه فیلسوف اعظم مولانا محمد صادق اردستانی علیه الرحمة و از اصدقای من بود و برا در اواخر
ایام محاصره رحلت افتاد دیگر مولانا محمد رضا خلف مرحوم مولانا محمد باقر مجلسی است بحلیه علم و خصال حمیده
آراسته بتدریس مشغول و بعلو همت موصوف بود در سانحه مذکوره با دو برادر عالی مقدار و جمعی از اولاد
واقربا که همه از معاشران و دوستان صمیم من بودند رحلت نمودند دیگر مولائی فاضل مولانا محمد تقی طبسی است
وی از مشاهیر فضلا و در فنون علوم صاحب دستگاهی بود در اصفهان توطن اختیار کرده با فاده اشتغال
داشت و در آن حادثه برحمت ایزدی پیوست دیگر امیرزاده عظیم عالیجاه مصطفی قلیخان خلف امیر الامرا
سارو خانست صفات حمیده اخلاق ستوده و استعداد ذاتیه او را بیان نتوانم کرد دانش و مودتش مرا
را پایانی نبود بمنصب پدر رسیده در دست افاغنه بدرجه شهادت فائز گردیده چون شمه از ین احوال
نگارش یافت اکنون بر سر سخن نخستین رفته بقیه سرگذشت مرقوم میگردد مجملاً در خرم آباد بودم که
آتش فتنهٔ رومیان در انحدود اشتعال یافت و گاهی تاخت لشکریان ایشان بنواحی آن بلده
میرسید علی مردانخان امیر الامرای مذکور را بخاطر رسید که چون محاربه با رومیه درینوقت کاری بزرگست
انسب بصلاح حال اینکه بطرفی از ان مملکت که جبال صعب المسالک است با جمعیتی انبوه رفته
بلده خرم آباد و نواحی آنرا که قریب بلشکرگاه رومیه است خالی و خراب افگند و باین عزیمت با سپاه
و متعلقان حرکت کرده باقصای آن مملکت رفت و امیر حسن بیک سلیورزی را که از امرای آن قوم
بود در شهر گذاشت که عامه را کوچانیده شهر و قلعه را خراب ساخته باو بپیوندد سکنهٔ شهر در اضطراب افتادند

ذکر احوال راقم در ایام اقامت خرم آباد

ایشانرا طاقت حرکت نبود واز دهشت رومیه اطمینان هم نداشتند فزع قیامت برخواست امیر حسن بیگ مذکور
بمنزل من آمد و مردم شهر نیز جمع آمدند واز هرگونه گفتگو درمیان گذشت من حرکت مردم را بیرون از قدرت
ایشان دیدم خرابی آنشهر راکه رشک گلستان ارم بود وخلقی عظیم را خراب تر ازان بدست خود نمودن
وعجزه واطفال وعیال ایشانرا عرصه صحرای هلاکت دادن نه پسندیدم امیر مذکور را اشارت بماندن و
حراست خود ومردم را دلالت وتحریص باتفاق وسامان ویرق وپاس حزم ومردانگی نمودم آنسخنان
موثر ومقبول همه افتاد وباهم عهد وپیمان کرده هرکس سلاح ویراق حرب برخود آراست ودران کوشش
بتمام نموده طرق عبور دشمن را بقدر مقدور مسدود وحصار ومنافذ شهر وقلعه را مستحکم ساخته بلوازم آن
پرداختند وآن مقدار ایشان را تشجیع وتحریص کردم که بوقوفان ایشان باندک روزی در استعمال اسلحه
ماهر وچنان دلیر شدند که با سپاهی گران اگر روی میداد کارزار میکردند ومردم آرام گرفته شهر معموری
اول گرائید وخود هم اکثر شبها با ایشان در پاسداری دروازها در سواری موافقت میکردم جماعت رومیه
چون از استعداد مردم واقف شدند ونام کثرت الوس فیلی وصعوبت مسالک آن مملکت وبودن حاکمی
مثل امیر الامرائی نامآور مذکور درمیان ایشان بلند آوازگی داشت اندیشه ناک شدند ودیگر متعرض
آنسخن نگشته بسائر اطراف پرداختند امیر الامرائی مذکور چون دید که مردم شهر بجای خود ماندند بکرر
ایشانرا تحذیر کرد وکس بدان التفات ننمود بعد از شش ماه که در کوهستان محنت بسیار کشیده خود نیز بشهر آمد
وآن رای را مستحسن شمرد ورومیه بمحاصره همدان که سواد اعظم واز بلاد معتبره عراقست پرداختند
ودرانوقت حاکمی ولشکری درانشهر نبود سکنه وعوام شهر بمدافعه برخاست ومدت محاصره بچهار
ماه کشید جمعی از رومیه را محصوران بتیر وتفنگ بکشتند وچندانکه احمد پادشاه سردار ایشان را
باطاعت خواند درنگرفت رومیه که از صد هزار افزون بودند ودر قلعه کبری شهره جهان در تسخیر کوشیدن
گرفتند ویکطرف حصار را باتش باروت فروریخته بشهر درآمدند وقتل بنیاد کردند مردم شهر نیز دست
باسلحه که داشتند برده از هر سوی با ایشان نهادند وچون کار از دست رفته بود بران کوشش
فائده مترتب نشده همگی درمبارزت بقتل رسیدند افراط قتل رومی درانشهر وایستادگی ومردانگی

مردم آنجا از مشهورات و نوادر روزگار است اما سه روز این هنگامه دران شهر برپا بود و هیچکس از ایشان روی نگردانید تا همه کشته شدند مگر اندک مایه مردمی که امان یافته باطراف رفتند و درانوقت جماعتی کثیره نیز از اطراف و جوانب عراق دران بلده جمع آمده بودند و حساب مقتولین آن قصبه را علام الغیوب داند آن مقدار از مشاهیر سادات و افاضل و اعیان بقتل رسیدند که تخمین آن دشوار است تا لسبائرا لناس چه رسد از جمله افاضل تحریر علامه بے نظیر میرزا هاشم همدانی علیه الرحمة که از دانشمندان روزگار و اصدقای حقیقی این هیچمقدار بود و هم از جمله مقتولین بود مولانای عارف عابد مولانا عبدالرشید همدانی که از عدول خلق و در علوم شرعیه مرتبهٔ عالیه داشت و از جمله مقتولین بود نادرهٔ آفاق مولانا علی خطاط اصفهانی که ذکر او بتقریبی گذشت وی باکثر علوم مربوط و جمیع خطوط را چنان می نوشت که تا آنزمان هیچیک متقدمین را آنقدر میسر نیامده و جامع جمیع کمالات و از بدایت حال از دوستان و معاشران من بود بالجمله از استماع قضیه هایله همدان اضطراب بحال سکنه آنحدود بلکه بتمامی ایران راه یافته مردم خرم آباد متفرق شدند و حاکم نیز از انشهر بیرون رفت چون جمعی کثیر از معارف و آشنایان من در قصبه همدان در گذشته عیال ایشان در زمره گرفتار آن بودند مرا عزم رفتن بآندیار باستعلال حال و استخلاص گرفتاران بقدر طاقت و توان جزم شده بصوب همدان روان شدم و با مردم خود و جمعی که رفیق راه شده بودند هفتاد سوار بودیم طرق و مسالک چنان پر فتنه و آشوب بود که عبور دشوارے داشت در یکدو منزل دو چار عساکر رومیهٔ خونریز گردیده محصور شدیم و تلاشهای سخت و زحمتهای صعب کشیده حق تعالی نجات داد و بهمدان رسیدیم جمعی از معارف بلدهٔ کرمانشاهان و غیرها که ناچار همراه پاشا و عساکر روم بودند و سابقهٔ معرفتے داشتند متفق شدند و در فکاک بعض گرفتاران کوشش بسیار کردیم تا جمعی بهر وسیله مستخلص شده بامنی رسیدند و دران حال بر من مشقتے و اندوہے و بلیتے گذشت که خداے داند در بعض شوارع آنشهر اجساد کشتگان که برزبر یکدیگر افتاده بودند مجال عبور نبود و اکثر مواضع بنظر درآمد که دران حادثه همدانیان چون سرکوچه ها بر رو میان گرفته مدافعه میکرده اند و چند انکه کشته میشده اند دیگران بجاے ایشان بمقاتله مے ایستاده اند تا سر دیوارهای

روانه شدن راقم بهمدان

ملبند اجساد کشتگان بود که بر فراز هم ریخته بود بالجمله مرا در معسکر روم بودن با آنکه جمعی از ایشان آشنا شده
احترام مے داشتند بلیهٔ عظمی بود از میان ایشان برآمده بشفقتی تمام به بلدهٔ نهاوند که تا آن زمان بتصرف رومیان
در نیامده بود رسیدم و در انجا بود مولانای فاضل مرحوم قاضی ابراهیم نهاوندی در انوقت متصدی شرعیات
آن بلده والحق از نیکان و جامع کمالات بود چندروزے دران بلده که مکانے خوش است اقامت نموده با مولانای
مذکور صحبت داشتم و از انجا با لکای بختیاری که معروف بلر بزرگ است درآمدم دران هنگام عالیشان محمد حسین خان
در میان ایشان حاکم بود بر بسیاری از ان ملک عبور کردم و امرا و اعیان آنقوم مودتی تمام داشتند اما
اقامت دران خود را خوش نیامده ملوم شدم و همت بران گماشتم که بعراق عرب درآمده بمشاهد مقدسه
آنجا التوطن نموده لبقیه عمر بگذرانم پس باز ببلده خرم آباد رفتم و آن شهر را از دهشت آسیب سپاه روم
خالی دیدم عازم شوشتر و ممالک خورستان شده بقصبه دزفول که از ملحقات شوشتر است رسیدم حاکم
آن دیار ابوالفتح خان از غلام زادگان صفویه که جوان هوشمند بود دران بلده اقامت داشت با من الفت
بسیار گرفت و از اعیان انجا بود سید فاضل میر عبد الباقی و جامع الکمال قاضی مجد الدین در فوج
که از آشنایان قدیم من بود و از انجا ببلده شوشتر رفتم جماعتے کثیره از سادات و اعیان آنجا الفت
گرفتند و چندے توقف کردم و از ایشان بود سید فاضل سید نور الدین بن سید نعمت الله جزائری
رحمه الله و با من مودتی موفوره داشت و هم از ایشان بود میرزا محمد تقی و میرزا عبد الباقی مرعشی پس
بشهر حویزه رفتم سید محمد خان بن فرح الله خان مشعشع دران مملکت والے بود مراسم مودت تقدیم
کرد و از افاضل آن بلده بود شیخ یعقوب حویزادی در فنون ادبیه و حدیث و فقه و مغازی و سیر
و انساب مهارت و حفظے قوی داشت پس ببصره شدم و عازم رفتن ببغداد بودم که سفینه روانه یمن
بود و جمعی بعزیمت حج سوار میشدند مرا هم آرزوی قدیم درهیجان آمد و تدارک زادے نموده بکشتی
درآمدم و از حادثه طوفان و مشقت که سفر دریا خالی از ان کمتر تواند بود مریض و ناتوان شدم و
عاجز و رنجور بعد از چهل روز بساحل بلاد یمن که بندر موخاست رسیدم و از کشتی برآمده دران
بلده مریض افتادم و چون هوا موافقت نداشت بدلالت بعض مردم از ان شهر بیرون رفته

بمعمورهٔ بعض که در ولایت یمن نزهت هوا و خرمی مشهور است رفتم در انجا صحبتے روداد و موسم حج خود در گذشته بود بتقریبے نا بلدهٔ صنعا که مرکز دولت و مقر صاحب یمن است رفتم و از مشائخ کرام شیخ حسن بن سعید ویسی یمنی امامی علیه الرحمه دران بلده اقامت داشت و شفقت خاص نسبت باین همیقدار مے فرمود بازمراجعت به موخا نموده با سفاین که روانه بصره بود معاودت کردم و دران سال نیز از سعادت حج محروم ماندم و دران وقت از بصره ببغداد رفتن بسبب موانع طرق مقدور نبود و بصره چون بر ساحل بحر هوائے ناموافق داشت مرا خوش نبود ناچار بحویزه و سوشتر باز گردیده حیرتے در آشوب جهان و سرگردانی خود داشتم و در هیچ گوشه قرار نمییافتم چنانکه از مضمون این رباعی من ظاهر است -

رباعی آنم که بملک نیستی سلطانم ؛ با سامانم اگرچه بیسامانم ؛ مانندهٔ آسیا درین ملک خراب ؛ سرگردانم که از چه سرگردانم ؛ و اهالی اکثر اماکن بسبب الفت چون خواهش بتوقف من داشتند دلالت بکتخدائی مینمودند و مرا نظر با حوال خود و اقتضای زمانه پر آشوب و فرط غیرت مرغوب نبود و در میانه ایشان ماندن بجهات نکروه و صعب مینمود و در حویزه و سوشتر و در قول جمعی از صابیه میباشند و الحال در همه آفاق سوای این سه بلده در مکانے دیگر نشانی از ایشان نیست چندانکه تفحص کردم عالمے در میان ایشان نمانده بود و عوام فرومایه بودند و صابئیه ملت صاب بن ادریس علیه السلام و صاب بروایت بعض اصحاب سیر پیغمبر بوده و طائفه دیر از حکما شمرده اند و صابیه گویند اول انبیا آدم علیه السلام و آخر ایشان صاب بوده و ایشانرا کتابیست مشتمل بر یکصد و بیست سوره و آنرا زبور اول خوانند و عقیدهٔ ایشان اینکه صانع عالم کواکب و افلاک بیافریده و تدبیر عالم با ایشان راگذاشت و پرستش ستارگان کنند و برائے هر کوکبے شکلے معین نموده هیاکل سازند و گویند صورت فلان و فلان کوکب است و در ضراعات و توسلات بهریک آداب و عبارات دارند و محققان ایشان گویند که سجده و پرستش کواکب و هیاکل نکنیم بلکه آن قبله ماست و جمیع این طائفه قائل اند بتاثیرات اجرام علویه و هیاکل سفلیه یعنی تماثیل و اصنام و در سالف زمان حکما و علماء عالیشان درین طبقه بوده که صاحبان علوم مکنونه بوده اند مجمله + از سوشتر باز بکرستان فیلے درآمدم و بیلد بشهر خرم آباد رسیدم و چنان مریض بودم که آوازه رسیدن احمد پاشا

سردار لشکر روم تا بان شهر شهرت گرفت اندک مایه مردمی که بودند راه فرار پیش گرفته بکوهستانهای صعب قیمتند
و تنها من با چهار خدمتگار در ان شهر بودیم که سردار با لشکر بحساب رومیه در رسیده فرود آمدند و من تنها
در شهر ماندن را صلاح ندیده بمیانه لشکر روم آمده اقامت کردم سردار چند کس از مردم آنجا را پس از
چندے بدست آورده بود عاطفت داد و اندک مایه مردمے جمع آمده از رومیه کسی را در انجا حاکم گذاشته
مراجعت کرد و من با همان لشکر مرافقت کرده بکرمانشاهان رسیدم و دران راه بمن از ناتوانی و رنجوری
و شدت سرما کلفتے سخت رسید و سردار مذکور را با من الفتے پدید آمده احترام میکرد و جماعتے از
ایشان با من آشنا و معاشر بودند و با ایشان بود عبید الله آفندی قاضی عسکر روم و بعلم و فضل
در مملکت روم شهرتے تمام داشت با من آشنا شده الفت بسیارے گرفت و اکثر سخنان علمیه بمیان
مے آمد و ویرا قطع نظر از ریاست و جاه و اعتبارے که داشت بغایت فرومایه و از علم بیگانه یافتم سرمایه
او منحصر بود بضبط چند مسئله متداوله از فقه حنفیه و بس مشهوران بعلم را در میانه آنقوم هر کرا دیدم
چنین یافتم آرے در میان ایشان بود عبد اللطیف چلپی بغدادی وے در علوم ادبیه و شعر عربی ماهر بود
بالجمله چندے در کرمانشاهان بسر بردم و رساله مفرح القلوب را در مجربات و فوائد طبیه و رساله
تجرد نفس را دران بلده نوشته ام و در انجا بود سید فاضل امیر صدر الدین محمد قمی اصفهانی که مدرس
بلدهٔ همدان و از ان بلیه نجات یافته بکرمانشاهان آمده بود و الحق از متبحرین علماست و با من الفتے
تمام داشت و الحال ساکن نجف اشرف شده هم در حیاتست و در انوقت رومیه بر کل قلمرو علی شکر و
لواحق و کردستان و لرستان و نواحی استیلا داشتند و همه را بکوشش و کشش بتصرف آورده بودند
و رعیت مطیع نمیشد و با رومیه کمے آمیختند و ویرانی تمام بان ملک رسیده بود قصبهٔ یزدجرد را
که متصرف شده حاکمے مستقل در انجا داشتند روزے اوباش و مردم بازار تمام شوریده بر رومیان
هجوم آوردند و چهار هزار کس از ایشان بکشتند و آخر پنجهزار تومان با حمد پاشاے سردار جرمیه
داده اطاعت کردند و از امراے قزلباش سبحان وردیخان بن ابو القاسم خان حاکم سابق همدان
که در انوقت منصبے و سپاهے نداشت مردم متفرقه فراهم آورده دران نواحی با رومیه مدتها در ستیز

[illegible]

بود سی صد مصاف افزون بار رومیان داده هر دفعه جمعی انبوه بکشت و چون سردار با لشکر بیکران روی بوی آوردی
خود را بکناری کشیدے والحق دران مدت با عدم مکنت داد مردمی و مردانگی داده و آن لشکر بے حد و گران را
مدام بے آرام داشت تا آنکه از کثرت کارزار و سختی تنگ و تاز بستوده آمده افسرده شد رومیان او را
با عهد و پیمان نزد خود آورده اول اعزاز کردند و آخر بکشتند و من از ابراهیم آقائی دفتر دار بغداد که
از عظمای آن لشکر بود شنیدم که مے گفت بیست و دو هزار کس از لشکر روم در محاربات سبحان وردی خان
بقتل رسیده اند والحق اگر مجال تفصیل احوالش و تدبیرات و صولت و همت و تهور او درین عجاله بودے
ناظران را موجب شگفت تمام گردیده در روزگار نامه داستان رستم و اسفندیار شدے مجملا درین
طوفان حادثات آن مملکت نه چنان پژمرده و ویران که توان بازنمود عبد الله پاشا نیز بر اکثر آذربایجان
مستولی شده دار السلطنت تبریز هم بحالت همدان شده بود تبریزیان نیز بعد از آنکه از ستیز و آویز
عاجز آمده رومیان بشهر ریختند شمشیرها آخته تا پنجروز در کوچه و بازار قتال کردند تا آنکه رومیان
از محاربه ایشان بتنگ آمده ندا در دادند که ترک جنگ کرده با اطفال و عیال و مال آنچه توانید
برداشته از شهر بیرون روید قریب پنجهزار کس از تمامی خلق بے شماران شهر که مانده بودند بدستی
شمشیر و بدستی دست عیال خود گرفته از میان سپاه روم بیرون رفتند و آنگونه تهور از عوام شهری
در روزگار کمتر واقع شده باشد بالجمله چندی در کرمانشاهان و چند در قصبه نوی و تسرکان و محال
دامن کوه الوند که بهشت روی زمین است موسوم و در انجا بود سید جلیل القدر امیر صدر الدین
محمد سرکانی و برادرش میر ابراهیم که هردو از مستعدان و با من مودتی تمام داشتند اصل ایشان
از سادات استرآباد و مدتے بود ساکن آن دیار شده صاحب اقطاع و سیورغالات بودند پس
روانه دار السلام بغداد شدم و بکربلائی معلی رفته از انجا بنجف اشرف توطن اختیار کردم و قریب
سه سال دران آستان مقدس کامروا بودم و بآرام و ضبط اوقات میگذشت همیشه تمنائے مصحفی بخط
خود داشتم دران ایام توفیق یافته نوشتم و دران روضه علیه گذاشتم و گاهے بتحقیق مطالب و تحریر
رسائل مے پرداختم و گاهے بمطالعه مشغول مے شد — در کتابخانه آنحضرت چندان از هر فن

تسخیر تبریز و محاربه رومیان و تبریزیان

۱۱۴۰ [illegible]

کتب اوائل و اواخر جمیع بود که تعداد آن نتوانم برشماری بگذشتم و گاهی با افاضل و اتقیا که مجاوران سدره
علیا بودند صحبت مے داشتم و از ایشان بود مولانای فاضل ملا ابوالحسن اصفهانی و مولانا نورالدهر گیلانی
و شیخ یونس و سید قاسم نجفی علیهم الرحمه که از مشاهیر مقدسین روزگار بودند و بهر نوع از فیوضات آن مکان
مقدس خوش میگذشت و اندیشه سفر و دوری ازان آستان در خاطرم نبود تا آنکه بعزم تجدید عهد
زیارت مشاهد منوره کاظمین و سرمن راے ببغداد آمدم و سعادت یاب گشتم اراده عود بنجف اشرف بود که
عزیمت سفر خراسان و رسیدن بمشهد طوس در دل افتاد و تقدیر کشان کشان بکرمان شاهان رسانید —
احمد پاشا بالشکر بیکران روم دران شهر بود و دران وقت سفر در مملکت ایران بسبب شورش و انقلاب
و عدم امنیت طرق و استیلاے سرکشان بغایت صعب و خطرناک بود اعتماد بحراست حق نموده بمملکت
کردستان در آمدم و از انجا بآذربایجان رسیده آن ممالک معموره تبریز را از استیلای رومیان
خالی و خراب دیدم **فرد** از خرابی میگذشتم منزلم آمد بیاد ÷ دست و پا گم کرده دیدم دلم آمد بیاد ÷
بالجمله بدار الارشاد اردبیل که آنهم در تصرف رومیان بود رفتم و از انجا بگیلان در آمدم در بلده
آستارا جمعی کثیر از سپاه اروس بودند و قلعه عمارت کرده یحیی خان طالش با نقوم ساخته بود و از طرف
ایشان حاکم بود چون سلسله خان مذکور را از قدیم ارتباط تمام بود مراسم مودت قدیمه تقدیم کرد و
بالتماس وے چند روز توقف کردم و آن مملکت را بسبب حادثه طاعون که هنوز شیوع داشت
و استیلای لشکر اروس عجیب ویران و بے سرانجام دیدم و از انهمه آشنایان سابق و معارف کسے نمانده
بود و چند کس از همراهان من نیز ازان مرض درگذشتند القصه طول آن مملکت را بصعوبت تمام
طے نموده بولایت مازندران در آمدم اکنون مجمل احوال پادشاه عالیجاه طهماسپ بجهت ارتباط کلام
نگاشته آمد در مملکت آذربایجان چند سال آنمقدار کوشش بالشکر روم نموده که قزلباش از
ستیز و آویز بستوه آمده بسیارے از سپاه در معارک ناچیز شدند و رومیان بران مملکت و ممالک
شروان و گرجستان مستولی شده عرصه بروے تنگ شد ناچار دست ازان حدود کوتاه کرده
بخیال آنکه شاید حدود عراق از افاغنه انتزاع شود با لشکرے که داشت ببلده

طهران روئی در آمده اشرف افغان اقتدار تمام یافته مستعد محاربه بود در نواحی طهران بالشکر
بادشاهی مصاف داده غالب آمد وسردار لشکر قزلباش که از دوستان من بود دران معرکه
گرفتار شد و آخر نجات یافت چون دیگر استعداد محاربه نبود بادشاه بمازندران رفت که فکرے اندیشید
افاغنه تا سرحد خراسان ممالک شدند — در مازندران چون وبا شیوع داشت لبسیارے از عساکر
بادشاہے بامرض درگذشتند وچنان کسے باقی نماند و بادشاه انآر زدگی رقم عزل بر ناصیۂ
جمعے از امرا و نزدیکان کشیده الیشانرا از نزد خود اخراج نمود وخود با معدود چند عزم خراسان
و تسخیر آن ولایت از ید متغلبه نموده فوجے از جماعت قاجار استرآباد برکاب پیوسته بآن مملکت
در آمد و مملکت خراسان دران وقت لبسه قسمت انقسام یافته بود قندهار و توابع در تصرف افاغنه
قلنزه و دار السلطنة هرات وملحقات در ید افاغنه ابدالی و باقی خراسان در تصرف ملک محمود خان حاکم
نیمروز بود وخود صاحب سکه وخطبه شده در مشهد طوس اقامت داشت ولشکرے جرار فراهم
آورده خود نیز از شجاعان بود ونسب وے لبسلاطین صفاریه مے پیوندد و توقع آن بود که شاید حقوق
چندین ساله چاکری ونمک پروردگی آن دودمان بزرگ را پاس داشته بقدم اعتذار پیش آید او خود
این توفیق نیافته بعزم رزم استقبال موکب شاهی کرده تا قلعه سفراین آمد چون بادشاه از دلیری او
آگاه شد بے توقف بعزم تلافی وگوشمالی وے سوار شده ایلغار کرد ملک محمود خان از جسارت خود
نادم گشته لبسرعت تمام مشهد مقدس بازگشته در استحکام قلعه وحصار کوشیدن گرفت و بادشاه
بر دروازۂ شهر نزول نموده بمحاصره پرداخت و ملک محمود خان هر روز از حصار بر آمده با توپخانه و
آراستگی تمام بالشکر بادشاهی کارزار میکرد و چند ماه بر این منوال بود مردم سائر بلاد و رعیت
خراسان چون نمک پروردۂ خاندان صفویه بودند شهرها بتصرف داده فوج فوج بلشکر بادشاهی
آمده نطاق خدمتگذاری و جانسپاری برمیان بستند وکار بر ملک محمود تنگ شده آن بلدۂ فاخره
مفتوح شد و ملک محمود محبوس گردیده در حبس لبسعی یکے از امرا بے اطلاع بادشاه هلاک شد بادشاه
در مشهد مقدس بود که من از مازندران حرکت کرده باسترآباد آمدم وسید ستوده خصال سید مفید استرآبادی

محاربه بادشاهی و اشرف افغان و شکست یافتن —
نهضت بادشاه بمازندران

نهضت بادشاه از مازندران بخراسان و تسخیر آن

استقبال نمودن ملک محمود خان موکب شاهی بعزم رزم
محصور شدن ملک محمود —

فتح مشهد مقدس
نهضت راقم از مازندران باسترآباد —

ورود بمشهد

که از نیکان روزگار بود دران شهر بدیدم و از انجا بمشهد مقدس رسیده بزیارت روضهٔ رضویه علیه السلام مشرف
شدم و اوقات گزیدم پادشاه از قدردانی و مهربانی که شعار آن سلسله علیه بود بمنزل آمد و مودت بسیار
کرد و دران مدت اورا با فاغنه ابدالی و سبزکستان نواحی آن ملک محاربات اتفاق افتاده ظفر یافت و در ایام
محاصرهٔ مشهد مقدس که فوج فوج سپاهی و رعیت اطراف خراسان باردوی بادشاهی می آمدند نذر قلی بیگ
افشار ابیوردی نیز ازانجمله بود بار دو آمده رفته رفته مورد الطاف شده بمساعدت طالع منصب جلیل القدر
قورچی باشی گری یافت و بطهماسب قلیخان ملقب گشت و با امرا و ارباب مناصب صفائی نداشت
والشیان را خار راه خود میدانست در شکست کار آنها کوشیدن گرفت و پادشاه را در اوائل التفات
تمام با او بود تا آنکه زمام مهام ملکی برای وی در دست وی درآمده استقلال یافت و من دران بلدهٔ مبارک
باوجود کثرت آشنایان کمتر معاشرت با خلق داشتم و بکار خود مشغول بودم بسیاری از کتاب رموز
کشفیه را با چند رساله دیگر در انجا تحریر نموده ام و گاهی با اعیان و مستعدان صحبت میداشتم
و اشعاریکه دران مدت گفته شده بود جمع آوردم و این چهارم دیوان خاکسار است و دران بلده
بود سید عارف میر محمد تقی رضوی خراسانی از اتقیا و اعلام زمانه بود و از مشاهیر فضلا دران بلده
مجتهد مغفور مولانا محمد رفیع گیلانی بود و هم دران بلده بود فاضل جامع محقق مولانا محمد شفیع گیلانی
که از اذکیای علمائی و در اواسط حکمت نادرهٔ زمان بود و همه با من انس و الفت تمام داشتند و الحال
بعالم بقا پیوسته هیچیک از ایشان در قید حیات نیست و دران اوان هر ابطرز بوستان سعدی دران
نوع سخن گستری رغبت افتاده شروع در گفتن نموده آن مثنوی را خرابات نام نهادم و بسیاری از
مطالب عالیه و سخنان دلپذیر دران کتاب بسلک نظم درآمد افتتاح آن نسبت **اشعار** ثنا مرا است
پیر خرابات را ٭ که شست از دلم لوث طامات را ٭ عطا کرد ز اندیشه فارغ دلے ٭ چو میخانه بخشید سرمنزلی
و یکهزار و دو صد بیت گفته شده بود با صورت انجام نیافت چند بیتے که در خاطر بود ثبت افتاد —
مثنوی الا ای جهاندار فرخنده خوئے ٭ دمے گوش بگشا بفرخنده گوئے ٭ نخستین نکوگیر راه
سلوک ٭ که خلقے گراید بدین ملوک ٭ جهاندار باید پسندیده کیش ٭ غم پیروان خور بدنبال خویش ٭

فلا دوز راہی نیندیش حال ٭ مبادا کہ باشی دلیل ضلال ٭ وگر خود ندانی ز دانندہ پرس ٭ ز روشندلان
شناسندہ سر پرس ٭ خرد پیر دوران راخریدار باش ٭ تن تیرۂ سفلہ کو خار باش ٭ بپیر دردل وعقل مشکل کشائے
بدانش پژوہان باہوش ورائے ٭ بتدبیر سنجیدگان کار کن ٭ ز مغز خرد سر گرانبار کن ٭ سبکتر نباید بکار
اے پسر ٭ کہ طبل تہی بہ ز بے مغز سر ٭ بپرورش روانی بر آوردے ٭ کہ بگیرد دانا بہ از عالمے ٭ نظر کن در احوال
دانشوران ٭ کہ بے خار نبود گل و زعفران ٭ بہر فرقہ در دیر بتخانۂ ٭ بود در میان پائے بیگانۂ ٭ بہر خم کہ
بینی بود دُرد و صاف ٭ فراخست پہنائے میدان لاف ٭ چو دعوی گرانسر شماری تہی ٭ کند از تو داہندہ
پہلو تہی ٭ بجائے کہ باشد رواج خزف ٭ چرا گوہر آید برون از صدف ٭ بدعوی ملیسر شدی گر ہنر ٭ فلاطون
شدے لافی خیرہ سر ٭ فرومایہ گر بیہُدہ دو حرف ٭ نگردد ہم آورد دریائے ژرف ٭ نہان تیغ مصری
وچوبین کند ٭ عیان ست پیش نظر ہائے تند ٭ فریبندہ دنیاست سنگ محک ٭ چو خواہی بماند لپس پردہ
شک ٭ بگیر اے نکو کار عبرت سگال ٭ غبار حریفان بجوی خصال ٭ لصبوت ہمہ آدمی پیکرند ٭ لبیرت
لبسے کم زگاو خرند ٭ ترش روز بہد سخن کو مکن ٭ نکو خواہ را تلخ باشد سخن ٭ بردگوئے مہران
فروزندہ بخت ٭ کہ با دوست نرم است وباخصم سخت ٭ رگ وریشۂ قسوت از دل بکن ٭ کہ سنگ
درشتست نشتر شکن ٭ بگیرد بتو پند حکمت پژوہ ٭ چو باران رحمت بہ بنیاد کوہ ٭ بہ پیش دم ناصحان
خاک باش ٭ پذیرائے حق از دل پاک باش ٭ براحت چہ خسپی ابا تاج وترک ٭ بکردت فقیران پے ساز
وبرگ ٭ بموئینہ پنہان چو در نافہ مشک ٭ شکم بیطعام وگلوگاہ خشک ٭ مجو راحت از برگ وساز طرب ٭
تن آسانی خلق یزدان طلب ٭ بہ تندی چو ظالم بخجم کمند ٭ بیاید دل از ملک واقبال کند ٭ چہ رونق
بماند دران مرز بوم ٭ کہ باز وکشاید بنہ کار شوم ٭ مکن پرورش سفلہ را زینہار ٭ درختے کہ خار ست
بارش مکار ٭ بدیوان شاہنشہ بیہمال ٭ ز بیداد ظالم شود لیدہ حال ٭ بنالد کہ سلطان سر امید ما ٭
تو چون داد ندہی خدا امید ما ٭ ہلاک تو ہر جا کہ بیداد رفت ٭ بود از تو چون از میان داد رفت ٭ دلی
عاجزان بر نتابد خراش ٭ ز آہ ضعیفان حذر ناک باش ٭ مترس از غریو نہ راسان جنگ ٭ حذر کن
ز افغان دلہائے تنگ ٭ مشو مسخرۂ دشمن دوست روئے ٭ کہ بجنیست کندان نکو بیہدہ خوئے ٭ شبانے کہ

نازد بچنگال گرگ ؛ زبونست سودش زبالش سترگ ؛ نه هیچی به لذات نفس دژم ؛ چه لذت فرو ترز عدل و کرم ؛

سه مسکه و مخمور ۱۲ بران ۱۲

رود مرد و ماند بجا نام نیک ؛ خنک آنکه جوید سر انجام نیک ؛ **ایضاً** یکے بار دل در گل افتادهٔ ؛ سخن

راند در خبث آزادهٔ ؛ سخن چین حدیثش بآزاده گفت ؛ نکوتا چه سان گوهر راز سفت ؛ مرا هست در پیش

راهے شگرف ؛ بصد حیرتم غرق دریاست ژرف ؛ بساحل اگر بخت شد رهنمون ؛ وزین لجه رخت من آید

برون ؛ ندارم ز بد گفتنش هیچ باک ؛ کجا گرد آلوده کے جان پاک ؛ دگر بر نیاید سبویم درست ؛ شود رشتها

پنبه و کار سست ؛ از انم نکوتر نگوید کسے ؛ سزاوار ناخوشترم زان بسے ؛ حزین سیرت رهروان یادگیر ؛ سرا

حدیث جهان یادگیر ؛ ترا با خود افتاده امروز کار ؛ به نیک و بدکس مپیر روزگار ؛ حریفان دغل باز و ره

پیچ پیچ ؛ مبادا که فرصت ببازی بهیچ **ایضاً** شبی سر برآوردم از جیب خویش ؛ چو آہے که خیزد ز دلهای

ریش ؛ طمع جلوه گر شد مرا در نظر ؛ ز هر زشت روپیکرے زشت تر ؛ بدو گفتم اے راندهٔ بحر دان ؛

بدر کیستت بازگو در جهان ؛ بگفتا که شک در قضا و قدر ؛ نظر بستن از خالق نفع و ضر ؛ بگفتم که

از پیشه خود بگو ؛ چه باقی درین کارگاه ذو رو ؛ چه صنعت گری دارد از جزو کل ؛ بگفتا زبونی و خواری

و ذل ؛ بدو گفتم از حاصل خود خبر ؛ بگو شمهٔ باز ای خیره سر ؛ مآلت کدام است و غایت کدام ؛ بگفتا

که حرمان بود و السلام **ایضاً** شنیدم که عیسی علیه السلام ؛ خرے داشتے کاہل و سست کام ؛

بروزے نکردے دو فرسنگ طے ؛ خر از مردمی کے شود تند پے ؛ قضارا نبودش شبے میل آب ؛

دل عیسوی از غم او بتاب ؛ بآن شغل طاعات و طول نماز ؛ دوام نیاز و مناجات و راز ؛ درا نشب

نیارست آسوده بود ؛ شنیدم دو صد نوبت آبش نمود ؛ حواری تعجب کنان از شگفت ؛ فضولانه

پرسید و پاسخ گرفت ؛ که گر تشنه باشد خر بے زبان ؛ چه سازد گر آورد ترجمان ؛ شود آتش جوری

انگیخته ؛ بخاک آبرو کرده دم ریخته ؛ مروت نباشد که روز دراز ؛ کشد بار ماند بشب تشنه باز ؛ نشاید

شدن غافل از کار او ؛ حوالت بما رفته تیمار او ؛ حزین از رو شهای نیک اختران ؛ جوانمردی

آموز و دل نه بران ؛ چه سرگشتهٔ راه مردان ببین ؛ درین ره بپے ره نوردان ببین ؛ ز جام مروت شرابی

بزن ؛ دل خفته را مشت آبے بزن ؛ ذوق سخن گستری خامهٔ سیاه مست را از وادی که در پیش

داشت عنان برتافت گریزندگان نکته نگیرند بالجمله چون اشرف افغان اقتدار و احتشام تمام یافته بود و از
جانب پادشاه عالی جاه اندیشه ناک بود از بیم آنکه مبادا در خراسان تمکن و استقلال یافته بدفع او پردازد
پیشتر از آنکه متعرض او شوند اشرف مذکور با شوکت و لشکرے موفور روی بخراسان آورد پادشاه و طهماسپ قلیخان
نامدار بتعجیل با سپاہے کہ مقدور بود از مشهد بعزم رزم او حرکت کردند و این قضیه در شهر صفر اثنی
واربعین ومائة بعد الالف بود و افاغنه درین سال مستاصل شد و پادشاه در رفاقت من ساعی شد
و چھے از کرم مفرمانزا نزد من فرستاده کوشش کردند ناچار من نیز در منزل اول رفاقت کرده سفر
در میان آن لشکر بر من دشوار نمود دران منزل پادشاه را بسخنان معذرت آمیز تسلی نموده از عقب
آن لشکر بخاطر جمع خود روانه شدم و در میانه همیشه مسافت اندک بود چون پادشاه ببلد بسطام رسید
توجه از افاغنه بر سر توپخانه بعزم دست برآمدند پاسبانان آگاه شده ایشان را برآمدند القصه
بعد دو روز دیگر بر سر آب مشهور بمهمان دوست تلافی دو لشکر دست داد و سپاه قزلباش با آنکه بقدر
نصف لشکر افاغنه نبود در زیر اعلام پادشاهی صف آراگشته پاے ثبات و مردانگی افشردند و افاغنه
نیز دلیرانه معرکه گیر و سوار گرم ساخته جنگ سلطانی در پیوست تفنگچیان پیادهٔ رکاب پادشاهی
و توپچیان خاصه دران روز داد مهارت و مردانگی داده پیش قدمان و دلیران لشکر افاغنه را چندین
دفعه از میدان برداشتند و گلوله بر مثال تگرگ بر صف سپاه ایشان ریختند و یکه سواران قزلباش
از چپ و راست بر ایشان آورده بهر کس رسیدند بخاک افگندند و تا ظهر هنگامه کارزار گرم بود القصه
از صدمات لشکر سپاهی افاغنه را پائی تمکین از جای رفت و چندانکه تلاش کردند بجائے نرسید
صفوف ایشان بهم برآمده شکست دران لشکر انبوه افتاد و اشرف مذکور و سرداران ایشان روے
از معرکه تافته بهزیمت رفتند و در راه هر چند خواستند که مرتبه دیگر مستعد کارزار شوند صورت
نه بست بتعجیل تمام راه اصفهان پیش گرفتند و پادشاه بدامغان نزول نموده من بباغی که
متصل بآن میدان بود اندک آرام گرفتم چون تمام سپاه قزلباش بگذشت سوار شده بر جوانب آن
معرکه برآمدم و نظاره مقتولان بدیده عبرت کردم چه تا آنروز افاغنه جنگ قزلباش ودست و بازوے

مردان کار ندیده بودند دران معرکه از قزلباش زیاده بر ده کس که اندک زخمی داشتند کسی ضایع
نشد بعد از فتح و ظفر طهماسپ قلیخان صلاح در معاودت بمشهد مقدس دید که تدارک شایسته نموده سال
دیگر بدفع افاغنه بردازد پادشاه راضی شده عازم اصفهان گشتند در هر شهر هر کس از لشکر و حکام
افاغنه بود راه فرار باصفهان پیش گرفته اهالی آن شهرها بهزاران نیاز استقبال موکب شاهی کرده
غلغلهٔ نشاط و شکرگذاری بکیوان رسانیدند و از هر طرف فوجی به لشکر ظفر اثر می پیوست و مرا از بلدهٔ
سبزوار عارضهٔ تب سانح شده بود در دامغان شدت گرفت ده روز اقامت کردم بیماری زیاده
شد و زمستان رسیده بود از راه الکای نهار جریب ببلده ساری مازندران رفتم و دران راه از
شدت بیماری مشقتی صعب کشیدم و دران بلده نیز تا دو ماه بر بستر افتاده امید حیات نبود حق تعالی
شفا بخشید جمعی از طلبه و مستعدان که دران بلده مجتمع بودند خواهش مذاکره نموده کتاب اصول کافی و من لا
یحضره الفقیه و الهیات شفا و شرح تجرید خواندن گرفتند و این آخر مباحثات فقیر بود از آن زمان باز
تارک شده ام و ایام بهار را در مازندران بهشت نشان بخوشی گذرانیده از آن دیار
بطهران آمدم و دران ظرف مدت اصفهان مفتوح و افاغنه مستاصل شده بودند و مجمل آن قصه اینکه
چون اشرف باصفهان رفت از خوف و هراس مردم اصفهان از شهر اخراج نموده بدهات متفرق ساخت
و از اطراف سپاه خود را جمع نموده بتدارک توپخانه پرداخت و چون با رومیان صلح نموده بود از ایشان
جمعی توپچیان ماهر طلبید احمد پاشا رومی فوجی توپچیان بمعاونت او فرستاد چون پادشاه بنواحی
اصفهان رسید افاغنه با لشکر آراسته و توپخانهٔ عظیم استقبال نموده صف قتال آراستند لشکر
قزلباش و تفنگچیان رکاب شاهی اول بر سر توپخانه ایشان هجوم آورده رومیان را بکشتند و
توپخانه بگرفتند و پس از کوشش و کشش بسیار باز شکست در افاغنه افتاد و مقدار چهار هزار
سر ایشان گرفته از آن سرها مناره عالی برافراشتند و اشرف افاغنه شکسته و بدحال باصفهان
در آمده آنچه داشتند و توانستند از اخذ این و اموال بربسته بیکی در مملکت فارس که در تصرف ایشان
بود باضطراب روانه شدند اجامرهٔ ایشان که فرصتی داشتند دست بغارت بازارها که خالی بود

بله اجامره بلغت ماوراءالنهر یعنی مردم بازاری و کم اصل و اجلاف و گدا ۱۲

انداخته در هم شکستند و در هر کرا شهر و خارج شهر چه یده یافتند بقتل آوردند و از مقتولین بود مولانای
عارف آقا مهدی خلف مجتهد میرزا آقا هادی مازندرانی علیه الرحمة که از نیکان و اصدقای من بود بالجمله بعد از
چند روز پادشاه و لشکر قزلباش بشهر در آمدند مردم شهر از نواحی بشهر آمده هر کس بتعمیر حال خود پرداخت و
پادشاه بمنازل عالیه خود قرار گرفت طهماسپ قلیخان ارادهٔ معاودت بخراسان کرد لهذا سرانجام و انجاح
مطالبی که داشت بتعاقب افاغنه مامور شد و در آنوقت راه شیراز که سردسیر سخت است پر برف و عبور دشوار
بود خان معظم که در لشکرکشی و سپهبدی یگانه روزگار است لشکر بشیراز کشیده اشرف و افاغنه که بشیراز
در آمده بودند باز لشکرها فراهم آورده اجامرهٔ الوسات آنحدود را صلای زر و انعام در داده جماعتی
باکراه و طمع مال با ایشان پیوسته مستعد محاربه بودند چون لشکر قزلباش به پنج فرسنگی شیراز رسید افاغنه با
بار دیگر حملهٔ بتمام روی با ایشان آوردند و کوششها سخت کرده تا چهار روز هنگامه کارزار بود الحق
سپاه قزلباش در انصاف نیز داد مردمی و دلاوری داده جمعی کثیر از افاغنه مقتول شدند و بقیة السیف
بهزیمت رفتند و در آن موقع خانهای شیراز افاغنه سوخته و اموال مردم را بغارت برده بودند و جماعتی
از رؤسای افاغنه زنده دستگیر شده بسیاست رسیدند و از آنجمله بود میانجی پیر و مرشد محمود ملا زعفران
و امثال ذلک از آن جانوران بالجمله بعد از فتح و ظفر خان معظم بشیراز در آمده بتسکین مردم و تنسیق آن
ملک پرداخت اشرف و بقیة السیف که هنوز بیست و دو هزار کس افزون بودند هراسان بحال تباه راه خطهٔ
لار پیش گرفتند و از بیم تعاقب لشکر قزلباش لحظهٔ از ایوار و شبگیر نمی آسودند اکثر اسپان ایشان
در راه مانده تلف شد و در هر مرحله جماعتی از پیران و اطفال و بیماران خود را که از رفتن عاجز میشدند
خود کشته می انداختند چنانکه از شیراز تا بلده لار که پانزده روزه راست کشتگان ایشان ریخته
بود چون آوازهٔ فرار ایشان منتشر شده بود رعایای جمیع دهات و نواحی اگر همه ده خانه بود دست
بتفنگ و تبر برده بروی لشکری بآن عظمت ایستاده میراندند و از بیم مجال آن نداشتند که درنگ
نموده باکسی درآویزند و در آن راه قرص نان بدست ایشان نیفتاد و بگوشت اسپان و الاغان
معاش میکردند و خلقی با وجود زر و جواهر بگرسنگی مردند القصه بلار رسیده چون قلعه آن شهر جای نسبت

اشرف مذکور را بخاطر رسید که تا بجا خودداری نماید و از رومیان معاونت طلبد برادر خود را با فوجی و نفائس
بسیار روانه ساخت که از راه دریا بجو رفته از رومیان درخواست امداد کند چون روانه شد رعایای
نواحی بر سر او ریخته بکشتند و اموال ببردند افغانی کوتوال قلعه لار بود روزی از قلعه بسلام اشرف
بزیر آمد و بست و پنج کس از اعیان لار را در قلعه محبوس داشت محبوسان از رفتن او آگاه شده از مکان
خود بر آمدند و چهل کس افاغنه را که در قلعه بودند بشمشیر ایشان کشته قلعه را در بر بستند و چند قبضه تفنگ
در منزل کوتوال و افاغنه یافته بحراست چنان قلعه پرداخته از بروج آن فریاد دعای دولت شاهی
بر کشیدند و چون تسخیر آن قلعه هرچند چهار بست و پنج تن باشد میسر نیست اشرف چنانکه بتهدید و
نوید خواست که ایشان را رام سازد در نگرفت و نه روز در لار اقامت نموده هر شب فوجی از لشکریانش
سر خود گرفته بامید رسیدن بمامنی بیرون میرفتند و رعایای اطراف بر ایشان سر راه گرفته خود را از
قتل و اخذ اموال معاف نمیداشتند اشرف چون پراگندگی خود بدید و هراس بیقیاس بروی استیلا یافته
بود راه فرار بقندهار گرفت و در آن گرمسیر هر روز فوج فوج از لشکر او جدا شده راه سواحل دریا
میگرفتند و رعایا را با ایشان همان معامله بود و جمعی که بدریا و کشتی رسیدند بسیاری از سفاین بتقدیر
ایزدی غرق شده خلقی انبوه بدریا رفتند و معدودی از ایشان بسواحل نخساو عمان و نواحی سند
افتادند شیخ بن خالد که صاحب النخساست ایشان را گرفته امر بقتل نمود پس از عجز و لابه از خون ایشان
درگذشته لباس و یراق ایشان بستد و عریان به پایان بسر داد و پس از چندی که من بسواحل عمان رسیدم
پسر یک برادر اشرف را که قریب بیست سال عمر داشت و خداداد خان حاکم لار را که از امرای بزرگ ایشان
بود در شهر مسقط بدیدم هر دو مشکی بر دوش گرفته آب بجا بها می بردند ایشان را طلبیده سخنان پرسیدم
و سرور خان نامی نیز از امرای ایشان در آنجا بود گفتند بمزدوری کارگل میکند او را هم نزد من آوردند
و احوال پرسیدم القصه چون اشرف از لار بسمت حدود بلوچستان راه قندهار پیش گرفت در هر گروه رعایا
و مردم اطراف خود را بر آورده و جمعی مقتول نموده اموال می بردند تا آنکه مال و سپاه او بانجام رسید
و خود چنان بسرعت میراند پسر عبد الله برهی بلوچ و برادران حدود با دو سه کس یافته بقتلش مبادرت نمود

وسرش را با قطعه الماس گرانبها که بر بازوی او یافته بودند نزد شاه طهماسپ فرستاد پادشاه عالیجاه آن الماس را
بفرستاده او باز دادند و خلعت برای او عطا شد پس سنوح این حالات طهماسپ قلیخان از فارس حرکت
نموده از راه عربستان و لرستان بقلمرو علیشکر درآمده با پاشای همدان و لشکریان روم مصاف داده ظفر
یافت و خلقی انبوه از ایشان کشته حدود عراق را مسخر و مصفا ساخت و بقیة السیف رومیان ببغداد گریختند
و دران وقت بر امور کلی و جزوی بتمام ممالک محروسه مسلط شده پادشاه او را جیقه و مهر خود داده بود و از
زیاده روی و استیلاء و ملالت و افسردگی داشت مجملاً من از طهران باصفهان آمدم و آن شهر معظم را با وجود
بودن پادشاه بغایت خراب دیدم و از انهمه مردم و دوستان کمتر کسی باقی مانده بود دران وقت مولانای
فاضل ملا محمد شفیع گیلانی که پیش مذکور شد + باصفهان آمده شیخ الاسلام بود و هم انجا رحلت کرد و دران
شهر بود فاضل نحریر شیخ عبد الله گیلانی که بغایت ستوده خصال و از دوستان من بود و چندین قبل ازین درگذشت
و دران شهر انزوا داشت مولانای فاضل مولا محمد جعفر سبزواری که از اتقیای معارف و مرتاضان بود با من
الفت دیرینه داشت دران وقت یکنوبت شبی بمنزل من آمد و از صحبتش بهره ور گردیدم بالجمله شش ماه در اصفهان
اقامت نموده پادشاه را سخنان سودمند گفتم و بچیزی چند که در ظاهر باعث بقای ملک و دولت بود بارها
دلالت کردم اما بقضا سر موافق نیفتاد طهماسپ قلیخان باذربایجان رفت و دار السلطنت تبریز را مستخلص
کرده با رومیان مصافهای سخت داده ایشان را در هم شکست و از مملکت آذربایجان انچه این طرف آب ارس
بود بتصرف درآورده بهرجا حکام گماشت و آن طرف شط مذکور را مزاحم نشده بامرائی روم که دران سرحد
بودند سخن مصالحه درمیان آورد و چون درین اوقات در خراسان بسبب شورش جماعت ترکمانان و افاغنه
ابدالی هرات که عرصه خالی یافته بودند آشوب بود عنان توجه بصوب خراسان معطوف داشت و ترکمانان را
گوشمال بلیغ داده بر سر قلعه هرات رفته افاغنه را محصور ساخت و چون در قصبه درگزین توابع همدان جمعی
که در روزگار افاغنه با ایشان یار شده فتنه ها کرده بودند فراهم آمده هنوز داعیه خودسری داشته قلعه
استوار نموده بودند پادشاه بعزم دفع فتنه ایشان و استخلاص بقیه آذربایجان از اصفهان در حرکت
آمده مبالغه در همراه بودن من داشت دران وقت مرا حالت و سامان آن سفر نمانده بود پهلوتهی نموده

...خراسان. محاصره دار السلطنه هرات

از اصفهان بصوب شیراز روانه شدم که چندی دران شهر بسر برم تا چه پیش آمد چون بشیراز رسیدم آن شهر را
بغایت خراب و آشفته دیدم واز انهمه اعاظم دوستان من کسی بر جا نبود جماعتے از اولاد و منسوبان آنها را
پریشان حال و بے سرانجام یافتم وازانیشان بود میرزا هادی خلف مرحوم مولانا شاه محمد شیرازی که خالی از جذبۂ
نبود ترک معاشرت با خلق نموده در تکایا و مزارات آنشهر بسر مے برد و بغایت از عالم گذشته و شوریده
حال بود چون سابقۂ موروثی داشت نزد من آمد و از غرائب اینکه او باآن حالت که داشت ذوقے عجب بمعما
بود اگرچه خود نمیگفت اما لصحبت آن بغایت شائق و در حال آن ماهر و چنان سریع الانتقال بود که هیچیک
از مهرۂ آن فن را مثل آن ندیده ام و مرا هرگز بمعما رغبت نبود آنرا بے حاصل و صرف فکر دران افسوس مے آمد
اما چون سلیقه بهر چیز مساعد و طبع بهر چه پردازد آنرا ملکه مے سازد این شیوه را نیز طبیعت چنانکه باید مالک و
در معاشرت استادان این فن معمیات لطیفه بسیار گفته ام یکدو روز در صحبت میرزا هادی مذکور نیز بتدبیر
معمائے بسیارے انشا شده و چندیکه حالت تحریر بقلم آمد ثبت افتاد **باسم مالک** اے زاهد خشک بخت
برگردیده ❊ دم سرد بتو بساط برچیده ❊ شد فصل خزان چو آمدی سوئے چمن ❊ گل گشت شکسته برگ بر بادیدہ ❊
باسم نصیر از بسکه بجان از غم رنگیر تو آمد ❊ پیکان تو بیخود بسر تیر تو آمد ❊ **باسم خاندان** خواب
راحت کو نه بیند دیدۂ صاحبدلان ❊ بخت بیداری بما مے ماند آخر از جهان ❊ **باسم جمال** پارینه ره
جور بر آمال کشادی ❊ بیموجب و بیحد شده امسال کشادی ❊ **باسم ترسا** اشک در دیدۂ سوداز ده کے جادارد
تا که رو جانب غار و خس صحرا دارد ❊ **باسم امان** پیراهن آئینه بلیاب قبا شد ❊ بر سینۂ من تیر تو تا
عکس نما شد ❊ **باسم قبا** مهر برلب چون زنم با تیره روزی در جهان ❊ بے نسب چل تو دل لائق آه است و فغان ❊
باسم تقی مجاز و باطل از پس در زمانه ❊ حقیقت گشت حق رفت از میانه ❊ مجملاً غارت زدگان شیراز نزد
من مجتمع شده شرح احوال خویش مینمودند مرا دل از جای رفت و بآن حال در میان ایشان ماندن دشوار
نمود از انجا بصوب گرمسیرات فارس روان شدم و ببلده لار در آمدم و زمستان اقامت نموده دران
حدود بهم استقامتے نبود مملکت خراب وضوابط و قوانین ملکی دران چندساله ایام فترت از هم رنجیته
و پادشاه صاحب اقتدار با تدبیر و رائے بایست که تا مدتے باحوال هر قصبه و قریه پردازد و بصعوبت تمام

۱۱ صفحه ۱۲۳۰

ملک را باصلاح آورد و این خود دران مدت قلیله نشده بود و از مقتضیات فلکیه درین ازمنه رئیسی که صلاحیت ریاست داشته باشد در همه روی زمین در میان نیست و در حال هر یک از سلاطین و رؤسا و فرمان دهان آفاق چند انکه اندیشه رفت ایشان را از همه رعیت با از اکثر ایشان فرومایه تر و ناهنجار تر یافتم مگر بعض فرمان دهان ممالک فرنگ که ایشان در قوانین و طرق معاش و ضبط اوضاع خویش استوارند و ازان بسبب مباینت تامه بحال خلق سائر اقالیم و اصقاع فائده چنان نیست بالجمله از لار عنان عزیمت بصوب بندر عباسی معطوف داشته بآن بلده رسیدم و مدتی بیماری صعب عارض بود چون تخفیفی حاصل شد باز عزم سفر حجاز کردم و جماعت فرنگ را که دران بندر می باشند با من اخلاصی تمام بود چون سفائن و جهازات ایشان بغایت وسیع و مکانهای شائسته دارد و در دریا نیز بلد تر و از هر قوم ماهر تر اند جهاز ایشان اختیار کردم اکنون خامهٔ سخن طراز بقیهٔ احوال پادشاه را بتقریب ارتباط کلامی متکفل بود پادشاه از اصفهان حرکت نموده با جماعت طاغیه درگزین محاربات کرده قلعه ایشان را منهدم و بقیة السیف را منقاد ساخته روی بآذربائیجان نهاد و از آب ارس گذشته جماعت رومیه نیز مستعد کارزار شدند و در نواحی بلدهٔ ایروان تلاقی فریقین روی داده پادشاه بظفر اختصاص یافت و از حاضران معرکه شنیدم که نه هزار کس رومیان بقتل رسید و غنیمت فراوان بدست قزلباش افتاد و الحق فتح نمایانی بود و رومیان که در قلعهٔ ایروان بودند متحصن شده پادشاه بمحاصره پرداخت و اضطراب در ممالک روم افتاده اولیای دولت عثمانیه تدبیری اندیشیده احمد پاشای بغداد را بالشکر موفور بصوب عراق فرستادند تا باین وسیله پادشاه و قزلباش ترک محاصرهٔ ایروان گیرند و چنان شد چون خبر وصول لشکر روم بعراق که دران وقت از حاکم صاحب شوکت خالی بود به پادشاه رسید دست از محاصرهٔ ایروان کوتاه نموده در نواحی همدان تلاقی فریقین روی داده قریب بهم فرود آمدند احمد پاشای مذکور بحیله سازی و مکر پیغام صلح و التماس ترک جدال و خصومت در میان آورد تا فی الجمله لشکر قزلباش از استعداد محاربه و دوران زودی غافل شدند و چنان سخنان مصالحه در میان بود اما چون آن دو لشکر کینه جو بغایت نزدیک و دست و گریبان فرود آمده بودند از هر دو جانب هنگامه طلبان معدودی بمیدان در آمده باهم کارزار کردند و جماعت

رسیدن به بندر عباسی و آهنگ سفر حجاز ؛ محاربات پادشاه با جماعت درگزین و عساکر روم در آذربائیجان و ظفر یافتن بر ایشان ؛ محصور ساختن قلعهٔ ایروان ؛ جنگ پادشاه با احمد پاشا و شکست قزلباش

و از هر دو سو ارگشته ناگهان جنگ بزرگ در پیوست و در میان حصار خرابه که متصل بصفوف قزلباش بود در آمده استوار شدند و بنیاد تفنگ انداختن کردند صفوف قزلباش متلاشی و بعد از ساعتی پراگنده شده راه فرار کشادند پادشاه هر چند پائے داری نمود سود نکرد و چند کس از امرا العنانش آویخته او را از معرکه بر آوردند و رومیان نیز قدم فراتر نگذاشته ببغداد واگشتند و این قدر غلبه را غنیمت شمرده کسان زبان دان بالتماس صلح و تمهید مصالحه نزد پادشاه فرستادند و معذرتها گذارش کردند پادشاه نیز رضا داده در میانه مصالحه واقع شده و پادشاه باصفهان بازگشت و همان روز که من از بندر عباسی اراده سواری بجهاز و روانه شدن بعزم حجاز داشتم مراسله پادشاهی و جمعے از آشنایان ارد و رسیده این حقائق معلوم گردید و من بکشتی در آمده به بندر صورت آمدم قریب بدو ماه اقامت کرده از انجا روانه مقصد گردیدم و فرنگیان دران سفر نهایت بندگی و نیکو خدمتی مرعی داشت تا به بندر جده رسیدم و ادراک این سعادت رحمتهائے بے پایان سفر دریا را فراموش ساخت پس از انجا بادراک حج بیت الله الحرام و مناسک پرداخته بتوفیق رب العزت این آرزوے دیرین بحصول پیوست و در مکه معظمه بسبب اشارتے که در رویا ر رد داد رساله امامت را تحریر نمودم و اراده توقف دران مکان مقدس بود بجہتے چند میسر نیامد و در شهر محرم خمس و اربعین و مائة بعد الالف با قافله حاج بحسا ملحق شده آن بیابان را در شدت تابستان طے نموده بآن بلده آمدم و از ان حدود بکشتی نشسته بجزیره بحرین و از انجا به بندر عباسی رسیدم از انجا معلوم شد که اوضاع ایران باز درهم شده سانحه تغیر پادشاه در اوائل سال مذکور روئے نموده مجمل آن اینکه طهماسپ قلیخان در محاصره هرات بود که پادشاه را جنگ همدان و مصالحه با رومیان اتفاق افتاد خان معظم این قصه را حمل بر نقص تدبیر نموده صلح مذکور را انکار کرد و پس از محاصره و مجادله هشت ماه آن شهر را مفتوح و افاغنه ابدالی را قهر و قتل کرده بقیة السیف را در سلک سپاه ملازم ساخته بمشهد مقدس بازگشت و چند کس از مقربان و معتمدان پادشاه را طلب داشته مطمئن خاطر ساخت و عزم رزم احمد پاشا و تسخیر بغداد کرده گفت بخدمت پادشاه رسیده بعد از رخصت ببغداد میروم مقربان بخدمت پادشاه آمده از اظهار ارادت و اخلاص مندی او خاطر پادشاه را که تفرس داعیه استقبال وے نموده اندیشه ناک بود مطمئن ساختند و خان معظم با لشکرے موفور تا اصفهان آمده بخدمت

مصالحه پادشاه با رومیان

ورود خان باصفهان

پادشاه رفت و سخن اجازت سفر روم در میان آورده مختار شد و عازم حرکت بود روزے مقربان ترغیب
رفتن پادشاه بمنزل وے که از باغهائے پادشاهی بود کردند و پادشاه در خلوت سوار شده بآن باغ
رفت خان مزبور پیاده استقبال نموده بمراسم خدمت پرداخت و لبساط عشرت گسترده التماس ماندن
آنروز کرد چون پادشاه باستراحت مشغول شد وے چندکس از سرداران لشکر خود طلبیده سخن در سلطنت
راند که الحال صلاح آنست که بسبب ضعف طالع چندی پادشاه ترک سلطنت گفته بگوشه نشیند و پسرش را
بسلطنت برداشته معامله روم یکسو کنیم چون این معنی ممهد بود ایشان نیز رضا داده پادشاه را ازین
صلاح خبردار ندادند وے ناچار بقضائے درداد و پسرش را که کودک دو ماهه بود ببارگاه پادشاهی درآورده
خطبه و سکه بنام او کرده بشاه عباس موسوم شد و شاه طهماسپ را با جمعے پاسبانان روانه خراسان نموده
یکے از پردگیان سلطنت را خود پیشتر در حباله نکاح داشت درانوقت دیگرے را در سلک ازدواج پسر
بزرگ خود درآورد آنچه درخزانه و کارخانجات پادشاهی بود بتصرف خان معظم درآمد و بر جمیع ممالک ایران
حکام از خود تعیین نمود و شاه عباس مذکور را چندکس همراه نموده بقزوین فرستاد جماعت بختیاری سرازین
معامله پیچیده شورش کردند و حاکم جدید را بکشتند به تنبیه ایشان از اصفهان نهضت کرد و پس از
جنگ و جدال متابعت کردند خان معظم روانه بغداد شد و درراه بالشکرے از روم مصاف داده غالب
آمد و ببغداد راند احمد پاشا + حاکم دارالسلام بالشکرے انبوه از شهر برآمده درکنار شط بغداد
مصاف داد و منهزم بقلعه گریخت خان معظم باشوکت تمام بمحاصره پرداخت و بردجله جسر مستحکم
بسته هر دو طرف شط و قلعه را فرو گرفته در تضییق محصوران کوشیده توابع و لواحق بغداد همه بتصرف
قزلباش درآمده اکثر لکدکوب حوادث شد و احمد پاشا دران قلعه داری الحق نهایت مردانگی و تمکین
بکار برد و راه فرار هم نداشت و در اطاعت قزلباش مطمئن نبود بهرحال پائے بیفشرد اما چون با سپاه
موفور محصور شده بود و مدت محاصره امتداد یافت دران شهر انبوه قحط افتاد و مردم اکثر حیوانات
ناماکول و غیر ماکول حتے سگ و گربه را بخوردند و کار محصوران بصعوبت تمام کشید چون برخے ازین سوانح
گذارش یافت اکنون بذکر بقیه احوال خود مے پردازد - چون به بندر عباسی رسیدم بنابر

مشقتهای سخت که در سفر حجاز کشیده و قروض بسیاری که برگردن افتاده بود طاقت حرکت بجائی نداشتم
مدت دو ماه دران بندر مانده دیون را بهر نوع صورتی داده بقدر مقدور باحوال پریشان خود و وابستگان
پرداختم و دران وقت بسبب انقلاب دولت و تغیر قوانین سلطنت و تعدی و تحمیلات زیاد بر طبقات خلائق
آن مملکت بهم برآمده اضطراب تمام بود و خلقی را که اصناف حوادث و بلیات رسیده با کمال چندین ساله
دشمنی مثل افاغنهٔ ظالم بد معاش بوده اصلا تاب و توان تحمل و تعدی و ستم نبود و با این حال گماشتگان
دیوان و عمال بر هر کس بوجوه مختلفه اصناف تحمیل و تحصیل زر در پیش داشتند عذر و عجز و لابه کسی
مسموع نبود و هر کس بحال خود درمانده دادرسی در میان نه الحاصل که عجب حالتی مشاهد و مرا خود طبیعت
مجبول است که القای بر باطل و تمکین ظالم نتوانم و بر ادراک ملهوف و تصرف مظلوم و حمایت
ضعیف بی اختیار و اگر عاجز آیم آرام محال و زندگانی بر من حرام است دران هنگام بیچارگان ناچار
بمن استغاثه میکردند و چاره ممکن نبود و آنچه بر من گذشته عالم السرائر بران آگاهست و در حمایت
عجزه همیشه با عمل داران بسختی و درشتی و ملامت و سرزنش می بودم و چنان سودی نداشت چه
بنیاد کار بران بود و حد و نهایتی نداشت از بندر عباسی حرکت کرده عزیمت اصفهان نمودم
و بهر قلعه و قریه که میرسیدم مردم جمع آمده در ناله و زاری بودند چون در تمام آن دیار معروف شده
جائی نبود که مردمش معرفتی نداشته باشند نهانی و اختفا مقدور نمیشد تا به بلدهٔ لار در آمدم شدت
ایام زمستان و بارش بود و بر من ضعف و ناتوانی استیلا داشت و حالت سفر خاصه بسر و
نبود چند روز توقف کردم و اوضاع آن شهر خراب و نهایت ابتر بود حاکم سابق بمصادره گرفتار و حاکم
جدید چهار صد کس سپاه همراه جمعی دیگر خدمه و وابستگان بود و از غرائب اینکه مقرر چنان شده بود
که اخراجات یومیه خود را روز بروز از مردم شهر بگیرند و از خارج بسبب خرابی و ناامنی طرق اجناس
بآن شهر نمیرسید و تسعیرات بالا گرفته ماکولات کمیاب بود و معدودی از بیچارگان که از آنهمه حوادث
باز مانده بودند بفلاکت تمام روزگاری بسر می بردند حاکم و سپاه در اخذ ما یحتاج یومیه خود عنف
داشتند و امیر دیگر برای تعداد تحمیلات آنولایت آمده اضعاف معمول مطالبه و دران مبالغه تمام

حرکت از بندر عباسی

ورود به بلدهٔ لار و تعدی حاکم و عمال دران دیار

داشت و بر سائر اشجار نیز خراجی که هرگز در ان ممالک نموده اختراع نموده وی نیز سرکار علیحده فروچیده بر سر
مردم افتاده بود و از جمیع نواحی که دسترس ایشان بود خراج و متوجهات سال آینده نیز محصلان شدید
گماشته تحصیل مینمودند و از هر خانه رعیت یکنفر سپاهی با یراق و سامان می خواستند که در رکاب حاکم حاضر
بوده بے مرسوم و مدد خرجی تا باشد خدمت نماید و مقدار یک هزار کس ازان نواحی باین صیغه جمع آورده
بودند و سه هزار کس دیگر طلب مے نمودند و یافت نمیشد اگر رعیت بیچاره بود رخت و یراق و سامان و لیاق
نداشت و در سر زمین خود بالبست بفلاکت و مزدوری قوتے برائی خود و عیال پیدا کند ویرا چگونه سفر
میسر بودے و کتخدایان ایشان در معرض مواخذه و تطاول بودند و با این حال مطالبه سیورسات و
آذوقه موفوره برای ذخیره مے نمودند و این سلوک مخصوص رعایا ے شیعهٔ لار بود که اطاعت داشتند
و برخے از محال آن که بر مذهب شافعیه اند و در ایام استیلائی افاغنه نیز آسوده حال و تا آن زمان بازگشتی
بحاکم ننموده در مکانهای خود متمکن و ازین تحمیلات برکران بودند و خان معظم محمد خان بلوچ را سرداری مملکت
فارس داده تنبیه ایشان مامور نموده بود و وی باتفاق حاکم شیراز با حشر انبوه روانه آن صوب شده
از کثرت تعدی ایشان رعایائی بیچاره میرمیدند و سردار ببلده جهرم رسیده عبدالغنی خان حاکم آن
بلده کہ از نیکان و دوستان من بود و دران مدت بحسن تدبیر و مردانگی آن بلده را از شر افاغنه محافظت
نموده معمور داشت هر چند خواست که ایشان را بلباسے که مقدور بود خدمت نموده از اسخدود درگذرانند
راضی نشدند و در خواستهائی بیش از وسع نموده دست تعدی کشادند عبد الغنی خان مذکور که بعدالت
و رعیت پروری و مردانگی موصوف بود ناچار شده حصار شهر استوار کرد و با سپاهی که داشت
بحراست آن بلده پرداخت و در میانه وحشت خواسته سردار بمحاصره و استیصال او کمر بست و
چند انکه وے سردار را بمواسا و مدارا و رفع جدال پیغام داد در نگرفت درین احوال لاریان که طبیعت
ایشان خالی از بے پروائی و مردانگی نیست بیچاره کار خود در مانده از سلوک حاکم و عملداران بتنگ آمدند
و از رسیدن سردار و تعدی آن لشکر نیز وحشت تمام داشتند و حاکم نیز بنابر سلوک ناگوار خویش
از ایشان نامطمئن و حذرناک شده سپاه و متعلقان خود را جمع آورده در اندرون منزل خویش جاے

محصور شدن عبدالغنی خان حاکم جهرم از دست سردار — سرداری محمد خان بلوچ در مملکت فارس

داده پاس خرم میداشت و ازین غافل که شعر النصر لیست باجیاد مجندة * لکنه بسعادات وتوفیق * آز
قضا روزی حاکم به بهانهٔ از کلانتر آن شهر رنجیده ویرا بفرمان او کشیده افگندند و چوب بسیار زده محبوس
ساخت و چند کس از اعیان را که بسلام او حاضر شده بودند تهدید عنیف کرد ایشان با مردم شهر و وابستگان
کلانتر نزد من آمده بنیاد شکایت و اضطراب کردند چندانکه ایشان را تسلی و دلالت بصبر و شکیب کردم
سود نداشت و از حیات کلانتر که در خانهٔ حاکم محبوس بود مایوس شده بیتابی و فزع می نمودند و من
حاکم را باطلاق کلانتر دلالت کردم تعلل می نمود و اعیان شهر بارها نزد او رفته بیگناهی و بیچارگی خود باز
نمودند و در استخلاص کلانتر کوشیدند فائده نکرد حاکم روزی بوثاق من آمد با وی سخنان صلاح آمیز
بسیار گفتم و بسلوکی که در انوقت شایستهٔ حال او بود رهنمونی کرده حبس کلانتر را که باعث فتنه و موجب
فساد می شد باو فهمانیده ویرا از حبس رها کرد مشروط بر آنکه در ان ولایت نمانده روانه حجاز شود
اینمعنی هم قبول افتاد و کلانتر مذکور عازم حرکت شد چون دو روز بگذشت حاکم پشیمان شده اراده گرفتن
وی نمود مردم متوحش شده شب باهم نشستند و بدفع حاکم کمر بستند هنگام طلوع صبح بود که همگی
باتفاق کلانتر بخانه حاکم ریختند صدای تفنگ و غوغا برخاست و حاکم با چند نفر غلامانش کشته شد
سپاهیانش هر یک بگوشه پنهان شده فوجی از ایشان بمنزل من پناه آوردند چون کار حاکم بانجام
رسید کلانتر و دیگران با آن ازدحام و هجوم عام نزد من آمدند از مردم سپاه که تعدی بسیار دیده بودند
عزم انتقام داشتند من در حمایت ایشان مبالغه کردم کلانتر و عامه نیز خود حجاب و رعایت آداب را
کار فرما شده از مزاحمت ایشان درگذشتند و همانروز آن جماعت را عذرخواهی نموده با اسب
و اسبابی که داشتند از ان شهر بسلامت روانه نمودم و کلانتر و اعیان را سرزنش و ملامت بسیار بر اقدام
آن کار در انوقت که ایشان را سامان و لوازمائی بانجام رسانیدن آن نبود و باعث استیصال و
خرابی همگی می شد کردم لیکن امضائی تقدیر شده کار از دست رفته بود و حاکم معزول که آشنائی
قدیم من بود از مصادره نجات یافته با مردم خود از ان شهر بطرفی بیرون رفت پاسبانان قلعه لارا از
نفاق با مردم شهر همداستان نشده در قلعه نشستند و در ظرف چند روز طرفه فتنه و آشوبی در ان شهر بود

کشته شدن حاکم لار از شورش اهالی آن دیار

وچند کس که باهم سابقهٔ عداوتی داشتند نیز کشته شدند و نزدیک بآن رسید که دست تطاول ببکید نگیر
افگنند بحسن تدبیر نائرهٔ آن فتنه را تسکین دادم و دران حادثه مشقتی بمن رسید که شرح نتوان کرد
وچندانکه جهد مے کردم که از میان ایشان بطرفی بیرون روم سود نداشت و همگی بالتماس و ابرام
ممانعت مے نمودند و از همه بهتر انیکه در اطراف و اکناف شهرت یافت که اقدام ایشان بآن امر باشارت من
بوده وچون بکهزار کس ازان مردم سکنهٔ قری و نواحی بودند که حاکم ایشانرا باکراه جمع آورده بود اکثر آن
جماعت سر خود گرفته بمکان های خود رفتند چون سردار فارس که بلدهٔ جهرم را محصور داشت ازین حال
آگاه شد حاکم شیراز را با فوجے بمحاصره و تضییق آن بلده گذاشته خود با لشکر انبوه بسرعت تمام بقصد
لار در حرکت آمد چون قریب بآن شهر رسید مردم همگی در یک محله مجتمع شده بفکر کار خود افتادند سردار
بشهر نزول کرده بقتل و غارت آن مردم کمر بست و از هر طرف بآن محله هجوم آورده مردم نیز در محافظت
خود و مدافعه وے کوشیدند و یک هفته جنگ امتداد داشت چون تسلط خود را بران محله بزودی دشوار
دید و مهم جهرم در میان بود ناچار بمدارا پیش آمده بعد از گفتگو بران شد که نائبے در قلعهٔ لار گذاشته
خود مراجعت نماید و بعد از چندے روز که مردم را اطمینانے حاصل شود هر کس بجاهای خود رفته نائب نیز
از قلعه بشهر آمده بحکومت قیام نماید و چنان کرد کلانتر محقر پیشکشے بسردار داده باز گشت و نائب
با فوجے در قلعه بود و مبالغه در برآمدن مردم از حصار آن محله داشت و وے را از ایشان و ایشانرا
از وے اطمینان نبود آخر چنان شد که اعیان و اکثر الخلق ترک آن شهر گرفته با عیال و اطفال خود
بهیئات مجموعی با اسلحه و عراق و بنهایت حزم و احتیاط عازم سکنائے قری و نواحی شده برآمدند و من نیز
دران وقت با ایشان برآمدم و آن مردم در دو قریه که املاک و اقطاع داشتند اقامت کردند
و من از ایشان جدا ای گزیده پس از چندے به بندر عباسی در آمدم چند روز اقامت نموده
از مشاهدهٔ آن احوال و اوضاع بتنگ آمده طاقت تحمل و شکیب نماند و هر کس را از افزونی تحمیل
و تعدی سرکار دیوان این مضمون در زبان بود شعر یداوی بکار من بعض بلقمه ÷ و کیف یداوی
از اشرقت بماربه و مراهمت با ان مصروف شد که ترک ولایت ایران کرده ازان سواحل ببصره رفته

بهر نوع خود را به نجف اشرف رسانم اما چون خان معظم بغداد را محصور داشت و تمام عراق عرب از صدمات
لشکر قزلباش بهم برآمده لکدکوب حادثات شده مردم بصره نیز از دهشت پریشان حال و اکثر بدریا
گریزان بودند و در ان شهر فزع قیامت افتاده هیچگونه استقامت نبود چندانکه کوشیدم که از مردم
آن سواحل کشتی بدست آورده روانهٔ بصره شوم مقدور نگشت عذر آورده میگفتند که مردم بصره
کشتی ما را برای فرار خویش خواهند گرفت و مرا زیاده بران طاقت نمانده بود ناچار بکشتی جماعت ولندیس
فرنگ نشسته روانهٔ سواحل عمان شدم و در بلده ازان دیار که در سواحل بحر و موسوم بصحار است
نزول نموده مدت دو ماه تقریباً اقامت شد و از شدت مکاره و صعوبات دل تنگ شده مجال قرار
نماند از قبیلهٔ زعات اعراب سکنهٔ آنجا دو کشتی گرفته سوار شدم و بشهر مسقط ازان بلاد رفتم و از
دو ماه افزون اقامت کردم وضع کثیف آن دیار و شدت گرما و ناخوشی آب و هوا مرا رنجور و عاجز
ساخت **شعر** چه شد یارب که یکدم درد من تسکین نمی یابد ÷ ز بیتابی سرم میگردد و بالین نمی یابد ÷
مجملاً چنان رنجور و ناتوان بکشتی نشسته به بندر عباسی مراجعت کردم چون شدت تابستان و هوای
آن بندر نیز بغایت ناموافق بود عارضهٔ تب ربع نیز بشدت تمام علاوه شده امراض دیگر بر مزاج
استیلا یافت و بنا بر جهات طاقت توقف نبود ناچار بمحفه نشسته بمحال جروان که از لواحق آن بندر است
و آبهای جاری دارد رفتم و چندی در قرای آنجا بسر برده امراض شدت داشت و از مکاره
بیشمار و ملاحظهٔ احوال بیچارگان و توقعات ایشان بر غیرت و همت من کار دشوار شده مجال صبر
و اقامت نماند و راه بیرون شدن ازان مملکت نداشتم بخاطر رسید که از مملکت ایران جای را که ندیده ام
ولایت کرمان است و از اهالی آنولایت که آشنایان من بودند الحال کسی باقی نمانده اگر تغیر وضع خود
داده بآن شهر یا قرای نواحی روم و در گوشهٔ انزوا گزینم شاید چند روزی بسر توانم برد باین خیال
تغیر اوضاع خویش نموده خود با یک دو کس خدمتگاران روانهٔ کرمان شدم در انوقت مرا استیلای
اسقام و ناتوانی طاقت اعتزال در غیر معموره نمانده بود بالجمله چندی در قریه بسر برده آخر بشهر
کرمان در آمدم و در گوشه نشسته با کسی معاشرت نداشتم اندک اندک چند کس آشنا شدند و جمعی که

رفتن بولایت جروان

معرفتے داشتند مرا دیده شناختند و بودن من در ان شهر نیز پنهان نماند القصه چندماه اقامت نموده اوضاع آن ولایت خراب نیز بسبب شورش جماعت بلوچ و حوادث دیگر اختلال تمام داشت از انجا عازم حرکت بصوب مشهد مقدس شدم چون زمستان رسیده بود و راه خراسان سردسیر سخت است و مرا شدت تپ ربع بغایت ناتوان و عاجز داشت مردم مانع آمدند و دران اوان محمد خان بلوچ سردار فارس با خان معظم طهماسپ قلیخان دل دگرگون کرده از خوف جان سر از اطاعت وے پیچیده بود و رقم اختصاص بر مملکت فارس کشیده گماشتگان خان معظم را محبوس داشت و دعوی بندگی و اخلاص بشاه طهماسپ نموده وے اگرچه خالی از دلبری نبود اما بغایت سبکسر بود و تمکین ریاست نداشت مردم چون ستم رسیده و بالطبع هواخواه خاندان علیه صفویه و اولاف ولائے ایشان میزد بجانب وے رغبت نموده لشکرے انبوه داشت مجملاً در کرمان بودم که خبر شکست یافتن خان معظم از سپاه روم شهرت یافته خلاصهٔ آن اینکه چون محاصره بغداد بیکسال کشید احمد پاشا چندانکه خواست خان معظم را بمصالحه راغب سازد صورت نبست اولیائے دولت عثمانیه چاره جو شده در فکر تدارک آن حادثه بودند از اعاظم امرائے خود توپال پاشا نامی را که سالها در حدود فرنگ سردار و بآن جماعت کارزار نموده بشجاعت و رائے بلند آوازه بود سردار عراق عرب نموده بالشکرے گران بجنگ خان معظم روانه نمودند چون خبر قرب وصول او ببغداد رسید خان معظم جمعے را بحراست اطراف قلعه بغداد گذاشته خود بالشکرے از قزلباش روے باو آورد و در استقبال آن لشکر شتاب و ایلغار نموده قریب سی فرسنگ راه عنان بازنکشید سردار روم لشکر خود را دو قسمت نموده خود در دنبال بود و مقدمه آن لشکر بر سر آبے فرود آمده توپخانه خود را باسلوب استوار و از قرب وصول قزلباش آگاه و مستعد کارزار بود اول صباح خان معظم بایشان رسیده بجنگ در پیوست و پس از ساعتے سردار روم و بقیه لشکر و حشر بآئین تمام صفوف آراسته و توپخانه برگرد لشکر بهم پیوسته در رسیده هنگامه کارزار سختی گرفت و دران بیابان سوائے آبے که رومیان آنرا فرو گرفته بودند آب نزدیک بود بالجمله تا هنگام زوال آتش قتال افروخته معرکه کارزار گرم آخر حرارت آفتاب و غلبه تشنگی پیادگان و تفنگچیان لشکر قزلباش از حرکت باز ماندند خان معظم

طغیان محمد خان

حرکت توپال پاشا از اسلامبول بجانب عراق عرب

جنگ خان معظم با توپال پاشا سردار روم

بحفر چاه ها امر کرد و دران زمین عمق عظیمی بایست تا آب پدید آید حال سپاه زبونی گرفت و رومیان زور آورده
بسیی از سواران و اسپان قزلباش بزخم تفنگ در غلطید و ازانجمله اسپ خان معظم بود القصه آن سپاه را
قوت مقاومت نمانده منهزم شدند و راه عراق عجم پیش گرفته کسی ببغداد فرستاده جمعی را که بمحاصره آن قلعه
مانده بودند طلبیدند ایشان نیز شب هنگام کوچیده روانه عراق عجم شدند و احمد پاشا از محاصره برآمده مشغول
کشیدن اجناس بقلعه و تدارک ذخیره شد و سردار بحوالی قلعه بغداد آمده چون دران حدود آذوقه
که وفا بعلوفه آن لشکر بیکران کند نیافت بناچار بصوب کرکوک عطف عنان نموده انجا مقام گرفت و فوجی
از عساکر خود را با چند کس پاشایان معتبر از راه حدود کردستان بعراق عجم روانه نمود که استعلام احوال
کرده در انچه صلاح وقت باشد کوشند و خان معظم آن لشکر منهزم شده را از پراگندگی مانع آمده بهمدان آمد
و این در اواسط سال ست و اربعین و مائة بعد الالف بود دران شهر خزانه از سابق داشت بانعام و احسان و تدارک
احوال ایشان پرداخته و جمعی از سپاه که در اطراف داشت طلبیده در مدت یکماه باز لشکری بسامان بیاراست و از
حال آن رومیان آگاه شده بعزم رزم ایشان از همدان ایلغار کرده چون بلای ناگهانی برسر آن قوم رسیده معرکه
کارزار گرم ساخت - و از حملات لشکر قزلباش شکست در رومیان افتاده سرداران با جمعی مقتول و برخی توپخانه
و سامان بر جای نهاده راه فرار گرفتند خان معظم بصوب کرکوک راند توپال پاشا سردار نیز از ان شهر برآمده
با لشکری بی شمار صف آرا شد و پس از کوشش بسیار خان معظم بفتح و ظفر اختصاص یافته خلقی انبوه از لشکر
روم بخاک هلاک افتادند و سر توپال یکی از قورچیان قزلباش بریده نزد خان آورد و تن او را نیز بموجب فرمان
پیدا نموده آن سر و تن را بهم دوخته بحکم خان معظم ببغداد برده در مقبره ابوحنیفه دفن کرد و بقیة السیف
رومیان بحال تباه راه فرار گرفتند خان معظم آن حدود را لگدکوب حوادث نموده ببغداد رفت و بار دیگر
آن شهر را در میان گرفت - مجملاً در کرمان بودم که شکست لشکر قزلباش و معاودت خان معظم از بغداد
اتفاق افتاد بخاطر رسید که درینوقت از بنادر فارس شاید ببصره و نجف اشرف رسیدن میسر تواند شد
باین عزم روانه بندر عباسی شدم و دران راه از ناتوانی و شدت تپ ربع که مدت سیزده ماه بود عارض
شده مشقتی سخت کشیدم تا آنکه به بندر کنگ رسیده هنوز راه دریا ببصره مسلوک نشده بود دران بندر

اقامت کردم - پس از چندی خبر وصول خان معظم ببغداد و دیگر باره محصور شدن بغداد بیان رسیده عائق
حصول مقصود گشت و محمد خان بلوچ بر فارس استیلا داشت و آوازه عزم تسخیر اصفهان و عراق و استخلاص
شاه طهماسپ در افگنده بود و گماشتگان خان معظم که در اصفهان و آنحدود اقامت داشتند بنا بر عدم استطاعت
مقاومت هراسان شده طغیان او را بالغ وجهے بخان معظم معروض و آن حادثه را بالغایت عظیم وانمودند
خان مذکور بغداد را نزدیک بانجام رسانیده هراس بیقیاس بر احمد پاشا و محصوران مستولی شده حالا حالت صبر و سامان قلعداری
نداشتند در همان آوان قلعه کشاده میشد لیکن سوانح فارس و عراق خان معظم را بیقرار ساخته زیاده صلاح در اقامت آن حدود
ندید و با احمد پاشا سخن مواسا در میان آورده قول و قرار چند واقع شد او خود این معنی را هرگز امید نداشت
از نعمت عظمی شمرد و خان معظم بعزم دفع فتنه محمد خان از بغداد بسرعت برق و باد در حرکت آمده ببلده
شوستر رسید و سکنه آن بلده با تقیا و محمد خان معروف و بهواخواهی وے متهم بودند در انوقت ابوالفتح خان
حاکم آن دیار بقتل رسیده بسیارے از اعیان و اهالی آنجا معروض تیغ پاشا شدند و انچه از خفت و خواری
و نهب و غارت و قتل و اسر نسبت ساکنان آن دیار واقع شد مجال ذکر نیست و خان معظم فوجی از
لشکر را بجانب فارس روان کرد و خود نیز از عقب در حرکت آمد محمد خان نیز از شیراز با لشکرے که داشت
بعزم رزم نهضت نموده در حدود کوهگیلویه تلاقی دست داده و محمد خان پاے ثبات فشرده جنگهاے
سخت کرد و نزدیک شد که آثار غلبه ظاهر سازد دران وقت آوازهٔ وصول خان معظم که از دنبال مقدمه
لشکر خود مے آمد شیوع یافته لشکریان فارس را دل از جاے رفت و شب در رسیده بود اکثر آن سپاه
ظلمت لیل را پرده حجاب خویش ساخته پراگنده شدند چون صبح شد چنان کسے با محمد خان نمانده بود
معدودے از قوم او و نزدیکان و چاکرانش که بسه هزار تن نمیرسیدند بگرد خیمه او باقی مانده بودند
محمد خان ناچار از ان مصاف عنان تافته با یلغار ببلده لار در آمد و در انجا یکے از اقوامش را با فوجے
بحکومت گذاشته بود بران شد که فوجے از مردم گرمسیر نیز فراهم آورده دیگر باره مستعد کارزار شود
در بندر عباسی چند کس از عاملان خان معظم بودند دران وقت چند کس از محمد خان نیز رسیده هر دو
فرقه تطاول و تعدی می‌نمودند روزے بر چند کس از بیچارگان ستمے سخت رفت و مرا خاطر بشورید و از ملاحظه آن

[illegible]

جنگ محمد خان و...

هزیمت محمد خان بصوب لار

بے تحمل شده دل از جاے برفت و عزیمت به آمدن از انولایت کردم کشتی در همان وقت روانه سواحل بلاد سند بود من هم عزم روانه شدن مصمم نمودم و این روز دهم رمضان المبارک سنه ستة و اربعین مائة بعد الالف بود کپتان جماعت انگلیشیه فرنگ چون از ارادهٔ من آگاه شد بمنزل من آمد و از رفتن به هندوستان ممانعت آغاز کرده برخے از شنیعهائی اوضاع آن ملک بر شمرد و ترغیب رفتن بفرنگ مے نمود و دران باب مبالغه بسیار کرد راضی نشدم و در همان روز ترک همه چیز گفته خود تنها بکشتی در آمده روانه حدود سند گشتم و بیکے از سواحل تهته رسیده غرهٔ شوال بود که بآن بلده در آمدم و نمیخواستم که درین مملکت کسے مرا شناسد میسر نشده و همان روز که بتهته رسیدم جماعتے از تجاران بلده که در فارس مرا دیده بودند آگاه شدند و جمعے از اهل ایران نیز در انجا اقامت داشتند و اکثر از آشنایان بودند. بالجمله این معنی در هیچ شهر و مملکت صورت نه بست و اگر مقدور شدے هرآئینه موجب رفع بسیارے از مکاره و مصائب آلام بیشمار من بودے و انعقاد که هستم مبتلا بگوناگون اندوه و ملال در زبونی حال نبودم چه صعوبت و غم تنهائی و بیکسی از آن روز تا حالت تحریر که اواخر سال اربع و خمسین و مائة بعد الالف است همیشه مصاحب و مستوعب اوقات من بوده اند از نتائج روشناسی و گاه گاه ملاقات و مجالست ساعتے با اصناف خلق روزگار که وارد منزل من گردیده تن و جان گداخته بیان چگونگی و وجوه اسباب من کثرهٔ آن در خور نگارش نیست و من آن مدت اقامت را درین مملکت از زندگانی محسوب نداشته همانا آغاز رسیدن بسواحل این ملک انجام عمر و حیات بود و درین مدت هشت سال از انجا تا بلده دهلی که معروفست به شاه جهان آباد دیده ام و آنچه از اوصاف و احوال و اوضاع این مملکت و ساکنانش شنیده و یافته بودم همه معاین و آنچه نشنیده و بخاطر خطور نکرده بودم مشاهده و معلوم شد از دو ماه افزون در تهته اقامت ننموده از بے صبری و حرکت از ایران خود را ملامت کردم و از اختیار نکردن سفر بممالک فرنگ ندامت کشیدم و موسم سفر دریا گذشته تابستان در رسیده بود و در مراجعت بایران یا بجاے دیگر انتظار موسم آینده بایست کشید بالجمله دران بلده از بے آبی و بد هوائی و اوضاع زشت که این مملکت را عرض عامست بے آرام شدم مردم گفتند بلده خدا آباد از معموره هاے سند که چند روزه راه هست باید رفت و چندان ما فیشی احتیاج نیست۔

ذکر آمدن راقم حروف از ایران و سفر دریا از بندر عباسی [illegible]

روانه شدن از تهته بخدا آباد۔

بکشتی از راه رود خانه که از نواحی تته تا کنار آن شهر کشیده میتوان رفت وقسمت چنان بود بسواری
کشتی بخدا آباد در آمدم واز شدت حرارت وناخوشی هوا وهجوم احزان وشدائد بامراض مختلفه صعبه
گرفتار شده مدت هفت ماه در انجا بیکس وبیمار بیفتادم چون بعض امراض را انحطاطے روے
نموده وزیاده توقف باسباب مختلفه مقدور نبود حیرتے طرفه عارض شد بفرمان قهرمان تقدیر باز
بسواری کشتی بشهر بهکر که چند روزه راه بر کنار همان آب سنده است رسیدم واصلا طبع را ملائمت
وطاقت بر تحمل اوضاع واطوار این دیار هنود وبےکسی وبے سامانی وقصور مقدرت علاوه وحشت و
آلام بود قریب بیکماه توقف نموده ناتوانی واختلال بر مزاج استیلا داشت ناچار بمحفه نشسته بصوب
ملتان روان وآن منازل را بمشقت طے نموده بقریه که نزدیک حصار آن شهر است رسیده مقام گرفتم
ودرین این مملکت زیاده بر همان مقدار رعایت نکرده وپیوسته امیدوار نجات بوده عوارض احوال ایمان
بر خاطر گوارا شد وهمت مصروف بمعاودت بود مقدور نمیگشت تا آنکه مدت اقامت دران قریه به تنهائی
وناکامی قریب به دو سال رسیده وگاهے دران ملال واختلال خود را بنوشتن مشغول ساخته هوش
رمیده وحواس پریشان شده را این ندا میدادم **شعر** مطرب سماع برکش وساقی شراب ده : ایام
را بکام وفلک را جواب ده : ورساله کنه المرام را که در بیان قضا وقدر وخلق اعمال است با چند رساله
دیگر دران مقام تحریر نموده ام ومخفی نباشد که حالات ایام اقامت این دیار از حوصله تحریر بیرون وقابل
التفات بذکر مجمل هم از آن ناموس می آید واصلا قابل تعرض ونقل نیست واگر عنان بذکر بقیه سوانح
ایام خویش معطوف شود ناچار برخے از قبائح وفضائح احوال واوصاف این دیار کدورت آثار شنعت
اطوار نمائیش خواهد گرفت وبر کلک وصفحه افسوس است همان بهتر که ناظران چنانکه نگارش یافت بدایت
ورود مرا باین کشور نهایت وانجام زندگانی تصور نمایند ونیز پوشیده نماند که مجموع تحریر این
اوراق والتفات بنگارش خلاصه این احوال شیوه خامه وپیشه همت ومناسب اوقات ومرغوب خاطر
ومانوس طبیعت این خاکسار نبود بلکه فکرت ورویت از این شیوه بیگانگی واحتراز داشته بخاطر نمیگذشت
چه قطع نظر از عدم مناسبت افسانه گوئی با احوال وپستی رتبه وقلت فائده وخساست این مقال

رسیدن بهکر

روانه شدن از بهکر بملتان واقامت دران

معذرت نگارش این اوراق

موانع و معایب دیگر نیز داشت که شایان این همیقدار نبود چه اعبخن سخنان بسا باشد که در نظر بیخبران مشتبه بشیوهٔ خودنمائی
که سرمایهٔ فرومایگان و نزد این همیقدار سر همه قبایحیست گردد و لله الحمد و المنة افراط دوری و تجنب من از ین
شیوهٔ فطری بجائیست که موجب زبونی و خمول ورد بنا شده اما باعث بر تسوید آن شد که درین دوان که
آخر سال اربع و خمسین و مائة بعد الالف است و در بلده دهلی باشدت آلام در مقام زاویه نشین اعتزال
خاطر شوریده لبریز ملال بود آسایش و آرام کرانه گرفته از تعطیل قوی و هجوم و اندوه خاطر بهیچ چیز مشغول
نمیشد و شبها خواب نبود بی اختیار آنچه مجمل احوال بر زبان و قلم آمد در دو شب تا این مقام تسوید نمودم
ناظران بذیل عفو و اغماض در پوشند که حوادث دهر ناسازگار را کارها و دل و دماغ شوریده آزرده
را اثرهاست الی الله المشتکی من دهر عتود و خلق قرود قلیل حیاؤهم کثیر شقاؤهم علماؤهم جهلاؤهم
امراؤهم سفهاؤهم اتخذوا الهوی ربا لهم لعصا و تبا ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمین **شعر**
لا مکث الله دنیا نا فضمتها لیست تفی عند ذی لب بقیراط ربنا تابت عن الاحرار قاطبة فطاوعت
کل ضعفان و ضراط گران افتاد لنگر کوه درد سینه فرسا را خدا صبری دهد دلهای از جا رفته مارا
اکنون چون ذکر برخی از احوال بعد از ورود باین دیار بجو است بقلم آمد اگر بطریق اجمال بقیه آن نیز
صورت انجامی یابد باکی نیست چون مدتی اتفاق اقامت در ملتان واقع شد سانحه غریبه روی
نمود در تابستان رودخانه سند که از ان ناحیه میگذرد طغیان کرده صحرا و شوارع را فرو گرفت و خرابی
بسیار بعمارات و مساکن آن دیار رسیده مدار تردد بر کشتی شد و جماعتی غریق گشتند چون موسم خریف
رسید طغیان آب از صحاری و قری روی بکمی نهاده بعض زمین های مرتفع خشکی گرفت و مردم سال
خورده آنجا می گفتند که قبل ازین نیز بعهدی چنین شده بعد از نقصان آب وعلت و با عام گشته
خلقی بی حساب هلاک گردیده اند در ان سال نیز چنان شد مردم به تپ لرزه مبتلا گشته اکثر بطریق
غب و کمتر کسی از ان مرض صحت یافته باشد و اصلا چاره پذیر نبود آنها که معالجها کردند و آنان که نکردند
همه در گذشتند مگر بعضی که از ان دیار بیرون رفتند و یا در اجل ایشان تاخیری بود و این حادثه
غریبه به پنجاه امتداد یافت و مرا هم این تپ بشدت تمام عارض شده حالتی باقی نگذاشته و

ذکر طغیان رود در ملتان

ودران قریه که اقامت داشتم کسے بسر جا نمانده از آبادی بیفتاد ضروریات لابدیه یافت نمیشد و از همه ضرورتر وجود خدمتگار بود که حکم عنقا داشت واگر بندرت در اوائل آن حادثه شخصے یافت مے شد که صحتے داشت بعد از دو سه روز
مریض گشته محتاج به پرستار و خدمتگار دیگر بود تا آنکه بمیرد و صعوبت معیشت و زندگانی بهر حالت در هندوستان
بر کسے که سائر ممالک عالم را دیده باشد پوشیده نیست اسباب و علل صعوبت ازان بیشتر است که معدود
شود مجموع اوضاع و احوال این ملک مقتضی مشقت و تلخی معیشت است و این معنی بر مردمش مکشوف
نیست بلکه خود را متعیش و مرفه تر از خلق عالم دانسته آن صعوبات و منافرات با طبائع ایشان ملائم
و گوارا بلکه محظوظ و بهر حال مخصوصه معیشت درین کشور بے استجماع سه چیز میسر نیست و آن زر وافر و زور موفور
و بلدیت تمام است و بر تقدیر استجماع شرائط مذکوره نیز اوضاع بغایت مختل و بے رونق و ادنی چیزے بے سعی
و سرگردانی و انتظار مقدور نمیشود و آنقدر کاریکه در ممالک دیگر بیک نفر کارگذار سر براه تواند شد اینجا
بده کس سر انجام نیابد و چندانکه بر خدام و حشم و اسباب مکنت بیفزاید اوضاع ناهنجار تر و بے انتظام
تر است بالجمله از ملتان ... در چنان شدتے روانه لاهور شده بمشقت تمام تا بدین بلده رسیده بعد
از چندے آن تپ رفع شده صحتے روی داد تخمیناً سه ماه اقامت نموده با سبابے چند ماندن دران شهر
مکروه و مضطر بسفر شدم و طرق و شوارع تمامی این مملکت همیشه ناایمن و خطرناک است و با وجود تنفر
و کراهت وصول تا بلده دهلی که مقر پادشاه هند است ناچار از لاهور حرکت نموده تهرمان قضا بدهلی
رسانید و مدت یکسال افزون اقامت نموده هجوم هموم بے آرام ساخت و عزم بیرون رفتن ازین مملکت
مصمم شده مراجعت به لاهور کردم و بیش نهاد خاطر اینکه از صوب کابل بقندهار رفته در مملکت خراسان
بهر گوشه که اتفاق شود عزلت گزینم مقارن وصول بلاهور خبر رسیدن لشکر قزلباش بقندهار بقصد
تسخیر و استرداد از ید افاغنه و محصور ساختن آن قلعه رسید و مرا عارضه بیماری سخت بر بستر ناتوانی
افگنده مدتے امتداد یافت و هوا گرمی گرفته ایام برسات و شدت بارش این دیار در رسید و اقامت
در لاهور بطول انجامید و منتظر وصول خبر انفصال مقدمه قندهار بودم که آن ... از سر راه برخیزد
و محاصره آن و آشوب دران حدود امتداد یافت اکنون مجملے از وقائع ایران را که بعد از حرکت

... رجعت قهقری به لاهور ... [illegible]

ازان مملکت بهندوستان مسموع و معلوم شده بطریق ایجاز درانیمقام مے نگارد تا ذکر آن قضایا را
نیز صورت انجا مے پدید آمده منتظران حقائق اخبار را انتظارے نماند نگاشته خامه وقائع نگار شده
بود که خان معظم طهماسپ قلیخان ترک محاصره ثانیه بغداد بسبب آشوب و استیلای محمد خان بلوچ در فارس
نموده بعزم استیصال وے بکوه کیلویه آمد و بعد از محاربه محمد خان مذکور منهزم شده بلار و گرمسیرات آن حدود
آمده در اندیشه کار خود بود مجملاً خان معظم بشیراز رسیده گماشتگان خود را که بحکم محمد خان مقید بودند رهاینده
نوازش نمود و هرکس از متوسلان محمد خان هرجا بدست افتاد مورد سیاست و بازخواست شده لشکرے بدفع
محمد خان بگرمسیرات لار فرستاد محمد خان شهر و قلعه لار را گذاشته با فوجے که داشت بآن حدودے از للکه
رعایای آن شافعیه و درانوقت معموری و جمعیتے داشتند در آمده بفکر سامان لشکر و تهیه مدافعه افتاد
آن قوم بخیال باطل از وے هراسان شده آنهمه مخالفت و منازعت او را با خان معظم حمل بر مواضعه
و تدبیر خان معظم در استیصال آن طبقه که چند سال بود اطاعت شائسته نداشتند نموده محمد خان مذکور
هرچند که کوشید اتفاق بهمراهی از انقوم ندید و چند انکه خواست ایشان را بفهماند که بعد از من کسی بر شما
ابقا نخواهد کرد و بتنهائی از تدبیر کار و محافظت خود عاجز ند سود نکرد و لشکر خان معظم تا بحدود در آمده آن قوم پراگنده
در قلاع و قرای خود متحصن شدند و محمد خان با معدودے که داشت راه فرار پیش گرفت که شاید خود را به بلوچیان
با قندهار رساند فوجے از لشکر قزلباش بر وے سر راه گرفته جماعتے از همراهانش مقتول و خود زنده گرفتار
شد و بیانزد خان معظم بردند و بعد از معاتبات درشت و برآوردن چشمهے وے بکنج محبوس گردید چون
میدانست که با قبیح وجه کشته خواهد شد همان شب خربه بدست آورده خود را هلاک کرد و لشکر خان معظم آن
گرمسیر را لگدکوب حوادث ساخته آن طبقهٔ شوافع را مستاصل ساختند و معدودے بقیة السیف ایشانرا
باطراف کوچاینده از بلاد دیگر رعایا آورده دران امکنه سکنے فرمودند و خان معظم باصفهان رفته از انجا
بآذربایجان نهضت کرد و با لشکرهاے روم چه در حدود آذربایجان و چه در حدود ممالک ایشان بکرات
مصافهاے سخت و محاربات صعبه نموده در هر بار ظفر یافت و سرداران بسیار و لشکر بے شمار از رومیان
دران معارک مقتول شده قلعه ایروان و گنجه و برخے از مملکت گرجستان و آنحدود که در تصرف ایشان

مانده بود بتمامی انتزاع شده جائے از مملکت ایران بضبط آن جماعت باقی نماند وباین اکتفا نکرده
چندے در حدود مملکت ایشان استقامت نموده کارزار کرد واکثر آن دیار را خرابی وویرانی تمام رسیده
از شکست ہائے متواتر وناچیز شدن سپاه بسیار وپاشایان نامدار وتلف شدن خزائن وسامان
موفوره وخرابی اکثر حدود ضعف تمام براحوال رومیان راه یافته رونقے در سلطنت ایشان نماند و
خوف وہراسے عظیم بسکنه آن دیار از سلطان ورعیت مستولی شده از جمعے مسافران ہندوستان که
از حجاج مے آمدند استماع افتاد که در حدود مصر وشام وبلادے که از نواحی ایران دور بود ساکنانش
را از سپاہی ورعیت بخوف وہراسے مشاہده شد که مارا نیز درمیانه ایشان خواب وآرام نبود ورومیان
از خان معظم مکرر درخواست مصالحه نمودند وصورت قبول واستقرار نیافت پس از جارو در روم عطف
عنان بداغستان نموده در ولایت جماعت لزگی که در ایام فترت سر از اطاعت پادشاه ایران پیچیده بارومیان
موافقت وہنوز راه متابعت واعتذار نه سپرده بودند اول فراہم آمده مدافعه آغاز کردند وبعد از
تنبیه بشر[illegible] ملتمس عفو وملتزم اطاعت شده خان معظم بنجول مغان از محال آذربایجان آمد واز
جمیع بلاد ممالک ایران اعیان وکدخدایان وریش سفیدان را طلب داشته باحضار ایشان محصلان
غلاظ گماشته بود وہمگی را در آن مکان حاضر ساختند روزے خان مجلسے مشحون بسرداران وایلچی روم که بالتماس
صلح ومصادقت آمده بود آراسته مکیدوکس از مشاہیر را بہبہانه تقبل آورده اووات سیاست جلوه‌گر
ساخت ودر آن مجمع مہیب سخن در امر سلطنت آغاز نہاد وہمه آن خلائق را مخاطب ساخته سخنان
سپاہیانه مذکور شد وچون ممہد بود جمعے از مخصوصان سخنہائے مخلصانه چاکرانه برزبان راندند
واز مردم مشورت مے خواست که مناسب پادشاہی کیست ومصلحت حال درچیست مردم
در[illegible] شنیدند وبمقتضای مقام زبان برکشادند وبجمله متضمن اتفاق واجماع خلائق نگاشته
حاضران بران مهر نهادند ونام سلطنت از شاه عباس نیز منسوخ گشته خطبه پادشاہی خان معظم
اجرا یافته تسمیه بنادرشاه قرار یافت واین قضیه درسال ثمان واربعین ومائة بعد الالف بود
وعبارت الخیر فیما وقع را تاریخ یافته حسب الحکم تغیر سکه سابقه شده بریک طرف. نقود اسم

سرکشی اتراک واطاعت ایشان

جلوس نادرشاه بر تخت سلطنت ایران

دار الضرب دیر بکجا سب آن بتاریخ التخییر فیما وقع منقوش گردید. شنیدم که یکی از ظرفا مورثان ایران اینچنین مصرع بر سکه نوشته
بود. **شعر** بربدیم از مال از جان طمع ÷ بتاریخ الخیر فیما وقع ÷ و شاه طهماسپ شاهزاده عباس میرزا را نزد خود طلبیدا
گاهی در مشهد طوس و بلدهٔ سبزوار و گاه در مازندران بسر می برد و مستحفظان بحراست قیام داشتند و نادر شاه
بتعمیر و تزئین عمارات روضه منوره رضویه علی ساکنها التحیة پرداخته بعضی از ابنیه عالیه آن صحن مقدس را
سراپا بخشتهای طلا تزئین نموده و نهر آبی از کوه پایهائی آنجا بیاورده بر نهر خیابان که از صحن آن روضه
می گذرد افزود و در آن شهر مقبرهٔ عالیه جهة خود عمارت نموده انجام داد بعد از اتمام کوار آن لیقعه این
بیت نوشته دیدند. **شعر** در هیچ پرده نیست نباشد نوای تو ÷ عالم پرست از تو و خالیست جای تو
و چندانکه تفحص کاتب نمودند معلوم نشد. پس بمملکت عراق نهضت کرد و جماعت بختیاری باز
سر بطغیان و شورش بر آورده بودند. بعد از محاربه سخت بر ایشان استیلا یافته بسیاری از آن قوم
مقتول و بقیه از توانائی طغیان بنشستند. از آن حدود عزیمت قندهار نموده حسین برادر محمود قلزه را
که ضابط قندهار بود از اراده خود آگاه ساخته براه مملکت کرمان بآن صوب در حرکت آمد حسین مذکور
سامان موفور و لشکر آراسته داشت چون نادر شاه بحدود سیستان رسید. فوجی از افاغنه بفرمان
حسین بعزم دستبرد رسیده مغلوب و منکوب و منهزم بقندهار باز گشتند و چون بحوالی قلعه قندهار
رسید باز لشکری آراسته از افاغنه بعزم پیش آمدند بعد از محاربه منهزم گشته بقلعه متحصن شدند
و نادر شاه آن قلعه را که در رضانت و متانت شهرهٔ آفاق بود فرو گرفت و افاغنه در لوازم حزم و
احتیاط و مدافعه و سرگذشتگی چندیکه در حوصلهٔ طاقت داشتند مبذول ساختند و سودی نکرد
لشکر قزلباش توابع و لواحق آن شهر را متصرف شده هر جا افغانی بود طعمه شمشیر گشت و نادر شاه
در لشکرگاه خود حکم کرد که هر کس موافق حال منزلی عمارت کند و خود نیز به بر آوردن حصار و بروج
ساختن منازل و ابنیهٔ عالیه اشارت نموده معماران و عمله که جمع کثیر همراه داشت باندک مدتی
در انجام آن کوشیده در جنب قندهار شهری عظیم آراسته پدید آمد و به نادر آباد موسوم گشت
اکنون چند کلمه که متعلق به هندوستان است مرقوم می گردد و بر واقفان حقائق احوال و متتبعان

اخبار و آثار پوشیده نیست که رهائی و خلاصی بابر میرزا ابن عمر شیخ از خمول و سرگردانی و حیرت و پریشانی
و عز و حشمے بر تنبیه فرمان فرمائی نبوده الا بوسیلۂ تمسک و توسل باذیال دولت قاہرۂ خاقان سلیمان
شان ابوالبقا شاہ اسمعیل صفوی چه بر واقفان احوال اولاد و احفاد صاحبقران امیر تیمور گورگان
مخفی نیست که ایشان را با خود و خلائق را با ایشان چه سلوک بوده دقیقه از دقائق مخاصمه و مقاتله
با یکدیگر مہمل نگذاشته خود را از قتل و ایذائے ہم معاف نداشته اند و خلائق بطفیل تنازع و ظلم ایشان
ہمواره در رنج و عنا و با صناف محن و بلایا مبتلا بوده و چون آن طبقه بر خاطرها گران و ہمت ہا مصروف
بدفع ایشان و بقدر قدرت و وقت فرصت خلائق نیز از قتل ایشان تقصیر نکرده اند و خوش
معاشرین این سلسله مغفرت پناه سلطان حسین میرزائے بفراست که بعد از استقرار دولت
نسبت بدیگران بغایت سنجیده و آرمیده بود تا آنکه بعد از رحلت آن مغفور و استیلائے شیبک خان
اوزبک و اضمحلال اولاد آن بادشاه بقهر و عذر وی و ارتفاع اعلام شوکت او کار بقیۂ منتسبان
سلسلۂ تیموریه از زبونی حال بجائے کشید که خلاصه آن بر متتبعان اخبار مستور نیست بالجمله نیروے
ہمت و پرتو التفات خاقان مصطفوی نسب بیهمال که صیت سطوتش خافقین را مالامال داشت
بابر میرزا را در عرصۂ ظهور در آورده پر و بال داد و مورد انواع عنایت و امداد گردید و وے نیز
مادام الحیوة چه در ایام دولت هندوستان و چه قبل از آن شیوۂ اعتضاد و اظهار خلوص
و داد نسبت بآن دولت قاہره شعار ساخته گاہے باجرائے خطبه و سکه و گاہے بارسال عرائض
نیاز و التماس مطالب خاقان سلیمان شان را خوشنود مے داشت و اولاد و احفادش را ہمیشه
شیوۂ توسل و اعتضاد بدودمان علیه صفویه در ہنگام عجز و اضطرار و لحاظ اغراض معمول
و مرکوز خاطر بوده در وقت سنوح قضایا ہائله در ایران با زوال اغراض ایشان بسبب آسودگی
و عدم منازع قوی در گوشۂ مملکت ہند آن شیوه را مبدل بآثار نخوت و غرور موفور ساخته راه آشنائی
مسدود میداشته اند و این عادت در طبائع سلسلۂ بابریه استقرار یافته ہمانا رسوخ
این شیوه از تاثیرات آب و ہوائے ہندوستان چه ظاہر است که خلق این دیار با کسے بے غرض

آشنا نیند واز باستان نامها هویدا است که قبل از اسلام نیز ایرانیان و فرد ماندگان این دیار را بمقتضای طبیعت بوده سرگاه ملوک عجم خود یا یکی از سپهداران الشان متعرض این صوب می شده اند هندیان نیز وسیٔ ظفر و تلاش در وسع خویش ندیده بنهایت مسکنت و زبونی را کار فرما و بهر صورت مطیع و باجگذار بوده اند و چون بازگشت بایران زمین روی میداده باندک فاصله و فرصتی آنرا بآن سیره رائے بملاحظه ارد زاغ صفتان بی اعتبار و فراهم دیدن مشتی درم و دینار بیلای غرور مبتلا شده در خانه خود و عرصه خالی بنیاد لاف و گزاف نهاده احوال گذشته و عهد و میثاق را فراموش و تغیر سلوک نموده اند و همان معامله از ایشان و این شیوه از ایشان بکرات کثیره تکرار یافته از انجمله در عهد منوچهر است که بفرمودهٔ او سام بن نریمان بهند آمده کیسوراج را بایالت متمکن ساخت و آخر فیروز رای پسر کیسو مخالفت و خودسری بنیاد کرده کیقباد رستم دستان را بهند فرستاده فیروز بهزیمت رفته در جنگلهای هندبرور و رستم سورج را بایالت تعین نموده بازگشت و چنین در عهد سکندر و اردشیر بابک و کسری نوشیروان و وجه آن که مقام ذکر آنها نیست و وجه عدم ضبط سلاطین عجم هندوستان را بار بابِ بصیرت واضح است چه کسی را که مقری و مقام اقامت چون ممالک ایران باشد که بالذات اعدل و اشرف و بالعرض احسن و اکمل معموره ربع مکشوف است هرگز باختیار خویش اقامت در هندوستان نتواند نمود و طبیعت مجبول است که بغیر از اضطرار راضی بتوقف درین سرزمین نگردد و این معنی مشترکست در بادشاه و رعیت و سپاه و چنین است حال هر که او را حس صحیح بوده در آب و هوای دیگر خاصه در ممالک ایران پرورش و تربیت یافته باشد مگر آنکه غافل و بیخبر باین دیار درآید و قدرت بر بازگشت نیابد و یا آنکه بسبب موانع و عوارض و برا مجال اقامت در جائی نمانده و سالف ایام خویش را بصعوبت و زبونی ایام تمام گذرانیده درین دیار بکمال و جاهی بی اعتبار رسد و بغایت ضعیف الاحساس و شغله نهاده بود دل دران بندد و بتدریج عادت پذیر گشته انس و آرام گیرد در تاریخ مجوس دیده ام که ضحاک چون گرشاسپ را سردار کرده به هند می فرستاد و یرا سفارش نمود که بزودی آن ملک را مسخر ساخته مهاراج سپار و بازگرد

چه اگر لشکر چندی اقامت کند و دران مرز و بوم بمعاشرت آن مردم گذارند دیگر مرا بکار نیاید
ناچار باید بآن ملک رها کرد یا بقتل رسانیده هر دو را روا ندارم چه لشکر دست نشست نتوان
ببرید و استاد اسدی طوسی در گرشاسب نامه نیز این حکایت را بنظم آورده **اشعار** -

وصیت چنین کرد گرشاسپ را ؛ که در هند پدرود کن خواب را ؛ نداری ز خون سیاهان دریغ ؛
همین کار فرما درخشنده تیغ ؛ بجستی ده انجام کار سترگ ؛ برایشان چنان زن که بر گله گرگ ؛
نمانی دران بوم سالی تمام ؛ که لشکر گران گیرد از ننگ و نام ؛ گرت بگذرد چار موسم دران ؛
ز فرهنگ و مردی بیابی نشان ؛ مجملاً حقیقت سلوک سلاطین صفویه با پادشاهان و
شاهزادگان سلسلهٔ بابریه بر عالمیان مستور نیست و هرگاه سلاطین این طبقه بر عادت خویش
در غیر وقت ضرورت تغافل و تاخیر در رعایت حقوق و مراسم آشنائی نموده بیگانگی آغاز نهاده
اند باز آنجانب با فقدان جمیع اغراض و دواعی بمحض شیوهٔ مردی و مردمی احیای لوازم
اشفاق و اعطاف معمول میگردیده و آنچه یکی از خصائص سلسلهٔ علیهٔ صفویه جوانمردی
و وفا و پاس مروت و داد بوده و آنچه ایشان با متوسلان خویش بیگانه و آشنا حتی دشمنان
کینه ور در روز درماندگی و التجا از احسان و امداد و انواع اعانت و یاری و دلجوئی و مهمان نوازی
و غمخواری مقرون بکمال فروتنی و رعایت آداب بسلوک داشته اند از نوادر و غرائب روزگار
است و این شیوه را بر طاق بلند نهاده کسی را از سلف و خلف با ایشان دعوی همسری نیست
و سلطان مغفور شاه سلطان حسین نیز در مدت سی سال سلطنت خویش این طریقه را
با سلسلهٔ بابریه مرعی داشته در ارسال سفرا تهنیت و تعزیت تاخیری نرفت - چون عهد
سلطنت آن پادشاه خجسته اخلاق سپری شده نوبت سلطنت بشاه طهماسپ رسید و آنهمه
آشوب در ممالک ایران شیوع یافت پادشاه هند بشیوهٔ خویش هرگز رسم پرسشی بخاطر
نگذشت بلکه با میر ویس و افغان راه آشنائی و وداد و سلوک داشته و با حسین پسر ویس
افغان مذکور نیز در اواخر که ضابط قندهار شده بود با آنکه بلشکر کشیده در قتل و غارت و

فرستادن ایلچیان صفویه به هندوستان

وخرابی آن دیار تقصیرے نکرده بازگشت و نوبت طریق مراسله مفتوح شد بهر حال شاه طهماسپ
بعد از فتح اصفهان و استیصال افاغنه یکے از امرا را برسالت هندوستان فرستاده وقایع
آن ایام را به محمد شاه اعلام در نامه اشعاری شده بود که چون مخاذیل افاغنه خائن این
آستان و دزد این دیار اند والحال بسزای خود رسیده بقیة السیف در هزیمت و فرار اند و از
بیم لشکر ظفر اثر ایشان را گریزگاہے سوائے هندوستان نیست باید که آن مدبران را راه و جاے
نداده نگذارند که بآن حدود درآیند. بالجمله محمد شاه پس از چندی نامه متضمن سخنان بے فروغ نوشته
ایلچی را منصرف ساخت و بعد از جلوس شاهزاده عباس میرزا بجائے پدر والاگهر باز یکے از امرا
بسفارت هند تعین شده هم چنین سخنان در نامه او نیز مندرج بود پس از مدتے ویرا نیز رخصت
انصراف داده همان قسم کلمات که بنفس الامر صحتے نداشت نگاشته بودند. بعد از چندی نادرشاه
یکے از معتبرین قزلباش را نزد برهان الملک که اعظم امراے هند بود فرستاد. به محمد شاه و او هردو
نامه نگاشته بود فرستاده مذکور را بعد از ورود بحدود این مملکت دزدان غارت کرده بهتر از
التماس نامه از ایشان بستد و بمشقت تمام خود را رسانیده اداے سفارت نمود اما خود قدرت
مراجعت نیافته هنوز درین دیار است. و چون نادرشاه بقندهار رسیده آن قلعه را فرو گرفت
محمد خان ترکمان را که از امرای صفویه بود باز بسفارت فرستاده سخنان گذشته را اعاده و
گله از منهاج سابق نمود چون به شاه جهان آباد رسیده نامه برسانید ویرا توقیف فرموده از جواب خامش
شدند. و چندانکه او اظهار رخصت مے کرد سود نداشت گاہے در اصل نوشتن جواب تردد
خاطر داشتند و گاہے در انیکه اگر نوشته شود نادرشاه را بچه القاب باید نوشت متحیر و سرگردان
بودند. حقیقت انیکه توقیف محمد خان ایلچی را از تدابیر ملکیه شمرده توقع آن داشتند که شاید حسین
افغان با محصنان قندهار بر نادرشاه ظفر یافته ویرا ناچیز یا منهزم و آواره ساخته جواب نامه
نوشتن حاجت نماند. چون محاصره قندهار بطول و مراجعت محمد خان نیز بتعویق افتاد نادرشاه
فرمانے بوے نوشته مصحوب چند نفر سواران سریع السیر فرستاده از وے سوال حقیقت حال

نادرشاه ایلچیان بهند فرستادن محمد خان [illegible] ۱۱۵۰

وسعی در حصول جواب داز بتعجیل عود نمود وچون جواب صادر نمیشد ورخصت ملنے یافت اثرے بران مترتب نگشته بالجمله چون محاصره قندهار قریب یکسال شد وشهر نادر آباد درحنیب آن اهتمام یافت نادرشاه بفرمود تا لشکر قزلباش برانحصار هجوم آورده بر بروج صعود نمایند وافاغنه بے دست وپا شده آن حصن استوار مفتوح گشته حسین مذکور مقید بمازندران فرستاده شد و در عرض چند سال از اثر همان بازکه افاغنه در شیراز منهزم شدند وهمواره از طرف جمعے ازان قوم پراگنده بهندوستان درآمده درهر جا سکنے واکثر در سرکارات ملازم شده داخل سپاه گشتند. والحق تکالیف مما لغتے که به محمد شاه مے نمودند بیرون از حوصله وسع وضبط وے بود ونادرشاه بتخریب قلعه قندهار فرمان داده مردم بازار وسکنه آن را به نادر آباد سکنے فرموده ولصوب غزنین وکابل بحرکت آمده کوتوال قلعه کابل را پیغام داد که ما را بمملکت محمد شاه کارے نیست اما این حدود چون معدن افغان است و معدودے گریختگان نیز با ایشان پیوسته اند غرض استیصال این قوم است هراس بخویش راه نداده درمراسم مهمانداری کوشد وخود بکنار شهر کابل نزول نمود. کوتوال وکابلیان مستعد جنگ وجدال شدند ونصیحت وپیغام ایشان را سود نکرد فوجے از قزلباش بقتل ایشان وتخریب قلعه مامور گشتند وبمجرد حمله وبنیاد تخریب برجے فریاد برآوردند محصوران امان یافت قلعه را خالی نموده بر عیتے پرداختند ودران حدود هرجا افاغنه فراهم آمده بودند لشکر بر سر ایشان رفته قتل مے نمودند ونادرشاه از توقیف محمد خان بغایت آزرده شده چندکس از معتبرین کابل را زبانی پیغامها داده به شاهجهان آباد روانه ساخت که بپادشاه وامرا برسانند وخود در کابل توقف داشت فرستادگان به لاهور آمده به شاهجهان آباد رفتند وکسے سخن ازیشان نشنید واگر شنید نه فهمید. باز از کابل یکے از لشکر پانزده سوار همراه نموده بسفارت فرستاد چون به جلال آباد رسیده درخانه فرود آمدند جمعے از متبه کاران آنجا برگرد آن خانه هجوم نموده اول سلاح ایشان را دربودند وآخر ده کس از ایشان کشته یکے فرار به کابل نموده صورت واقعه باز نمود ومدت اقامت نادرشاه در کابل تخمیناً به هفت ماه رسیده وافاغنه آنحدود را قهر وقتل نموده بود

فتح قندهار و خراب نمودن آن

آمدن نادر شاه به کابل

[illegible] در جلال آباد

از استماع خبر کشته شدن آن ده نفر بے قرار شده بصوب جلال آباد نهضت کرد و آن شهر را قتل
عام فرموده خلقے ناچیز شدند واز غرائب اینکه برائے رئیس قاتلان آن ده نفر خلقے از سرکار
محمد شاه معین شده بود که ارسال گردد و قتل عام جلال آباد عائق آن شد واز ان روز که خبر ورود
نادرشاه به کابل در هند لیشیوع یافته بود خاندوران امیر الامرا و نظام الملک به محاربه وے
معین شده در شاه جهان آباد اقامت داشتند و آوازه توجه خود را عما قریب بصوب کابل
منتشر مے ساختند واین نیز بزعم ایشان از تدبیرات ملکیه بود واز سوانح ایران که در جلال آباد
مسموع نادرشاه شده بود مقتول شدن برادرش ابراهیم خان بود که ویرا امیر الامرائے
آذربائیجان نموده در دار السلطنة تبریز اقامت داشت - چون سفر کابل وقندهار دراز
کشید جماعت لزکی مستعد شده بمملکت شیروان که قریب ایشان است لشکر کشیدند ابراهیم خان
مذکور بآن مملکت در آمده بآن قوم مصاف داد وبقتل رسید نادرشاه چندان التفاتے بآن
قضیه نه نموده فوجے از سپاه را رخصت نموده بحدود شیروان فرستاد وخود بصوب پشاور
در حرکت ناصر خان حاکم صوبه کابل که در پشاور بود با فوجے که داشت بر سر راه رفته جمعے
از افاغنه آن حدود را نیز فراهم آورده کریوهائے صعب ووادی هائے تنگ را با عتقاد
خویش محکم ومسدود ساخته بود نادرشاه بوے پیغام کرد که من در فلان روز خواهم رسید بهتر
آنکه از سر راه برخیزی سخن در نگرفت و روز موعود نادرشاه برسید وخلقے انبوه از افاغنه
وفوج ناصر خان بوادی هلاک رفتند وخان مذکور زنده گرفتار شده بعد از چند روز اعزاز
یافت و نادرشاه ببلده پشاور نزول نموده از آب اتک بکشتی عبور کرد در مملکت پنجاب خاصه
شهر لاهور فزع قیامت برخواست ومن دران شهر به بیماری صعب گرفتار شده بر بستر افتاده
بودم وچون خلق هندوستان را نیکو شناخته از اوضاع ایشان ملول واز ادراک وتمیز ایشان
مایوس بتمام داشتم بر حال عجزه وزیر دستان دل بسوخت و در طرف آنمدت قدرت روانه شدن
بصوب خراسان نیافته بودم وچون بیقین میدانستم که اوضاع مقتضی ورود نادرشاه بهندوستان است

آمدن نادرشاه بجلال آباد و قتل عام آن بلده - کشته شدن ابراهیم خان در شیروان -
جنگ ناصر خان و گرفتاری وے - ورود نادرشاه به بلده پشاور - عبور نمودن از اتک

وصوبه کابل درآمده بود وحرکت من اگر میسر آمدی ناچار بهمان راه بودی وطبیعت وبینش اهل این
دیار مقتضی آنکه لامحاله رفتن مرا محرک آمدن او دانند واین معنی نیز مکروه خاطر و عائق شده
بود وقطع نظر از موانع بسبب شورش عبور از انطریق تعسر تمام داشت لهذا تا آنزمان در لاهور مانده بودم
در انوقت که آشوب چنان افتاد و در صورت احوال آن مردم امید بهبود نبود در خود طاقت ملاحظهٔ
اوضاع حال ومال ایشان نیافتم وبسبب اختلال احوال حالت معاشرت با لشکر قزلباش نیز نبود
با ضعف ونقاهتی تمام از لاهور بصوب سلطان بود حرکت نموده آن مملکت بهم برآمده
بود وهرکس دست بغارت ویغما برآورده چندین هزار قطاع الطریق شوارع را فروگرفته چند
روز در فراه آنمحال توقف روی داد پس بسیر سنهد درآمدم وتمام آن ایام چه در راه وچه
در منزل بمدافع بگذشت ونادرشاه بکنار لاهور رسید زکریا خان حاکم لاهور با چهارده
پانزده هزار سپاه واستعداد خود بر لب آبی که متصل شهر میگذرد و اطراف خود مضبوط ساخته
صف آراسته بود وکیفیت صلح وجنگ هند هر دو نیز از غرایب است . القصه نادرشاه
با فوجی از لشکر اسب در آب رانده بگذشت وچند سوار قزلباش بر سپاه لاهور تاخت
شجاعان وبهادران ایشان که در سواری ماهرتر بودند بگریختند وباقی بهم برآمده متلاشی ومتحیر
شدند آخر حاکم با منسوبان بقلعه درآمد ونادرشاه با سپاه متصل بشهر نزول کرد حاکم لاهور
عریضه نیاز واعتذار فرستاده التماس امان کرد وبحضور نادرشاه آمده عزت وخلعت یافت
وبدستور سابق برقرار ماند ونادرشاه جمعی را در قلعه لاهور گذاشته بصوب شاهجهان آباد
در حرکت آمد ومحمدشاه با جمعی امرا ولشکر چند گاه بود که از شهر برآمده بنای تمامی آمدن از
سهرند که بغایت خراب ومحصور لشکر دزدان بود با جمعی پیادگان وتفنگچی که فراهم آورده با خود
داشتم بساحت دهلی روانه شدم واز میان لشکر محمدشاه که قریب بدو ماه بود چهار منزل راه طی
نموده بازدحام تمام بودند عبور نموده بشهر درآمدم وبعد از ایام چند از ان شهر شوریده وضایع
گوشه گرفتم ونادرشاه دوسه نوبت نیز از لاهور تا رسیدن به لشکر هندوستان پیغام روانه ساختن

محمد خان ایلچی خود بمحمد شاه نموده و ایلچی مذکور را همراه داشتند و رخصت نمی‌نمودند و دران وقت
معلوم نمی‌شد که غرض از نگاهداشتن او چیست تا آنکه نادرشاه رسیده در موضع کرنال که چهار
منزلی از شاهجهان آباد است تلاقی دست داده جنگ درپیوست هندیان توپ خانه برگرد
خویش چیده محصور بودند. فوجی از قزلباش نیز براطراف ایشان تاختن آورده راه آمد و شد
بر ایشان مسدود و قحط غلا دران لشکر افتاده حالتی که در عالم غرور گمان نکرده بودند روی نمود
و نادرشاه لشکر بدو قسمت کرده بعضی را در مضرب خیام خود گذاشت و با فوجی بر سر ایشان راند
برهان الملک زنده دستگیر شده. خان دوران امیرالامرای و مظفرخان برادر وی و جمعی
از امرای نامی با لشکر انبوه بقتل رسیده شب بمیان آمد. و محمد شاه و بقیة السیف که هنوز خلقی
بی‌شمار بودند چون سواران قزلباش را منتشر یافته هراس داشتند طاقت و مجال فرار در خود
ندیده بر جای بماندند و هرکس فرار کرد اگر بدست قزلباش نیفتاد رعایای آنحدود وی را
زنده نمی‌گذاشتند و آن را که از خویش می‌گذشتند غربال ساخته سر میدادند. شعر اذا کان
الغراب دلیل قوم ÷ فناؤوس المجوس لها مقیل ÷ القصه نظام الملک و محمد شاه بعض
مقربان بتوسل و اعتذار بمعسکر نادرشاه رفته امان یافتند و نادرشاه محمد شاه را تسلی نموده
نوید عدم تعرض بجان و ملک و ناموس داد القصه نادرشاه با هردو لشکر بشهر در آمده در
قلعه شاهجهان آباد نزول نموده و محمد شاه نیز با وی در قلعه بود و امرا و لشکریان هند
بوضع معمول سابق در مساکن خود قرار گرفتند و این بتاریخ نهم ذی حجة الحرام احدی
و خمسین و مایة بعد الالف بود چون هنگام عصر روز یازدهم شهر مذکور شد هندیان آوازه
در افگندند که نادرشاه درگذشت بعضی میگفتند وفات یافته و برخی را سخن اینکه بغدر و
تمهید محمد شاه هلاک کرده علی ای حال در یک ساعت موت او شهرت گرفت و وی صحیح
و سالم با جمیع کثیر در قلعه نشسته بود ابواب آن شب و روز مفتوح و بفیصل مهمات
مشغول و برخی از سپاهش در حول قلعه و خانهای شهر ساکن. و بعضی بر کنار رود که

رسیدن نادرشاه در موضع کرنال و مصاف نمودن با محمد شاه

متصل بشهر است فرود آمده بودند مجملاً بمجرد این شهرت کاذبه در هر کوچه و کنار فوج جهّال
کم فرصت با اسلحه و یراق از دحام و شورش افگنده بقتل و تاراج قزلباش همت گماشتند
و این هنگامه تمامی شهر را فرو گرفت- قزلباش که فهم زبان هندیان نمیکردند و خبر از جائے
نداشتند متفرق یکدو در هر کوچه و بازار در گذر بودند هندیان غافل بایشان رسیده میکشتند
و با آنکه شب در رسید شورش انگیزان بد مآل اصلاً آرام نگرفتند و آن هنگامه در افزایش
بود چون مکرر حقیقت حال بعرض نادرشاه رسید سپاه را امر نمود که هر کس در جا و مقام
خود آرام نموده بانتقام نپردازند و اگر هندیان بر سر ایشان هجوم آورند مدافعه نمایند و دران شب
هیچکس از امرائے هند که واقفکار بودند اصلاً متعرض تسکین نائرهٔ آن فتنه و غوغا نگشت
بلکه چند نفرے که حسب الاستدعا از نادرشاه گرفته برای اطمینان و محافظت خود بخانه برده
بودند در منازل ایشان مقتول شدند و با آنکه در جنگ کرنال قریب هشت کس قزلباش
اندک بزخم تیر مجروح و زیاده بر سه کس مقتول نشده بود درین هنگامه قریب بهفتصد کس
ازان طبقه متفرق بقتل رسید- بالجمله چون روز شد همان آشوب در اشتداد بود نادرشاه
صبح از قلعه سوار شده بقتل عام فرمان داد و فوجے از سوار و پیاده بآن کار مامور گشته
بایشان گفت تا جائے که یکے از قزلباش کشته شده باشد احدے را زنده نگذارند لشکر
قزلباش بنیاد قتل و غارت کرده بمنازل و مساکن آن شهر در آمدند و قتلے بافراط
کرده اموال بیغما و عیال باسیری بردند و بسیارے ازان شهر خراب و سوخته شد- چون
نصف روز بگذشت و تعداد کشتگان از حساب در گذشت نادرشاه ندائے امان بقیة السیف
در داده- لشکریان دست کوتاه کردند و پس از چند روز که شوارع و مساکن پر از اجساد
مقتولین بود و هوا عفونت یافته عبور نیز دشوارے داشت حکم به تنظیف آن شد-
کوتوال شهر در هر گذر آنها را جمع آورده با خس و خاشاکے که از عمارت فرو ریخته بود
بے آنکه تمیز مسلم و کافر شود همه را بسوختند- و نادرشاه ذخائر پادشاهی و مال پادشاهی را

قتل عام دہلی

بتصرف آورده از مردم نیز زرها حاصل کرد چون بسبب دواعی شتاب در معاودت داشت تمامی
ملک سند و صوبه کابل را بالعوض محال پنجاب که به تنخواه صوبه کابل است از مملکت هندوستان و تصرف
محمد شاه وضع نموده ملحق بممالک ایران ساخت و محمد شاه را و امرای هند را طلبیده مجلسی بیاراست
و محمد شاه را جیغه داده امرا را خلعت بخشید نصایح نموده بسلطنت بگذاشت و دختری از احفاد
اورنگ زیب بادشاه بحباله نکاح پسر کوچک خود نصر الله میرزا که همراه داشت در آورده بتاریخ
هفتم صفر اثنی و خمسین و مائه بعد الالف از شاهجهان آباد کوس مراجعت کوفته بازگشت. و
از سوانحی که درهمین روز در ایران روی داده مقتول شدن شاه طهماسپ صفوی در بلده
سبزوار است. چون نادر شاه پسر بزرگ خود رضا قلی میرزا در ایران نایب گذاشته بهند آمده
بود روزی که عوام شاهجهان آباد بدروغ مرگ وی را شهرت داده بنیاد شورش کردند همان روز
این خبر باطراف انتشار یافته بایران سرایت کرد و هنوز کذب آن معلوم نشده بود رضا قلی میرزا
که در مشهد مقدس اقامت داشت بفکر کار خود افتاده حیات آن بادشاه نوجوان را با اینکه
هرگز در عرض آنمدت بر سر داعیه سلطنت نیامده بود و پاسبانان بحراستش قیام داشتند
منافی انتظام کار خویش دانسته اشارت بقتل وی نمود و او را از پا در آورده بمشهد مقدس
آورده مدفون ساختند و پسرانش عباس میرزا و سلیمان میرزا که هر دو صغیر بودند نیز وداع
دیر فانی نموده اولاد از وی نماند **شعر** نعد المشرفیة والعوالی ⁂ و تقتلنا المنون بلا قتال ⁂
و نرتبط السوابق مقربات ⁂ و ما ینجین من خبب اللیالی ⁂ و قال العلامة جمال الدین یاقوت الخطاط
و لقد احسن و اجاد **شعر** و اخوانا حسبتهم دروعا ⁂ فکانوها و لکن للاعادی ⁂ و خلتهم
سهاما صائبات ⁂ فکانوها و لکن فی فؤادی ⁂ و قالوا قد صفت منا قلوب ⁂ لقد صدقوا
و لکن عن ودادی ⁂ و از نوادر اتفاقات اینکه مراد رحالت که اصلا فکر و خیال متذکر و متوجه
این حادثات و وقایعات نبود ناگهان گویا بگوش دل گفتند که مدت سلاطین صفویه بلفظ صفویون
است. چون ملاحظه نمودم دیدم که مطابق بود چه خروج خاقان سلیمان شان اسمعیل انار

مقتول شدن بادشاه مرحوم شاه طهماسب

مدت سلطنت صفویه

دار السلطنت لاہیجان اگرچہ در اربع وتسعمائۃ است اما جلوسش بر سریر سلطنت در دار السلطنت تبریز بتاریخ سبع وتسعمائۃ روی دادہ وخلع عباس میرزا از نام سلطنت وجلوس سلطنت نادر شاہ چنانکہ نگاشتہ در ثمان واربعین ومائۃ بعد الالف واقع شد پس مدت سلطنت این سلسلہ علیہ دولیست وچہل ودو سال بتمام خواہد بود کہ باعدد صفویون مطابق است مجملا چون شمہ ازین واقعات بالعرض بقلم آمد وخامہ را دیگر سر التفات بذکر بقیہ حالات نیست اکنون چند کلمہ از خاتمہ احوال خویش نگاشتہ اقتصار مے نماید۔ ختم اللہ لی بالحسنیٰ وجعل منقلبی فی الآخرۃ خیراً من الاولیٰ

خاتمہ احوال راقم

از حین ورود بشاہجہان آباد تا حال تحریر کہ آخر سال اربع وخمسین ومائۃ بعد الالف است سہ سال وکسری گذشتہ کہ درین بلدہ اوقات بسر رفتہ وپیوستہ در خیال حرکت ونجات از این کشور کہ بیت منافر افتادہ بودہ ام واز کثرت موانع عائقہ میسر نیامدہ از راہ ناہموار زندگی پنجاہ وسہ مرحلہ بقدم استوار صبر وشکیب پیمودہ ام وکالبد عنصری از ہجوم آلام واسقام درہم شکستہ وقوای نفسانی افسردہ وعاطل سر در جیب خمول کشیدہ اند اکنون عاجز وناتوان گوش بر ندای رحیل نشستہ ام رب ان تعذبنی فانا من عبادک وان تغفرلی فانک انت الغفور الرحیم۔ فطرت وجبلت را بابیگانہ کشور کون وفساد آشنائی ومابہ التسبتی نبود وچون بہ درآمدن اختیاری بود نہ در رفتن۔ چندی بخونین جگری ساختم

رباعی

برخیز حزین از سر دنیا برخیز	زین کہنہ گومن تو ای مسیحا برخیز
تنہا تو درین ابجمنے بیگانہ	برخیز ازین میانہ تنہا برخیز

لنا ارااللہ الغفران وان بیدل بالفرح الاحزان۔ انہ جواد کریم ۵

نوشتہ بماند سیہ بر سفید
نویسندہ را نیست فردا امید

تمام شد

اصول السماع عربی مع ترجمہ اردو - از حضرت مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ حضرت محبوب الٰہی دہلوی قدس سرہما تحقیق مسئلہ سماع مین مستند کتاب ہے - قیمت ۴ر

انوار الاولیا - اسرار الاولیا ملفوظ حضرت باوا صاحب شیخ فرید الدین مسعود گنجشکر اجودھنی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے اسرار الاولیا کو باوا صاحب کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا بدر الدین اسحاق رضی اللہ عنہ نے جمع فرمایا تھا قابل دید کتاب ہے قیمت صرف ۶ر ہے

تذکرۃ المعین حضرت خواجہ اجمیری رض کی سوانح عمری - خاندان چشت کے ۳۶ بزرگون کا ذکر - میر سید حسین خنگ سوار کے حالات قیمت ۱/

مخدوم صاحب کا حال - حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد چشتی صابری کلیری علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات قیمت -

شجرہ چشتیہ صابریہ - از مولوی اسد اللہ خان صاحب مدرس مشن اسکول مین پوری - و منشی حافظ اللہ صاحب قیمت ۲

عذر و معذرت حضرت رب العزت کی بارگاہ مین عذر تقصیرات - یہ کتاب نظم ہے - قیمت ۱ر

صحائف السلوک - از کلام معرفت التیام فرد الحقیقۃ سراج الواصلین حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رح قابل دید و لائق خرید کتاب ہے - اس مین آپکے ساٹھ مکتوب ہین جو آپ نے اپنے خلفائے راشدین و مریدان با اعتقاد کو تحریر فرمائے تھے - ہر رقعہ موافق سنیۂ انور حضرت مصنف علیہ الرحمت منور ہے - مضامین تصوف بمطابقت شرع شریف نہایت خوبی سے تحریر مین لائے گئے ہین ایک جلد ضرور طلب فرمایئے - قیمت - ۸ر

مناقب سلیمانی درحالات حضرت فخر الاولیا ختم المشائخ غریب نواز حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالی عنہ - مصنفہ حضرت سراج السالکین زبدۃ العارفین مولانا مولوی غلام محمد خان صاحب چشتی رح - صرف یہی کتاب حضرت فخر الاولیا کے حالات مین ایسی لکھی گئی ہے جو آپکے سامنے لکھی گئی - اور آپ نے ملاحظہ فرما کر استحسان فرمایا بار دیگر مع دو تکملہ جات - قیمت ۴ر

رشد نامہ محشی از حضرت شیخ قطب العالم عبد القدوس گنگوہی رض عمدہ کتاب لائق دید ہے - جویائے معرفت کیواسطے قابل خرید ہے - قیمت ۴ر

مجالس حسنیہ ارشادات و حالات خاندان حضرت خواجہ کمال الدین علامہ چشتی رض ملفوظات حضرت خواجہ حسن محمد چشتی رض جمع فرمودہ جناب خواجہ مظہر اللہ التام الصمد حضرت خواجہ محمد صاحب چشتی رض مصنف چہل و دو نسخہ قیمت ۲ر

غرائب الفواد - کاشف رموز معانی اشعار متصوفہ ہے - جنکے مطالب کی فہمید سے معمولی لیاقت کے طالب العلم تو کیا اچھے اچھے علماء دین قاصر تھے اسی وجہ سے اون کے قائلین پر فتوہ ہاے کفر دیئے گئے - اس کتاب مین نہایت شرح سے ایسے جملہ اقوال و اشعار کے معانی بیان کیئے گئے ہین کہ عقل حیران ہے - از حضرت قطب العالم عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالی علیہ - قیمت ۲ر

ارشاد الطالبین - حاشیہ اردو - ہم پلہ کشکول کلیمی ہے - از حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رح - اس مین اذکار خفی و جلی - مراقبہ - محاسبہ - وغیرہ کی ترکیبین بیان فرمودہ حضرت قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہی رح - نہایت وضاحت سے درج ہین - قیمت ۲ر

رد ہنود - رد مذہب ہنود مین یہ چھوٹی کتاب جس قدر بضخامت کمتر ہے اوسی قدر مطالب بہتر ہے - اس مین مباحثہ کے طور پر ہندؤن کی جانب سے سوال کرکے اوسکا جواب مدلل اور شافی خود اون کی ہی کتابون سے دیا ہے کہ ناطقہ بند کر دیا ہے - اسکے آخر مین شیخ سلیم رح کی مشہور و معروف کہتا سلوکی بطور ضمیمہ ہے - یہ کتاب بہی دیکہنے کے لائق ہے - قیمت ۴ر

انوار حکمت - چھوٹی چھوٹی نصیحتین لائق تعلیم اطفال - از حکیم یوسفی - قیمت ۲ آنہ

تفریح الاحباب فی مناقب الآل والاصحاب اس کتاب مین خلفاء اربعہ کے فضائل عشرہ مبشرہ کے مناقب ازواج مطہرات کے فضائل تمام اہلبیت کے ستودہ خصائل - حضرات حسنین علیہما السلام کے برگزیدہ شمائل درج ہین - ایک کالم مین عربی - دوسرے مین اوسکا ترجمہ اردو - قیمت ۱۲ر

منہاج السالکین ترجمہ جوگ بششٹ - یہ کتب تصوف مذہب ہنود مین ایک اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے جسکو بششٹ منی جی نے راجہ رامچندر والی اجودھیا کے واسطے تالیف کیا تھا لائق مترجم نے تصوف اہل اسلام سے حاشیہ پر مقابلہ کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے مغائرت لفظی کے اصول ایک ہی ہین - اور تہوڑا سا سمجہ کا پہیر ہے یہ کتاب نہایت عمدہ قابل دید ہے - قیمت ۸ر

لطائف الحق یہ ترجمہ نکات الحق کا ہے - اصل کتاب حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح کی تصنیف ہے - قیمت ۵ر

مولود مرغوب القلوب معروف بہ کلام شاہد - بطور عریضہ بہار - عمدہ مولود ہے - کلام دلکش - قیمت ۴ر

مولود حافظ نظم و نثر - از مولوی محمد حافظ اللہ - مختصر مولود قیمت ۲ر

آداب المریدین اردو

آداب المریدین بزبان عربی حضرت مقتدائے جن والنس ابوالنجیب محمد عبد القاہر سہروردی رضی اللہ عنہ کی تصنیفات سے ہے۔ یہ کتاب نہایت ہی تحقیق کے ساتھ حضرات صوفیہ کے اعتقادات۔ تصوف اور فقر کا فرق۔ عبادات و معاملات کے احکام۔ صوفیون کے آداب۔ تصوف مین مشائخ کے اقوال۔ اہلِ تصوف کے مذہبی احکام۔ صوفیون کے اخلاق وعادات۔ مقامات صوفیہ کا حال۔ دلون کے معاملات اور اون کے حالات جو حضرات صوفیہ نے بیان کیئے ہین۔ اختلاف مسالک اصفیا کا تذکرہ۔ صوفیہ کے اقوال دربارۂ فضیلت علم صوفیون کے آداب گفتگو۔ حالت ابتدائی کے آداب۔ نفس کی رعایتون کا ذکر۔ آداب صحبت شیخ مبتدی مریدون کے واسطے آداب صحبت۔ مسافرون کے ساتھہ صحبت کے آداب۔ جہلا کے ساتھہ صحبت کا طریقہ۔ جورو بچون کے ساتھہ صحبت کے آداب۔ امردون کے ساتھہ صحبت کے آداب۔ عزیز واقارب۔ امرا۔ وسلاطین کے ساتھہ صحبت کا طریقہ۔ آنکہہ۔ کان۔ دل۔ اور ہاتھہ وغیرہ کے آداب۔ صوفیون کے آداب سفر۔ آداب لباس۔ کہانے اور سونے کے آداب۔ آداب سماع۔ آداب نکاح آداب سوال۔ آداب مرض۔ آداب موت۔ آفت وبلا مین پڑنے اور پہنسنے کے بعد کے آداب۔ اون آداب کا بیان جو شرعی رخصتون اور اجازتون مین برتے جاتے ہین۔ وغیرہ وغیرہ۔ کو شرح وبسط لکھا ہے۔ فی الواقع دریا کو کوزے مین بند کیا ہے۔ اس کتاب مستطاب کی زیادہ تعریف فضول ہے۔ حضرت شیخ ابو النجیب عبد القاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا علم وتبحر خود اسکا سچا گواہ ہے۔

آپکے مریدون مین شیخ شہاب الدین عمر سہروردی۔ شیخ روزبہان مصری اور شیخ عمار یاسر رضے اللہ عنہم اس پایہ کے بزرگ ہوئے ہین کہ تمام عالم اون کی خداشناسی قربت الٰہی علم وکمال سے واقف ہے۔ بہت بڑی تلاش و جستجو سے یہ کتاب بہم پہونچا کر اردو ترجمہ کرکے نفع عام برادران دینی کے واسطے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب ہر دوقت پاس رکہنے اور اسپر کاربند ہونے کے قابل ہے قیمت ۸

مولود لطیف مولود تو آپ نے بہت دیکھے ہونگے مگر یہ بھی اپنی وضع مین انوکہا ہے۔ قیمت ۴؍

خیابان رحمت - ازمولوی حسن مرتضی شفق عماد پوری عمدہ کلام ہے۔ نثر قابل تعریف۔ نظم لائق داد۔ ضرور طلب فرمایئے۔ قیمت ۲؍

حجاب النسا منظوم ہے۔ اس مین مستورات کو پردہ مین رکہنے کے ثبوت۔ احادیث معتبرہ سے شرعی طور پر دیئے ہین۔ قیمت ۲؍

تفتیش پولیس یہ قانونی کتاب ہے اور قانون مین بھی قانون شہادت سے متعلق۔ جو مقدمہ کی جان ہوتی ہے اس کتاب مین مولوی غلام محمد خان صاحب مجسٹریٹ درجہ اول سابق انسپکٹر پولیس نے تمام واقعات تنقیحی وواقعات متعلقہ وضمنی کی بحث عمدہ طور سے کی ہے اور آسان طور پر اس امر کی تعلیم دی ہے کہ سب انسپکٹران پولیس ودیگر افسران پولیس کو اسطرح تحقیقات کرنا چاہیئے۔ مولوی صاحب مدرس اعلیٰ مدرسۂ اعلی پولیس بھی رہ چکے ہین اور یہ کتاب اونکی قیمتی تجربہ کا فوٹو ہے افسران پولیس ضرور اس کتاب کو ملاحظہ فرمائین بہت مفید ثابت ہوگی۔ اس کتاب کی نسبت عالیجناب کرنل ایم ایم بوئی صاحب انسپکٹر جنرل پولیس ممالک متوسط ناگپور ودیگر معزز افسران پولیس نے اپنی رائے ظاہر فرمائی ہے کہ جو اہلکار پولیس اس کتاب کی مجوزہ طور پر تحقیقات کرکے مقدمہ چالان کرے گا وہ ملزم عدالت مجسٹریٹی سے ضرور سزایاب ہوگا۔ قیمت ۴؍

تجر الحیات ترجمہ اکسیر حیات۔ ازسید محمد غوث شطاری رح عملیات مین نایاب اور مستند کتاب ہے۔ قیمت ۷؍

دیوان مضطر۔ نعتیہ اور عاشقانہ دونون طرحکا کلام۔ تاریخی اسمار کا خزینہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری سے سنہ ۱۵۰۰ ہجری تک کے ہزارہا اسلامی تاریخی نام نمبروار مرد وعورت کے ہر سال کے جداگانہ اور متعدد۔ قیمت ۸؍

مجموعہ دیوانہاے نعت اس مین چار شاعرون۔ محفوظ۔ ہما۔ لطیف اور شباب۔ کا کلام نعتیہ ہے۔ نعت خوان ضرور منگائین۔ قیمت ۱۲؍

گلدستۂ سہرا۔ نعتیہ سہرے۔ مشہور اُستادون ذوق۔ امیر۔ داغ۔ وغیرہ وغیرہ کے قابل دید ہین۔ ایک نسخہ ضرور طلب کیجے۔ قیمت صرف دوآنے۔ ۲؍

اطلاع۔ کتاب سوانح عمری شیخ علی حزین رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش۔ صحت۔ اور طبع مین مطبع کا بہت صرف ہوا ہے اور مطبع مسلم پریس نے بدقت تمام اس کتاب کو جس قدر ممکن ہوا متعدد نسخون سے صحیح کرکے چہاپا ہے لہذا اسکے طبع کرنے کی کسی کو اجازت نہین ہے کوئی صاحب اس کے طبع کرنے کی جرأت نکرین۔ ورنہ عوض فائدہ کے نقصان اُٹہائین گے۔